پارہ

وَالْمُحْصَنٰتُ

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ

اور حرام کی گئیں وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری مملوک ہو جاویں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے (اور ان عورتوں کے

وَ	الْمُحْصَنٰتُ	مِنَ	النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	كِتٰبَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَاُحِلَّ	لَكُمْ
اور	خاوند والی عورتیں	سے	عورتیں	مگر	جو۔جس	مالک ہو جائیں	تمہارے داہنے ہاتھ	اللہ کا حکم ہے	تم پر	اور حلال کی گئیں	تمہارے لئے

مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ

سوا اور عورتیں) تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یوں کہ تم اُن کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے نکاح میں لاؤ اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف

مَا وَرَآءَ	ذٰلِكُمْ	اَنْ	تَبْتَغُوْا	بِاَمْوَالِكُمْ	مُّحْصِنِيْنَ	غَيْرَ	مُسٰفِحِيْنَ	فَمَا	اسْتَمْتَعْتُمْ
سوا	اِن کے	کہ	تم چاہو	اپنے مالوں سے	قید (نکاح) میں لانے کو	نہ	ہوس رانی کو	پس جو	تم نفع (لذت) حاصل کرو

بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ

مستی ہی نکالنا نہ ہو پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے متمتع ہوئے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں اور مقرر ہوئے بعد بھی

بِهٖ	مِنْهُنَّ	فَاٰتُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً	وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	تَرٰضَيْتُمْ	بِهٖ
اس سے	ان میں سے	تو ان کو دو	ان کے مہر مقرر کئے ہوئے	اور نہیں	گناہ	تم پر	اس میں جو	تم باہم رضامند ہو جاؤ	اس سے

مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۲۴

جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

	مِنْ بَعْدِ	الْفَرِيْضَةِ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	
	اس کے بعد	مقرر کیا ہوا	بیشک	اللہ	ہے	جاننے والا	حکمت والا	

دوسرے کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے

گذشتہ آیت میں ان عورتوں کی جن سے نکاح ممنوع ہے کی تین قسمیں بیان ہوئی تھیں۔

اب آگے اس آیت میں ایک چوتھی قسم بیان فرمائی گئی یعنی جو عورتیں کسی کے نکاح میں ہیں اور ان کے خاوند موجود ہیں تو ان سے نکاح حرام ہے جب تک کہ ان کے خاوند نہ مریں یا طلاق نہ دیں اور وفات یا طلاق کی عدت نہ گزر جائے تو دوسروں کو ان سے نکاح درست نہیں۔

دارالحرب سے غنیمت میں آئی ہوئی کافروں کی منکوحہ کا حکم

مگر اس قسم میں سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہیں جو کہ شرعاً مسلمانوں کے قبضہ میں مملوکہ باندی ہو کر آ جائیں جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں نے دارالحرب کے کافروں سے جہاد کیا اور وہاں سے کچھ عورتیں قید کر کے لے آئے اور ان کے شوہر وہیں دارالحرب میں رہ گئے تو وہ عورت جس مسلمان کو غنیمت میں ملے گی وہ اس کے لئے حلال ہے۔ اگرچہ اس کا شوہر دارالحرب میں زندہ موجود ہو اور اس نے طلاق بھی نہ دی ہو کیونکہ وہ عورتیں غنیمت میں تقسیم ہو جانے کے بعد جب مسلمانوں کی مملوکہ بن گئیں تو ان کا سابق نکاح ختم ہو گیا اور اب وہ غیر منکوحہ ہو گئیں۔ اور مجاہدین کے ملک میں داخل ہو جانے کی وجہ سے پہلا ازدواجی تعلق بالکل ختم ہو گیا البتہ ایسی کافرہ عورت جو دارالحرب سے پکڑی ہوئی آئے اس کے حلال ہونے کے لئے یہ

ضروری ہے کہ ایک حیض گزر جائے اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔اس سے پہلے ان سے قربت روا نہیں۔

جن سے نکاح حلال ہے ان سے نکاح کی شرائط

دوسرا حکم یہ ہوا کہ جن محرمات کا ذکر ہوا ان کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے۔اور ان احکام کو اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے جس کی پابندی لازم ہے۔

تیسرا حکم یہ ہوا کہ جو محرمات اب تک مذکور ہوئیں ان کے علاوہ دوسری عورتیں حلال ہیں۔ اور ان سے نکاح جائز ہے۔اس میں چچا کی لڑکی خالہ کی لڑکی پھوپھی زاد ماموں زاد بہن ماموں اور چچا کی بیوی ان کی وفات یا طلاق دینے کے بعد منہ بولے بیٹے کی بیوی جب وہ طلاق دےدے یا وفات پا جائے۔بیوی مرجائے تو اس کی بہن وغیرہ وغیرہ سب جائز صورتیں ہیں۔اور یہ سب حلال کی گئی ہیں مگر مطلقاً نہیں بلکہ بعض شرائط کے ساتھ مثلاً مرد اپنا مال خرچ کر کے ان کو نکاح میں لائے یعنی مہر ہونا نکاح میں ضروری ہے۔اور بیوی بنا کر رکھنا مقصود ہوتا کہ عفت وعصمت حاصل ہو محض مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے کہ وہ صحیح غرض اور نیک مقصد سے خالی ہوتا ہے۔نہ وہاں اولاد حاصل کرنا نہ نسل اور نسب محفوظ رکھنا نہ اپنے نفس کو حرام سے بچانا کوئی بات ان میں سے مدنظر نہیں ہوتی جبکہ یہ امور نکاح کے اور بیوی بنانے کے اہم مقاصد ہیں۔

چوتھا حکم یہ دیا گیا کہ نکاح ہو جانے کے بعد جب تم عورتوں سے نفع اٹھا چکے اور خلوت ہو چکی تو اب ان کا پورا مہر دینا لازم ہے۔بدون عورت کے معاف کئے ہوئے کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔

پانچواں حکم یہ دیا گیا کہ اگر زوجین یعنی میاں بیوی مہر مقرر کر لینے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لیں تو یہ جائز ہے اور اس میں کسی کو گناہ نہیں مثلاً عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ معاف کر دے یا مرد اپنی خوشی سے مہر مقررہ سے کچھ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

شریعت کے عائلی قوانین کی اہمیت وفضیلت

میاں بیوی کا چونکہ ایک اہم رشتہ ہے۔انسانی نسل کی بقا اور اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کا مدار ان دونوں کے باہمی خوشگوار تعلق اور تعاون سے وابستہ ہے لہٰذا ان کے بارہ میں جو قوانین اور احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان کئے ہیں ان کا جاننا اور سمجھنا اور عمل میں لانا اشد ضروری ہے۔ازدواجی تعلقات کی مضبوطی اور فلاح و بہبود کا باعث اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے اور احکام ہی ہو سکتے ہیں خواہ ان احکام کی علت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ان کو ہر حال میں ماننا لازم ہے۔اس دور کے بہت سے پڑھے لکھے جاہل احکام خداوندی کی علتیں تلاش کرتے ہیں اگر کوئی علت ان کی سمجھ میں نہ آئی تو معاذ اللہ حکم ربی کو نامناسب یا دور حاضر کے تقاضوں کے خلاف کہہ کر ٹال دیتے ہیں ان تمام احکام کے بعد اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا فرمایا کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کر دیا گیا اور جتلا دیا گیا کہ تم نادان ہو اللہ جل شانہ دانا ہیں تم ناسمجھ ہو اللہ تبارک وتعالیٰ حکیم ہیں۔اس لئے جو احکام اللہ تعالیٰ نے مشروع فرما دیئے اسی کی متابعت میں تمہارے لئے خیر و برکت ہے اور اس کی مخالفت میں سراسر خسران وحرمان ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے خصوصاً ازدواجی زندگی میں جملہ حقوق اور قوانین الٰہیہ کی پابندی نصیب فرمائیں اور ہماری ازدواجی زندگی کو صلاح وفلاح دارین کا ذریعہ بنائیں۔اے اللہ آپ کے احکام وقوانین جو سراسر حکمت ومصلحت پر مبنی ہیں ان کا ہمیں اتباع نصیب فرما اور خلاف ورزی سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔یا اللہ آپ نے ازدواجی زندگی کا جو مقصد رکھا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہم کو توفیق کاملہ نصیب فرما۔یا اللہ آپ نے مہر کی جو اہمیت رکھی ہے اور اس کے جو احکام وقوانین مقرر فرمائے ہیں ان کی ہم کو کامل پابندی نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور جو شخص تم میں پوری مقدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے

وَمَنْ	لَمْ يَسْتَطِعْ	مِنْكُمْ	طَوْلًا	اَنْ يَّنْكِحَ	الْمُحْصَنٰتِ	الْمُؤْمِنٰتِ	فَمِنْ	مَّا	مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
اور جو	نہ طاقت رکھے	تم میں سے	مقدور	کہ نکاح کرے	بیبیاں	مومن (جمع)	تو۔سے	جو	تمہارے ہاتھ مالک ہو جائیں

مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ

جو کہ تم لوگوں کی مملوکہ ہیں نکاح کر لے اور تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو

مِنْ	فَتَيٰتِكُمُ	الْمُؤْمِنٰتِ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِاِيْمَانِكُمْ	بَعْضُكُمْ	مِّنْ	بَعْضٍ	فَانْكِحُوْهُنَّ	بِاِذْنِ
سے	تمہاری کنیزیں	مومن۔مسلمان	اور اللہ	خوب جانتا ہے	تمہارے ایمان کو	تمہارے بعض	سے	بعض	سو ان سے نکاح کرو تم	اجازت سے

اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ

سو اُن سے نکاح کرلیا کرو اُن کے مالکوں کی اجازت سے اور اُن کو اُن کے مہر قاعدہ کے موافق دے دیا کرو اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جاویں

اَهْلِهِنَّ	وَاٰتُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	مُحْصَنٰتٍ	غَيْرَ	مُسٰفِحٰتٍ	وَّلَا	مُتَّخِذٰتِ
ان کے مالک	اور ان کو دو	ان کے مہر	دستور کے مطابق	قید (نکاح میں آنے والیاں)	نہ کہ	مستی نکالنے والیاں	اور نہ	آشنائی کرنے والیاں

اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ

نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنالی جاویں، پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام کریں تو

اَخْدَانٍ	فَاِذَآ	اُحْصِنَّ	فَاِنْ	اَتَيْنَ	بِفَاحِشَةٍ	فَعَلَيْهِنَّ	نِصْفُ	مَا	عَلَى	الْمُحْصَنٰتِ
چوری چھپے	پس جب	نکاح میں آجائیں	پھر اگر	وہ کریں	بے حیائی	تو ان پر	نصف	جو	پر	آزاد عورتیں

مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۟ ﴿۲۵﴾

اُن پر اُس سزا سے نصف سزا ہوگی جو کہ آزاد عورتوں پر ہوتی ہے یہ اس شخص کے لئے ہے جو تم میں زنا کا اندیشہ رکھتا ہو اور تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں

مِنَ	الْعَذَابِ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	خَشِيَ	الْعَنَتَ	مِنْكُمْ	وَاَنْ	تَصْبِرُوْا	خَيْرٌ	لَّكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
سے	عذاب (سزا)	یہ	اس کے لئے جو	ڈرا	تکلیف (زنا)	تم میں سے	اور اگر	تم صبر کرو	بہتر	تمہارے لئے	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

گذشتہ آیات سے آزاد عورتوں سے نکاح کے متعلق احکام بیان ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اور چونکہ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مصارف زیادہ ہوتے ہیں۔ اور مہر بھی زائد دینا پڑتا ہے اس لئے ہر شخص کے واسطے آزاد عورتوں سے نکاح کرنا آسان نہیں اور مجرد رہنا بھی مصلحت کے خلاف ہے۔ خطرہ سے خالی نہیں بنابریں اس آیت میں پاکدامن مسلمان شرعی باندیوں سے نکاح کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے۔

غلام یا باندی کی تعریف

یہاں آیات میں جو لونڈی، باندی یا کنیز کا ذکر آیا ہے ان سے شرعی غلام و کنیز مراد ہیں جو بوقت نزول قرآن عرب اور دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود تھے۔ یا جو اسلامی جہاد کے موقع پر کافر مرد و عورت قید کر لئے

جاتے تھے اور امیر المومنین ان کو مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیتے تھے۔ قیدی غلام باندی بن جاتے تھے ان میں بعض تو اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیتے اور بعض اپنے قدیم دین پر قائم رہتے۔ لیکن اب تمام دنیا سے شرعی غلام و باندی معدوم ہو گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں گھروں میں نوکر چاکر اور کام کرنے والی نوکرانیاں غلام باندی نہیں ہیں بلکہ یہ سب آزاد ہیں۔ بعض علاقوں میں جو بچوں کو اغوا کر کے لے بھاگتے ہیں اور ان کو لے جا کر کہیں بیچ دیتے ہیں اور غلام یا نوکر بنا لیتے ہیں یہ سراسر حرام ہے اور ایسا کرنے سے وہ شرعی غلام و باندی نہیں بن جاتے۔

باندی سے نکاح کی اجازت اور شرائط

یہاں اس آیت میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ جن کو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو یا اس کا سامان میسر نہ ہو تو وہ مومن باندیوں سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو آزاد عورت ہی سے نکاح کرنا چاہئے اور اگر مجبوراً کرنا ہی ہو تو مومن باندی سے کریں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ باندی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ اس شخص کی غلام ہوتی ہے جو اس باندی کا مالک اور آقا ہے تو اولاد کو غلامی سے بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بچوں کی ماں آزاد ہو۔ مگر زنا کا اندیشہ اور اس کا گناہ سخت ہے اس لئے جس کو مجرد رہنے کی بناء پر زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ باندی ہی سے نکاح کر لے اور اس نکاح کو قابل نفرت اور حقارت نہ سمجھے۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ بوجہ فضیلت ایمان، اسلام اور اعمال صالحہ پر ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ کنیز ایمان اور اعمال صالحہ میں آزاد مرد اور عورت سے بڑھ کر ہو دوسرے یہ کہ حسب نسب کی ظاہری کمتری پر بھی نظر نہ ہونی چاہئے کہ آزاد اور غلام سب ایک ہی جنس بنی آدم سے تعلق رکھتے ہیں اور سب ایک ہی نفس سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی ذریت ہیں۔ پھر ایسے نکاح کی شرائط بتلائی گئیں کہ باندیوں سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو اگر وہ اجازت نہ دیں تو باندیوں کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ باندی کو خود اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آزاد عورت کو اپنے نکاح کا اختیار ہوتا ہے۔ پھر دوسری شرط یہ فرمائی کہ باندیوں سے نکاح میں بھی جو مہر رکھو وہ خوبی کے ساتھ باندی کے مالک کو پورا ادا کرو۔ یہ نہیں کہ باندی سمجھ کر ٹال مٹول کر دو یا پورا ادا نہ کرو۔ پھر تیسری شرط یہ فرمائی کہ ایسا نکاح اسی لونڈی اور باندی سے کرو جو عفیفہ اور پاک دامن ہو اور بدکار اور زنا کار یا خفیہ کسی سے آشنائی رکھنے والی نہ ہو۔

شادی شدہ باندی سے اگر زنا سرزد ہو تو اس کی سزا

جب ایسی باندی سے نکاح ہو جائے اور اس کے پاک دامن رہنے کا انتظام ہو گیا تو اب اگر وہ زنا کر بیٹھے تو پھر اس کو اس سزا سے آدھی سزا ملے گی جو آزاد عورتوں کے لئے مقرر ہے۔ اس سے غیر شادی شدہ آزاد عورتیں مراد ہیں کہ جن کی سزا اگر ان سے زنا کا صدور ہو جائے تو سو درے ہیں یعنی اگر باندی سے ایسی حرکت زنا کی سرزد ہو جائے تو پھر اس کو نصف سزا یعنی ۵۰ درے مارے جانے کی سزا دی جائے گی۔

باندی سے نکاح کی اجازت کس کیلئے ہے

اخیر میں یہ بتلایا گیا کہ یہ باندیوں سے نکاح کی اجازت اسی شخص کے لئے ہے کہ جس کو یہ خطرہ اور ڈر ہو کہ اگر میں نکاح نہیں کروں گا تو زنا میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ اور اگر کوئی ضبط و صبر کر کے نفس پر قابو رکھے تو باندیوں کے نکاح سے بچا رہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس طرح باندی سے جو اولاد ہوگی وہ آزاد نہ ہوگی بلکہ دوسرے کی غلام اور مملوکہ ہوگی اور بیوی کنیز ہونے کی وجہ سے مستقلاً تمہاری خدمت میں نہیں رہ سکتی بلکہ مالک کی حکم برداری بھی کرے گی لہٰذا بہتر یہی ہے کہ باندیوں کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے لیکن اگر بدرجہ مجبوری باندی سے نکاح کر لیا گیا تو مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں کہ بدرجہ مجبوری تم کو باندیوں سے نکاح کی اجازت دی اور تمہاری کوتاہی سے درگزر فرمایا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے احکام کی اطاعت کا نصیب فرمائیں۔ اور ان کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچائیں۔

اے اللہ ہمیں دین کی وہ سچی محبت اور عظمت عطا فرما دے کہ جو ہمارے دلوں میں غیروں کی تقلید سے نفرت بیٹھ جائے اور ہر معاملہ میں ہم کو شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب ہو جائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے تمہاری مصلحت کے احکام بیان کردے اور تم سے پہلے لوگوں کے احوال تم کو بتلا دے اور تم پر توجہ فرما دے اور اللہ تعالیٰ

يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيُبَيِّنَ	لَكُمْ	وَيَهْدِيَكُمْ	سُنَنَ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَيَتُوْبَ	عَلَيْكُمْ	وَاللّٰهُ
چاہتا ہے	اللہ	تاکہ بیان کردے	تمہارے لئے	اور تمہیں ہدایت دے	طریقے	وہ جو کہ	تم سے پہلے	اور توجہ کرے	تم پر	اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞٢٦ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ

بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو تمہارے حال پر توجہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم

عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ	وَاللّٰهُ	يُرِيْدُ	اَنْ	يَّتُوْبَ	عَلَيْكُمْ	وَيُرِيْدُ	الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ	الشَّهَوٰتِ
جاننے والے	حکمت والا	اور اللہ	چاہتا ہے	کہ	توجہ کرے	تم پر	اور چاہتے ہیں	جو لوگ پیروی کرتے ہیں	خواہشات

اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۞٢٧ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۞٢٨

بڑی بھاری کجی میں پڑجاؤ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے

اَنْ	تَمِيْلُوْا	مَيْلًا	عَظِيْمًا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّخَفِّفَ	عَنْكُمْ	وَخُلِقَ	الْاِنْسَانُ	ضَعِيْفًا
کہ	پھر جاؤ	پھر جانا	بہت عظیم	چاہتا ہے	اللہ	کہ	ہلکا کردے	تم سے	اور پیدا کیا گیا	انسان	کمزور

انسانی نفس کی کمزوری

انسان زندگی کے ایک نہایت اہم باب یعنی رشتہ ازدواج کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات درکوعات میں مختلف احکام انسانوں کی ہدایات کے لئے ارشاد فرمائے۔

انسان کو اپنی بعض کمزوریوں اور نفسانی خواہشات واغراض کے باعث ان احکام الٰہیہ کی اطاعت اور پابندی ناگوار ہوتی ہے اور ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان آیات میں جملہ مذکورہ احکام وقوانین الٰہیہ کی پابندی پر اور زیادہ زور دیا گیا اور تنبیہ وتاکید کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی گئی اور ان کی مخالفت سے روکا گیا اور سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بندوں کے لئے مقرر فرماتے ہیں۔ اس میں بڑی مصلحت وحکمت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسی ہی باتوں کا حکم دیتے ہیں جو انسانوں کے لئے سراسر نافع ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے تمام حالات کا پورا علم ہے اس لئے اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت توجہ اور مغفرت بندہ کو نصیب ہو اور اگر اس کے احکامات کی اطاعت نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ گمراہی ہدایت سے محرومی اور سراسر نقصان وخسارہ ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی واضح فرما دیا کہ انسان کی کمزوریوں کو وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کہاں تک اپنی خواہشات مرغوبات اور شہوات سے صبر کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام احکام میں انسان کے ضعف کو ملحوظ رکھا اور شریعت میں کوئی دشواری اور تنگی نہیں فرمائی اور سخت اور دشوار احکام کا اس کو مکلف نہیں بنایا اور اس کو طبعی خواہش پوری کرنے کے جائز طریقے بتلا دیئے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت

چنانچہ اس وقت جو تین آیات تلاوت کی گئی ہیں ان میں پہلی آیات میں ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جو انبیاء اور صالحین تم سے پہلے گزرے ہیں تم ان کی راہ پر چلو اور ان کی تقلید کرو اور تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر خاص عنایت ورحمت مبذول فرمائے اور وہ عنایت ورحمت یہی ہے کہ تم کو تمہارے حال پر نہ چھوڑے بلکہ

تمہارے لئے ایسے احکام بیان فرمادے جن میں تمہارے لئے دین ودنیا کی مصلحتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہیں وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں اس میں حکمت ومصلحت ہے۔ آگے دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

شہوت پرستوں سے بچو

اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم پر متوجہ ہوں۔ اور ان شہوت پرستوں کی خواہش یہ ہے کہ تم راہ حق سے بہت دور ہٹ جاؤ اور ان ہی کے ہم رنگ بن جاؤ یعنی تم شہوت پرستوں کی طرف التفات نہ کرنا اور احکام خداوندی پر چلنا اسی میں تمہارا نفع ہے۔

مفسرین نے یہاں تک آیات میں شہوت پرستوں سے مختلف مراد لی ہے بعض نے یہود ونصاریٰ مراد لئے ہیں بعض نے فساق فجار زانی مراد لئے ہیں بعض نے مجوس مشرکین مراد لئے ہیں مجوسیوں کے نزدیک بہنوں اور بھتیجیوں سے نکاح حلال ہے۔ یہود اپنی سوتیلی بہنوں اور بھتیجیوں بھانجیوں کو حلال جانتے ہیں غرضیکہ اس آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ یہ اصحاب مذاہب باطلہ اور متبع شہوات کہ جن کے نزدیک حرام حلال کوئی چیز نہیں اور جو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع اور پیرو ہیں وہ تم کو بھی راہ حق سے ہٹا کر اپنے باطل خیالات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تم ان سے ہوشیار رہنا تم خدا کے حکموں پر چلو اور ان کی بات کی طرف التفات نہ کرو۔ آگے تیسری آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام احکام میں انسان کے ضعف کو ملحوظ رکھا ہے اور سخت اور دشوار احکام کا اس کو مکلف نہیں بنایا۔

احکام الٰہی میں انسانی طبیعت کی رعایت

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ انسان اپنی مرغوبات اور خواہشات میں کہاں تک صبر کر سکتا ہے اس لئے اس کی خواہش پورا کرنے کے لئے اس کو جائز طریقے بتلا دئے۔ یہ نہیں کہ اس کو اقتضائے شہوت سے بالکل ہی روک دیا گیا ہو اگر آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو شرعی باندیوں سے ضرورۃً نکاح کی اجازت دیدی مہر کے بارہ میں طرفین کو باہمی رضامندی سے طے کرنے کا اختیار دیا اور باہمی مقرر شدہ مہر میں کمی بیشی اگر طرفین بخوشی منظور کر لیں تو اس کی بھی اجازت دی ضرورت کے وقت ایک سے زائد عورت سے بھی نکاح کی اجازت دی گئی بشرطیکہ عدل وانصاف ہاتھ سے نہ چھوٹے' الغرض نکاح اور عورتوں کے بارہ میں جس قدر احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دئے گئے ہیں ان میں کوئی دشواری اور تنگی نہیں اور ان کی پابندی نہایت ضروری اور مفید ہے اور ان کے خلاف میں سرتاپا خرابی ہی خرابی ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں اور خصوصاً ازدواجی مسائل کی جو حدود وقیود شریعت اسلامیہ نے رکھی ہیں ان کی کامل اطاعت ہم کو نصیب فرمائیں۔ اے اللہ آپ نے جو احکام ہر بندوں کو عطا فرمائے ہیں بے شک اسی کی اتباع میں ہمارے دین دنیا کی صلاح وفلاح ہے۔ اے اللہ ہم کو اپنے جملہ احکام کا کامل اتباع نصیب فرما۔ اور اے اللہ ہماری بشری کمزوریوں سے ہم سے جو تقصیرات سرزد ہوگئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما' اور صراط مستقیم پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔ یا اللہ آپ کے صالحین ومقبولین جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی تقلید اور پیروی ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ یہود ونصاریٰ' مجوس مشرک اور فساق فجار جو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع اور پیرو ہیں ان کی طرف التفات کرنے سے ہمیں بچانا' یا اللہ آپ نے ہمارے فطری ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے لئے جو احکام اور قوانین مقرر فرمائے ہیں یہ آپ کا کرم ورحم ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنے احکام کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ	بِالْبَاطِلِ	اِلَّآ	اَنْ تَكُوْنَ	تِجَارَةً
اے	جولوگ ایمان لائے (مومن)	نہ کھاؤ	اپنے مال	آپس میں	ناحق	مگر	یہ کہ ہو	کوئی تجارت

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (۲۹) وَمَنْ يَّفْعَلْ

جو باہمی رضامندی سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں اور جو شخص ایسا فعل کرے گا

عَنْ تَرَاضٍ	مِّنْكُمْ	وَلَا تَقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِكُمْ	رَحِيْمًا	وَمَنْ	يَّفْعَلْ
آپس کی خوشی سے	تم سے	اور نہ قتل کرو	اپنے نفس (ایکدوسرے)	بیشک	اللہ	ہے	تم پر	بہت مہربان	اور جو	کرے گا

ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا (۳۰)

اس طور پر کہ حد گذر جاوے اور اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عنقریب اُس کو آگ میں داخل کرینگے اور یہ امر خدا تعالیٰ کو آسان ہے جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے

ذٰلِكَ	عُدْوَانًا	وَّظُلْمًا	فَسَوْفَ	نُصْلِيْهِ	نَارًا	وَكَانَ	ذٰلِكَ	عَلَي	اللّٰهِ	يَسِيْرًا
یہ	سرکشی (زور)	اور ظلم سے	پس عنقریب	اس کو ڈالیں گے	آگ	اور ہے	یہ	پر	اللہ	آسان

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (۳۱)

اُن میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم اُن سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرما دینگے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے

اِنْ	تَجْتَنِبُوْا	كَبَاۗىِٕرَ	مَا تُنْهَوْنَ	عَنْهُ	نُكَفِّرْ	عَنْكُمْ	سَيِّاٰتِكُمْ	وَنُدْخِلْكُمْ	مُّدْخَلًا	كَرِيْمًا
اگر	تم بچتے رہو	بڑے گناہ	جو منع کیے گئے	اس سے	ہم دور کریں گے	تم سے	تمہارے چھوٹے گناہ	اور ہم تمہیں داخل کر دیں گے	مقام	عزت

ناجائز طریقہ سے کسی کا مال نہ لو

''اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ''

یعنی ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کا مال کھا لینا یا ناحق طور پر کسی دوسرے کے مال میں تصرف کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

اب اس میں چوری' جھوٹ' فریب دغا بازی' خیانت' رشوت' سود خوری' لوٹ مار' لاٹری' سٹہ وغیرہ وغیرہ ناجائز امور آ گئے اور ان سب طریقوں سے مال حاصل کرنے کی ممانعت ہو گئی۔ اور کسی کے مال میں ناحق و ناجائز طریقوں سے تصرف کرنا حرام قرار دیا گیا لیکن جائز طریقوں کو اس حرمت سے مستثنیٰ فرما دیا اور ارشاد فرمایا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ یعنی دوسروں کا وہ مال حرام نہیں جو بذریعہ تجارت باہمی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو یعنی اگر باہمی رضامندی سے خرید و فروخت سوداگری یا تجارت کرو کسی کاروبار میں شامل ہو کر مال حاصل کرو تو اس مال کا حاصل کرنا ناجائز نہیں' اب یہ باہمی رضامندی خواہ قول ہو یا فعل یا رواجی' غرضیکہ ناجائز ذرائع سے پرایا مال حاصل نہ کرنے کا حکم اور فریقین کی رضامندی سے تجارت سوداگری اور خرید و فروخت کرنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ یہ اجازت تجارت اور خرید و فروخت کی صرف انہی صورتوں کو جائز ٹھہراتی ہے جن کا جواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے اور جو تجارت اور بیع و شرا کی شرعاً جائز

صورتیں ہیں وہی اس اجازت میں داخل ہیں۔ اور جہاں تجارت کے نام پر جوا' سٹہ' ربا' قمار اور سود کا معاملہ ہو وہ حقیقت کے لحاظ سے تجارت ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے اور اس طرح تجارت اور بیع و شرا کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں سب اس اجازت سے خارج ہیں۔

انسانی زندگی کا تحفظ

اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو یعنی کسی مسلمان کا خون ناحق بہانا اور بلاوجہ قتل کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اس جملہ میں جانی حقوق کی حفاظت کا حکم آ گیا حاصل مطلب یہ نکلا کہ نہ کسی کا مال دھوکہ فریب جبر ظلم سے حاصل کرو نہ کسی کی بلاقصور جان لینے کی کوشش کرو بلکہ ایک کا مال دوسرے کی نظر میں ویسا ہی محترم ہونا چاہئے جس طرح اپنا مال ہوتا ہے اور دوسرے کی جان بھی ایسی ہی پیاری ہونی چاہئے۔ جیسے اپنی ہوتی ہے۔ آگے ان اللہ کان بکم رحیما' فرمایا کہ جتلا دیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں کہ جان مال کا احترام تم پر واجب کر دیا اور بلاوجہ کسی کے مال و جان میں تصرف کرنے سے منع فرمادیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لئے بہبودی اور خیر ہی خیر ہے۔

کسی کے مال و جان میں ظلم کرنے والے کا انجام

اور جو شخص ایسا فعل کرے گا اس طور پر کہ حد شرع سے گزر جائے اور اس طور پر کہ قصداً ظلم کرے تو ہم عنقریب یعنی بعد الموت اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

یعنی جو شخص کسی کے مال اور جان پر چیرہ دستی کرے گا اور ناحق کسی کا مال مارے گا یا جان لے گا تو اس کو اس کی سزا میں جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہاں کسی کی دولت ناجائز جمع کیا ہوا مال اور ناجائز حاصل کی ہوئی وجاہت، حکومت کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا' یہ بات اللہ تعالیٰ کو بالکل آسان ہے یعنی جہنم میں داخل کرنا اور بداعمالیوں کی سزا دینا کچھ دشوار نہیں اللہ تعالیٰ کو اس میں کچھ اہتمام کی حاجت نہیں جس میں اس احتمال کی گنجائش ہو کہ شاید کسی وقت اہتمام اور سامان جمع نہ ہوا تو سزا ٹل جائے گی۔

احکام الٰہی کی خلاف ورزی سے بچنے والوں کیلئے انعام

آخری آیت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں کچھ کبیرہ یعنی بڑے گناہ کچھ صغیرہ یعنی چھوٹے گناہ تو یہاں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمت کر کے کبیرہ گناہوں سے دور رہے تو اس کے صغیرہ گناہوں کو وہ خود معاف فرمادیں گے اور کبیرہ گناہوں سے بچنے میں یہ بھی داخل ہے کہ تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے کیونکہ فرض و واجب کو ترک کرنا خود ایک کبیرہ گناہ ہے تو یہاں جو یہ فرمایا گیا کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے پر خفیف برائیاں یعنی چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول حالت جو اس آیات میں مراد ہے وہ یہ ہے کہ گناہ صغیرہ تو سرزد ہو گیا لیکن ساتھ ہی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا اور پابندی سے طاعات ضروریہ بھی بجالاتا رہا تو اس صورت میں وعدہ کیا جارہا ہے کہ صغائر معاف کر دئے جائیں گے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ طاعت ضروریہ کا تو پابند ہو مگر کبیرہ گناہ سے نہیں بچتا'

تیسری حالت یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے تو بچتا ہے مگر طاعات واجبہ بجا نہیں لاتا تو ان دونوں صورت میں ایک ایک شرط کی کمی ہے۔ اس لئے دوسری اور تیسری صورت میں تکفیر صغائر کا وعدہ نہیں اور یوں فضل و کرم کی بات دوسری ہے وہ خود کبیرہ کے ساتھ بھی متعلق ہو سکتی ہے اور چونکہ ان صورتوں میں وعدہ معافی نہیں اس لئے آخرت میں احتمال مواخذہ رہے گا۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ

یہاں آیات میں کبائر کا لفظ آیا ہے اس لئے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ کبیرہ کسے کہتے ہیں اور اس کے مقابل صغیرہ گناہ کی کیا تعریف ہے کبیرہ گناہ کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح اور جامع قول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ وہ ہے کہ جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و حدیث میں کوئی شرعی حد یعنی سزا

دنیا میں مقرر کی ہے یا اس کے مرتکب پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا آخرت میں جس پر جہنم اور عذاب عظیم کی وعید آئی ہے وہ سب کبیرہ ہیں اور صغیرہ وہ ہے کہ جس سے منع تو فرمایا گیا مگر اس پر غضب ولعنت وغیرہ امور کو نہیں فرمایا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے گناہوں کے ارتکاب میں غفلت یا سستی برتی جائے اور انکو معمول سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ بلکہ صغیرہ گناہ کو بے پرواہی اور بے باکی کے ساتھ کیا جائے یا اس پر مداومت کی جائے تو وہ بھی کبیرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

کبیرہ گناہ تو بغیر سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور صغیرہ گناہوں کا کفارہ اعمال صالحہ سے ہوتا رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو ہر عضو کے دھونے کے ساتھ ساتھ گناہوں کا کفارہ ہو گیا چہرہ دھویا تو آنکھ کان ناک کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا کلی کر لی تو زبان کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا پاؤں دھوئے تو پاؤں کے گناہ دھل گئے پھر جب وہ مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر ہر قدم پر گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

کبیرہ گناہوں کی فہرست

قرآن وحدیث کی رو سے فقہانے جو گناہ کبیرہ جمع کئے ہیں بعضے بڑے بڑے ان میں سے یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' ناحق خون کرنا' زنا کرنا' یتیموں کا مال کھانا ماں باپ کو ستانا لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ دینا' کسی پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا ظلم کرنا' امانت میں خیانت کرنا' خدا کی رحمت سے ناامید ہونا' خدا کا مقرر کردہ کوئی فرض مثل نماز روزہ حج زکوٰۃ چھوڑ دینا' قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا' جھوٹ بولنا خصوصاً جھوٹی قسم کھانا اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا سود لینا جوا کھیلنا راگ باجا سننا' ناچ دیکھنا' کافروں کی رسمیں پسند کرنا' ہجرت کے بعد کفرستان میں آکر بسنا' اناج کی گرانی سے خوش ہونا' جہاد سے بھاگنا' وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانا جادو کرنا' اپنی ضرورت سے زائد پانی کو حاجت مندوں سے روک رکھنا جھوٹی گواہی دینا چھوٹے گناہوں پر اصرار اور ان کو چھوڑنے کی بجائے برابر کرتے رہنا' شراب پینا' چوری کرنا' غصب' تہمت' قطع رحمی' ناپ تول میں خیانت کرنا' رشوت لینا' میاں بیوی میں ناچاقی کرا دینا' سور کا گوشت کھانا مردار کھانا' یہ سب گناہ احادیث میں تصریحاً گناہ کبیرہ فرمائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں الغرض جو لوگ بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بھول چوک سے چھوٹے گناہوں کی نوبت آجاتی ہے تو کبائر سے بچنے پر صغائر کی معافی کا وعدہ ہے بلکہ مزید بشارت ہے کہ وَّنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا ہم تم کو ایک معزز جگہ یعنی بہشت میں داخل کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس معزز جگہ داخل ہونا ہم سب کو بھی نصیب فرمائیں۔ آمین

دعا کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کے گناہ سے بچائیں۔ اور جائز اور مشروع طریقوں سے ہم کو اکل حلال نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دوسروں کے جان مال کے حقوق کی پابندی اور ان کا احترام ہم کو نصیب فرما اور ہم کو کسی کے جان مال میں بے جا تصرف سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

اے اللہ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور جو گذشتہ میں ہم سے گناہ سرزد ہو گئے ان پر ہم کو سچی توبہ کی توفیق رحمت فرما اور ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور ہم کو اپنے عزت والے گھر میں ہمیشہ کے لئے داخلہ نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ

اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے مردوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصہ ثابت ہے

وَلَا	تَتَمَنَّوْا	مَا فَضَّلَ	اللّٰهُ	بِهٖ	بَعْضَكُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	لِلرِّجَالِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	اكْتَسَبُوْا
اور نہ	آرزو کرو	جو بڑائی	اللہ	اس سے	تم میں سے بعض	پر	بعض	مردوں کے لئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ

اور عورتوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کی درخواست کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

وَلِلنِّسَآءِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	اكْتَسَبْنَ	وَسْـَٔلُوا	اللّٰهَ	مِنْ فَضْلِهٖ	اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	بِكُلِّ	شَیْءٍ
اور عورتوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور سوال کرو	اللہ	اس کے فضل سے	بیشک اللہ	ہے	ہر	چیز

عَلِيْمًا ۝ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیے ہیں، اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں

عَلِيْمًا	وَلِكُلٍّ	جَعَلْنَا	مَوَالِیَ	مِمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدٰنِ	وَالْاَقْرَبُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	عَقَدَتْ	اَيْمَانُكُمْ
جاننے والا	اور ہر ایک کیلئے	ہم نے مقرر کئے	وارث	اس سے جو	چھوڑ مریں	والدین	اور قرابت دار	اور وہ جو کہ	بندھ چکا	تمہارا عہد

فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ۝

اُن کو اُن کا حصہ دے دو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں

فَاٰتُوْهُمْ	نَصِيْبَهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰى	كُلِّ شَیْءٍ	شَهِيْدًا
تو ان کو دے دو	ان کا حصہ	بیشک	اللہ	ہے	اوپر	ہر چیز	گواہ (مطلع)

شان نزول: ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور اظہار تمنا عرض کیا کہ کاش ہم مرد ہوتے تو ہمیں بھی مردوں کی طرح دگنا حصہ ملتا اور دوسرے احکام میں بھی ان کے دوش بدوش ہوتے کہ فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہے۔ دوسری روایت میں سبب نزول یہ بھی ہے کہ ایک صحابیہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وسلم مرد کو میراث میں دوہرا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے آدھی ہے کیا اسی طرح اور عبادات اور اعمال میں ہم کو ثواب بھی نصف ہی ملے گا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں دونوں کا جواب ہے یعنی حضرت ام سلمہؓ کے قول کا اور ان صحابیہ کے بھی سوال کا چنانچہ پہلے ارشاد ہوا وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو مثلاً (مردوں کو) بعضوں پر مثلاً (عورتوں پر) فوقیت بخشی ہے جیسے میراث میں مردوں کا دوہرا حصہ ہونا یا ان کی شہادت کا کامل ہونا وغیرہ ذالک مطلب یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کسی امر میں فضیلت اور برتری عطا فرمائے اور اسے اس میں ممتاز کر دے تو اس کی ہوس دوسرا نہ کرے کیونکہ اس سے پھر حرص اور باہمی حسد و بغض پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت کی مخالفت بھی ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

دوسروں کا مال ومتاع دیکھ کر حرص نہ کرو

اس جملہ میں سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بہ تقاضائے حکمت و مصلحت جو کمالات و فضائل لوگوں میں تقسیم فرمائے ہیں کسی کو کوئی وصف دیدیا' کسی کو کوئی' کسی کو کم کسی کو زیادہ' اس میں ہر شخص کو اپنی قسمت پر راضی ہو خوش رہنا چاہئے دوسرے کے فضائل و کمالات کی تمنا میں نہ پڑنا چاہئے کہ اس کا نتیجہ اپنے لئے رنج وغم اور حسد کے گناہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا جس کو حق تعالیٰ نے مرد بنا دیا وہ اس پر شکر ادا کرے جس کو عورت بنا دیا وہ اس پر راضی رہے اور سمجھے کہ اگر میں مرد ہو جاتی تو شاید مردوں کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکتی اور گناہ گار ہو جاتی جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب صورت پیدا کیا وہ اس پر شکر گزار ہو کہ اس کو یہ نعمت ملی اور جو بدصورت ہے وہ بھی رنجیدہ نہ ہو اور سمجھے کہ میرے لئے اسی میں کوئی خیر مقدر ہوگی اگر مجھے حسن و جمال ملتا تو شاید کسی فتنہ اور خرابی میں مبتلا ہو جاتا اسی طرح جو شخص نسب کے اعتبار سے سید ہیں وہ اس پر شکر کرے کہ یہ نسبت اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے اور جس کو یہ نسبت حاصل نہیں وہ اس فکر میں نہ پڑے اور اس کی تمنا بھی نہ کرے کیونکہ یہ چیز غیر اختیاری ہے اپنی کسی کوشش سے حاصل ہونے والی نہیں تو اس کی تمنا سے بجز رنج وغم کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بجائے نسب پر افسوس کرنے کے اعمال کی فکر میں زیادہ پڑے ایسا کرنے سے وہ بڑے نسب والوں سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

علمی واخلاقی کمال میں مسابقت وجد وجہد

بعض آیات قرآنی اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسابقت فی الخیرات یعنی نیک کاموں میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش وسعی کا حکم یا دوسروں کے فضائل و کمالات کو دیکھ کر ان کی تحصیل کے لئے سعی وعمل اور جد وجہد کی ترغیب آئی ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ وہ ترغیب ان اعمال وافعال سے متعلق ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں اور کسب وجد وجہد سے حاصل ہو سکتے ہیں مثلاً علمی فضائل اور عملی اخلاقی کمالات کسی کے دیکھ کر ان کے حاصل کرنے کی جد وجہد یہ تو مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے۔ یعنی جو کچھ اعمال صالحہ وغیرہ مردوں نے کسب وعمل کے ذریعہ حاصل کیا ان کو اس کا اجر وثواب آخرت میں ملے گا۔ اور جو عورتوں نے سعی اور عمل کے ذریعہ اعمال خیر حاصل کیے ان کو اس کا اجر وثواب آخرت میں ملے گا۔ مطلب یہ کہ خواہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ اور اجر وثواب آخرت میں ملے گا۔

میراث کے حصول میں تغیر وتبدل کی خواہش نہ کرو

آگے دوسری آیات میں جیسا کہ شان نزول میں بیان کیا گیا کہ میراث کے متعلق بھی بعض عورتوں نے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ ہم اگر مرد ہوتے تو ہمیں بھی دوہرا حصہ ملتا تو اسی کی مناسبت سے اس دوسری آیات میں میراث کے قانون کا اعادہ اس نوع سے فرمایا گیا کہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ' اور ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور دوسرے رشتہ دار اپنے مرنے کے بعد چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے میراث میں ہر ایک کا حصہ اپنے علم وحکمت سے مقرر کر دیا ہے اس میں تغیر وتبدل کی تمنا اور خواہش نہیں کرنا چاہئے۔

قانون میراث سے پہلے کے عہد وپیمان

آگے ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا۔

یہاں آیات میں عہد وپیمان کی بناء پر جو حصہ دینا مذکور ہے یہ ابتدائی اسلام میں تھا شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے دو دو اصحاب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا وہی ایک دوسرے کے مرنے پر مال کے وارث ہوتے بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ حکم نازل ہوا کہ میراث تو اقارب اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے رہے منہ بولے بھائی تو ان کے لئے میراث نہیں ہاں زندگی میں ان کے ساتھ سلوک کرو اور مرتے وقت ان کے لئے کچھ وصیت کر دو تو یہ مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ آپ نے جو قوانین واحکام ہم بندوں کے لئے اتارے ہیں انہی میں سراسر ہماری مصلحت ہے ہم کو دل وجان سے اپنے احکام کی اطاعت نصیب فرمائے۔ اور ان کی خلاف ورزی سے بچائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں،

اَلرِّجَالُ	قَوّٰمُوْنَ	عَلَى	النِّسَآءِ	بِمَا	فَضَّلَ	اللّٰهُ	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	وَّبِمَآ	اَنْفَقُوْا	مِنْ
مرد	حاکم، نگران	پر	عورتیں	اس لئے کہ	فضیلت دی	اللہ	ان میں سے بعض	پر	بعض	اور اس لئے کہ	انہوں نے خرچ کئے	سے

اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو اُن کی بددماغی کا احتمال ہو

اَمْوَالِهِمْ	فَالصّٰلِحٰتُ	قٰنِتٰتٌ	حٰفِظٰتٌ	لِّلْغَيْبِ	بِمَا	حَفِظَ	اللّٰهُ	وَالّٰتِيْ	تَخَافُوْنَ	نُشُوْزَهُنَّ
اپنے مال	پس نیکوکار عورتیں	تابع فرمان	نگہبانی کرنے والیاں	پیٹھ پیچھے	اس سے جو	حفاظت کی	اللہ	اور وہ جو	تم ڈرتے ہو	ان کی بدخوئی

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا

تو اُن کو زبانی نصیحت کرو اور اُن کو اُن کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو اور اُن کو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو

فَعِظُوْهُنَّ	وَاهْجُرُوْهُنَّ	فِي الْمَضَاجِعِ	وَاضْرِبُوْهُنَّ	فَاِنْ	اَطَعْنَكُمْ	فَلَا تَبْغُوْا	عَلَيْهِنَّ	سَبِيْلًا
پس اُن کو سمجھاؤ	اور ان کو تنہا چھوڑ دو	خواب گاہوں میں	اور ان کو مارو	پھر اگر	وہ تمہارا کہا مانیں	تو نہ تلاش کرو	ان پر	کوئی راہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا

بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں اور اگر تم اُوپر والوں کو اُن دونوں میاں بی بی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے

اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيًّا	كَبِيْرًا	وَاِنْ	خِفْتُمْ	شِقَاقَ	بَيْنِهِمَا	فَابْعَثُوْا	حَكَمًا	مِّنْ	اَهْلِهٖ	وَحَكَمًا
بیشک	اللہ	ہے	سب سے اعلیٰ	سب سے بڑا	اور اگر	تم ڈرو	ضد (کشمکش)	ان کے درمیان	تو مقرر کرو	ایک منصف	سے	مرد کا خاندان	اور ایک منصف

مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہو گی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرما دیں گے بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں

مِّنْ	اَهْلِهَا	اِنْ	يُّرِيْدَآ	اِصْلَاحًا	يُّوَفِّقِ	اللّٰهُ	بَيْنَهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	خَبِيْرًا
سے	عورت کا خاندان	اگر	دونوں چاہیں گے	صلح کرانا	موافقت کر دے گا	اللہ	ان دونوں میں	بیشک	اللہ	ہے	بڑا جاننے والا	بہت باخبر

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک صحابی اپنی بیوی پر کسی بات پر ناراض ہوئے اور ان کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ صحابیہ نے اپنے والد سے شکایت کی تو والد ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے حکم دیدیا کہ عورت خاوند سے بدلہ لے لے مگر اسی وقت یہ آیات نازل ہو گئیں جن میں آخری درجہ میں مرد کے لئے عورت کی مار پیٹ کو بھی جائز قرار دیا گیا اور اس پر مرد سے قصاص یا انتقام لینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حق تعالیٰ کا حکم سنایا اور انتقام لے لینے کا پہلا فیصلہ منسوخ کر دیا۔

مرد عائلی نظام کا سربراہ ہے

ان آیات میں پہلے ارشاد فرمایا گیا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ "مرد حاکم ہیں عورتوں پر"

یہاں مردوں کے لئے لفظ قوام آیا ہے۔ قوام عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور سنبھالنے والا چلانے والا ہو۔ اس لئے اردو میں قوام کا ترجمہ حاکم سے کیا گیا یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر یعنی جس طرح ملکی، سلطنتی اور ریاستی نظام میں کسی سربراہ یا امیر یا حاکم کا ہونا ضروری ہے اسی طرح عائلی نظام جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک سربراہ، امیر یا حاکم کی ضرورت ہے۔ تو گھر کے عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لئے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا۔

مردوں کی فوقیت کے اسباب

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ پہلی وجہ یعنی مردوں کی قدرتی اور خداداد فضیلت شریعت میں بالکل ظاہر و باہر ہے حق تعالیٰ نے بہ نسبت عورتوں کے مردوں کو عقل اور علم اور فہم اور حسن تدبر اور قوت نظریہ اور قوت عملیہ اور قوت جسمانیہ وغیرہ کہیں زائد عطا کی ہے اور نبوت و امامت اور خلافت اور وجوب جہاد اور جمعہ اور عیدین اور اذان اور خطبہ اور جماعت اور میراث میں حصہ کی زیادتی اور نکاح کی مالکیت اور تعدد ازواج اور طلاق کا اختیار اور بلا نقصان کے نماز روزہ کا پورا کرنا اور حیض و نفاس اور ولادت اولاد سے محفوظ رہنا یہ سب فضائل حق تعالیٰ نے مردوں ہی کو عنایت کئے ہیں۔

دوسری فوقیت اور فضیلت کسبی ہے کہ مردوں نے عورتوں پر اپنے مالوں میں سے بہت کچھ خرچ کیا کہ عورتوں کا مہر دیا۔ ان کا نفقہ اور خرچ اپنے ذمہ لیا تو مرد عورتوں کے محسن ہوئے اور محسن کو حکومت کا حق ہے۔ اس وجہ سے بھی قدرت نے عورتوں کو مردوں کے تابع اور محکوم بنایا۔

نیک خواتین کی خصوصیات

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو مرد کی حاکمیت کو تسلیم کر کے ان کی اطاعت کرتی ہیں اور خاوند کے پیٹھ پیچھے بھی اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور اپنے نفس و ناموس میں اور شوہر کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کی تفسیر کے طور پر ارشاد فرمایا کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو حکم دو تو اطاعت کرے اور جب غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

نافرمان خواتین اور ان کی تادیب

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

اور جن عورتوں کی بد دماغی اور بد خوئی کا تم کو قوی احتمال ہو جس کی علامت یہ ہے کہ عورت شوہر کی بات کا سختی سے جواب دے اور جب وہ اس کو اپنے پاس بلائے تو اس کے بلانے کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ وہ شوہر کے سر چڑھنے لگی پس جن عورتوں کے متعلق یہ محسوس ہو تو ان کی تادیب و تنبیہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کو نصیحت اور فہمائش کرو۔ ان کو نرمی سے سمجھاؤ۔ اگر تمہارے سمجھانے اور نصیحت کرنے سے بھی باز نہ آئیں تو پھر تادیب و تنبیہ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کو بستروں اور خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو تا کہ وہ تمہاری اس بے التفاتی سے متاثر ہو کر اپنے فعل پر نادم ہو جائیں اور اپنی حالت درست کرلیں۔ اگر وہ اس شریفانہ سزا اور تنبیہ سے بھی متاثر نہ ہوں تو پھر ان کو معمولی مار مارنے کی بھی اجازت ہے۔ مگر مار ایسی ہو کہ عورت کے بدن پر نشان نہ پڑے۔ ہڈی ٹوٹنے یا زخم لگنے کی نوبت نہ آئے اور چہرہ پر مارنے کو مطلقاً منع فرمادیا گیا۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مسواک وغیرہ سے مارے جس سے کہ مار کا اثر و زخم نہ ہو۔ مگر اس تیسرے درجہ کی سزا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا کہ شریف اور بھلے لوگ ایسا نہیں کریں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مارنا گو مباح اور جائز ہے مگر نہ مارنا افضل ہے۔ بہر حال اگر اس معمولی مار پیٹ

سے بھی معاملہ درست ہو گیا تو مقصد حل ہو گیا۔

اگر تادیب سے درست ہو جائیں تو پھر بہانے تلاش نہ کرو

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا

پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رفعت اور بڑی عظمت والے ہیں اور وہ اس بات پر قادر ہیں کہ ظالم مردوں سے مظلوم عورتوں کا بدلہ لیں اور تمہیں اپنی عورتوں پر وہ قدرت نہیں کہ جو اس علیا کبیرا کو تمام عالم پر حاصل ہے پس جب وہ باوجود اپنی رفعت اور کبریائی اور علوشان کے تم سے نرمی کا معاملہ فرماتا ہے تو تم بھی اپنی عورتوں سے نرمی کا معاملہ کرو اور خوب جان لو کہ جس قدر تم اپنے ماتحتوں پر قدرت رکھتے ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قدرت رکھتے ہیں تم زیادتی کرو گے تو اسکی سزا بھگتو گے۔

اگر میاں بیوی کا جھگڑا طول پکڑے تو مصالحت کا اصول

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا.

اور اے مسلمانو اگر قرائن سے تم کو ان دونوں میاں بی بی میں ایسی کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو ایسا ہی تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کے رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھا دیں اگر ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاح معاملہ کی منظور ہو گی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی میں بشرطیکہ وہ دونوں کی رائے پر عمل کریں اتفاق فرما دیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑے خبر والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ تصفیہ کرنے والے پنچ کس راہ پر جا رہے ہیں اور ان کی کیا نیت ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو سب کو قرآنی ہدایات پر چلنا نصیب فرمائیں اور ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو بھی نیک بخت اور اطاعت گزار بنائیں اور صالحات کے زمرہ میں انہیں شامل فرمائیں اور ایک دوسرے کے حقوق میں کوتاہیوں سے ہم سب کو بچائیں۔

یا اللہ ہماری خانگی اور عائلی زندگی کو خوشگوار اور مصالحت آمیز بنا اور ایک دوسرے سے حسن سلوک کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ جن گھروں میں بدمزگی پیدا ہو گئی ہو ان کو اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرما اور ان کے درمیان انس محبت اور اتفاق و اتحاد پیدا فرما اور سب کو قرآنی احکام کے ماتحت امن چین و سکون کی حیاۃ طیبہ نصیب فرما۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی

وَاعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَلَا تُشْرِكُوْا	بِهٖ	شَيْـًٔا	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا	وَ	بِذِی الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى
اور تم عبادت کرو	اللہ	اور نہ شریک کرو	اس کے ساتھ	کچھ۔کسی کو	اور	ماں باپ سے	اچھا سلوک	اور	قرابت داروں سے	اور یتیم (جمع)

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ

اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دُور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور اُن کے ساتھ بھی

وَالْمَسٰكِيْنِ	وَالْجَارِ	ذِی الْقُرْبٰى	وَالْجَارِ	الْجُنُبِ	وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ	وَ	ابْنِ السَّبِيْلِ	وَمَا
اور محتاج (جمع)	اور ہمسایہ	قرابت والے	اور ہمسایہ	اجنبی	اور پاس بیٹھنے والے + ہم مجلس	اور	مسافر	اور جو

اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ

جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے ہیں جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں

	مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	مَنْ	كَانَ	مُخْتَالًا	فَخُوْرَا	
	تمہاری مِلک (کنیز۔غلام)	بیشک اللہ	دوست نہیں رکھتا	جو	ہو	اترانے والا	بڑ مارنے والا	

حقوق اللہ کی تاکید

شروع سورۃ سے زیادہ تر حقوق ہی کا بیان ہوا تھا جس میں یتامیٰ عورتوں اور ورثاء کے حقوق کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب آگے اس آیت میں والدین دوسرے قرابت اور رشتہ داروں' فقرا و مساکین' پڑوسیوں اور دوسرے تعلق داروں کے حقوق اور ان کے ساتھ معاملہ اور معاشرت کا طریق بیان فرمایا جاتا ہے۔

یہاں انسانوں کے حقوق سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت اور توحید کو ذکر فرمایا گیا یعنی سب سے پہلے اور سب سے مقدم حق اللہ کا ہے اس لئے حکم ہوا کہ تم اللہ کی عبادت اور اطاعت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو یعنی خدائے قدوس کو وحدہ لاشریک سمجھو اور اس کی توحید پر ایمان لاؤ اس کی ذات' اس کی صفات اس کی عبادت اور اس کی حدود و عظمت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور شرک کا جرم ایسا سخت و سنگین ہے کہ اگر اس سے کبھی توبہ نہ کی جائے تو آخرت میں یہ جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں صاف صاف اس کی تصریح فرما دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری توحید کو بھی کامل فرمائیں اور اپنی اطاعت و بندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

والدین کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنے حق کے متصل سب سے پہلے والدین میں ماں باپ کے حقوق کو بیان فرمایا اور والدین سے سلوک و احسان کرنے کا حکم دیا۔ قرآن کریم کی اور بھی دوسری آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ہی والدین سے احسان وسلوک کا حکم فرمایا ہے اور احسان میں یہ سب امور داخل اور شامل ہیں۔

۱-ضرورت کے موافق ان کی جسمانی خدمت گزاری۔

۲-والدین کو ضرورت ہو تو ان کی حوائج اور معاشی ضروریات پورا کرنا۔

۳-نرم کلامی سے بات کرنا' تندخوئی اور درشت مزاجی سے پیش نہ آنا کہ جس سے انکی بے ادبی ہو یا دل شکنی ہو۔

۴- والدین کے دوستوں اور تعلق والوں سے بھی کوئی ایسا سلوک نہ کرنا جس سے والدین کی دل آزاری ہو۔

۵- امر شرعی کے موافق والدین جو کچھ حکم دیں اس کی تعمیل کرنا۔ یہاں تک کہ اگر ماں باپ نے اولاد کے حقوق میں کوتاہی بھی کی ہو جب بھی اولاد کے لئے والدین سے بدسلوکی کرنے کا موقع نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس وصیتیں فرمائی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دو (مسند احمد)

رشتہ داروں سے حسن سلوک

آیت میں والدین کے بعد عام ذوی القربیٰ یعنی تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا فرمایا گیا۔ قرآن کریم کی ایک جامع اور مشہور آیت میں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے خطبات کے آخر میں تلاوت فرمایا کرتے تھے یعنی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اس میں بھی اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں سب کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کا اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا جس میں رشتہ داروں کی حسب استطاعت مالی اور جانی خدمت بھی داخل ہے اور ان سے ملاقات اور ان کی خبر گیری۔ ان سے قطع تعلق نہ کرنا۔ اکڑپن اور غرور وتکبر سے پیش نہ آنا۔ غریب رشتہ داروں کو ذلیل وحقیر نہ جاننا یہ سب شامل ہے۔

یتیموں' مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک

تیسرے نمبر پر یتامیٰ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ یتامیٰ کے بعض حقوق شروع سورت میں پہلے بھی آ چکے ہیں مگر اسکی یاد دہانی پھر فرمائی جاتی ہے۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک میں ان کی پاسداری و دل گیری تسلی وتشفی ان کی خبر گیری' پرورش وتربیت' نرمی اور خوش اخلاقی یہ سب حسن سلوک میں آ گیا۔

اس کے بعد مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا گیا۔ یعنی غریب غربا کی پرورش' ان کی امداد جہاں تک ممکن ہو کرنا ان کی دل شکنی نہ کرنا اور ہر قسم کی امکانی امداد سے انکو محروم نہ کرنا یہ مساکین کے ساتھ حسن سلوک میں سب داخل ہے۔

دور ونزدیک کے پڑوسی اور ہمنشیں کے ساتھ حسن سلوک

اس کے بعد جار ذی القربیٰ یعنی پاس والے پڑوسی' قریبی ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہوا۔ یعنی قریبی ہمسایہ کی خبر گیری رکھو' بیمار ہو تو بیمار پرسی کرو۔ اگر ضرورت مند ہو تو مالی امداد کرو۔ کبھی کدھار ہدیہ اور تحفہ دیتے رہا کرو۔ کوئی بات اور کام اس کو تکلیف دینے والی نہ کرو۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید۔ عزیز رشتہ دار ہو یا غیر۔ مسلم ہو یا غیر مسلم بہر حال اس کا حق ہے۔ بقدر استطاعت اس کی امداد واعانت اور خبر گیری لازم ہے البتہ جس پڑوسی کا حق علاوہ پڑوس کے دوسرا بھی ہے وہ دوسرے پڑوسیوں سے درجہ میں مقدم ہے جیسا کہ ایک حدیث میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں بعض وہ جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا پڑوسی وہ غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں۔ دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے۔ تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے' مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔

اس کے بعد جار الجنب یعنی دور کے پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اس میں سب اہل محلہ آ گئے۔ پڑوس کا حکم کہاں تک ہے اس میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ بعض علماء نے ہمسائیگی کا حکم چالیس گھر چاروں طرف تک لیا ہے بعض نے اہل محلہ کو ہمسائیگی کے حکم میں داخل کیا ہے۔

اس کے بعد صاحب بالجنب یعنی ساتھی اور ہم مجلس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اب یہ ساتھی خواہ سفر میں ہو یا کسی صنعت وحرفت وتجارت میں شریک ہو یا شاگرد ومرید ہو۔ یا مجلس میں پاس بیٹھنے والا ساتھی ہو۔ اس میں ریل' جہاز' بس وگاڑی وغیرہ

میں ساتھ بیٹھنے والا بھی شامل ہے غرض کہ جہاں شریعت اسلامیہ نے دور اور نزدیک کے مستقل اور دائمی پڑوسی کے حقوق واجب فرمائے اسی طرح اس شخص کا بھی حق صحبت لازم کر دیا جو تھوڑی دیر کے لئے کسی مجلس یا سفر میں برابر بیٹھا ہو۔ جس میں مسلم، غیر مسلم، رشتہ دار غیر رشتہ دار سب برابر ہیں۔ اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ہدایت فرمائی کہ تمہارے کسی قول و فعل سے اس تھوڑی دیر کے ساتھی اور ہم مجلس کو بھی ایذا نہ پہنچے۔

مسافر وغلام سے حسن سلوک

آگے وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی راہ گیر، مسافر، مہمان ان سب سے حسن سلوک کا حکم دیا کہ بقدر وسعت و استطاعت ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کریں۔

آخر میں وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ اس میں تمام مملوک، ماتحت، زیر دست، غلام، باندی، خادم، نوکر چاکر، خدمت گار اور اپنے قبضہ میں جو جانور ہیں وہ بھی وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ میں داخل ہیں ان کے بھی کھانے پینے کی نگرانی رکھنا، طاقت سے زائد کام نہ لینا، ان کی گرمی، سردی کا لحاظ و خیال رکھنا۔ مقررہ وقت پر نوکروں کو تنخواہ وغیرہ دینا غرضیکہ ان سب سے خوش معاملگی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا جس کی تفصیل شریعت نے بتلا دی ہے۔

تکبر کی مذمت

آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو دل میں اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور زبان سے شیخی اور بڑائی کی باتیں کرتے ہیں۔ گویا اس ارشاد سے یہ جتلایا گیا کہ جن لوگوں کے حقوق کی تاکید آئی ہے اس میں کوتاہی وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر، فخر، غرور ہے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔

یہ تکبر ایسی سخت اور بری چیز ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جہنم میں ہمیشہ کے لئے نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اور جنت میں ایسا کوئی شخص نہیں جا سکے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے مقدار تکبر ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ غرضیکہ جو لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کرتے اس کے کئی سبب بتلائے گئے ایک سبب تو بتلایا گیا کہ ان کے مزاج میں تکبر ہے اور اس بنا پر وہ حقوق کی ادائیگی کی پرواہ نہیں کرتے اور دوسرے اسباب جن کی بنا پر لوگ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اگلی آیات میں بیان کئے گئے ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمکو اپنے فضل سے توحید کاملہ نصیب فرمائیں اور اپنی طاعت و بندگی کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے جو حقوق ہم پر عائد کئے ہیں ان کو ادا کرنے کی توفیق و ہمت بھی ہم کو عطا فرمایئے۔ اور اپنی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق نصیب فرمایئے خصوصاً ہم میں سے جن کے والدین موجود ہوں ان کو اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے کی پوری پوری ہمت اور توفیق مرحمت فرمایئے اور اس میں جو کوتاہیاں ہم سے ہو گئی ہوں ان کے تدارک کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کے آگے ہمیں گردن جھکانے کی توفیق ہو اور تکبر و غرور سے ہمارے دلوں کو پاک فرمایئے۔

یا اللہ صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی جانی و مالی خدمت کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ یتامیٰ، مساکین اور غرباء و فقراء کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خاطر خواہ خبر گیری اور دلگیری کی توفیق ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ آپ نے پڑوسیوں کے جو حقوق عائد فرمائے ہیں ان کی پوری پوری رعایت کرنے کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ شریعت اسلامیہ نے جس جس کے حقوق ہم پر لازم کئے ہیں ان کو خاطر خواہ طریقہ پر ادا کرنے کی فکر ہم کو نصیب ہو اور اس میں جو کوتاہیاں ہم سے سرزد ہوئی ہوں ان کے تدارک کی توفیق عنایت ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دی ہے

الَّذِيْنَ	يَبْخَلُوْنَ	وَيَأْمُرُوْنَ	النَّاسَ	بِالْبُخْلِ	وَ	يَكْتُمُوْنَ	مَآ	اٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ
جولوگ	بخل کرتے ہیں	اور حکم کرتے (سکھاتے ہیں)	لوگ (جمع)	بخل	اور	چھپاتے ہیں	جو	انہیں دیا	اللہ	سے	اپنا فضل

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ

اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لئے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو دکھلانے کے لئے خرچ کرتے ہیں

وَاَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا	مُّهِيْنًا	وَالَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	رِئَآءَ	النَّاسِ
اور ہم نے تیار کر رکھا ہے	کافروں کے لئے	عذاب	ذلت والا	اور جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	دکھاوے کو	لوگ

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۝

اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر اعتقاد نہیں رکھتے اور شیطان جس کا ساتھی ہو اُس کا بُرا ساتھی ہے

وَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَلَا	بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَمَنْ	يَّكُنِ	الشَّيْطٰنُ	لَهٗ	قَرِيْنًا	فَسَآءَ	قَرِيْنًا
اور	نہیں ایمان لاتے	اللہ پر	اور نہ	آخرت کے دن پر	اور جو۔ جس	ہو	شیطان	اس کا	ساتھی	تو بُرا	ساتھی

حقوق ادا نہ کرنے والے

گذشتہ آیات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ حقوق ادا نہ کرنے والے یا تو متکبر ہوتے ہیں جیسا اوپر بیان ہوا اور یا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں بخل اور کنجوسی غالب ہے کہ کسی کو دینے دلانے میں جان نکلتی ہے اور یا ان کو اللہ کے رسول کے ساتھ اعتقاد نہیں کہ آپ کے احکام کی اور ادائے حقوق کے ثواب کے وعدوں کو اور حقوق کے تلف کرنے کے عذاب کی وعیدوں کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ کفر ہے اور یا ان کی عادت نمائش اور نام ونمود کی ہے اس لئے جہاں نام ونمود کا موقعہ ہو وہاں دیتے دلاتے ہیں گو حق نہ ہو اور جہاں نمود نہ ہو وہاں ہمت نہیں ہوتی گو حق ہو اور یا ان کو سرے سے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ عقیدہ نہیں یا وہ قیامت کے قائل نہیں کہ حصول رضائے حق تعالیٰ اور ثواب اخروی ان کو مقصود ہو اور یہ بھی کفر ہے اور ایسے کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور بات یہ ہے کہ شیطان جس کا ساتھی ہو جیسے ان مذکور لوگوں کا ہوا تو وہ تو برا ساتھی ہے وہ تو ایسا ہی مشورہ دیتا ہے اور ایسی ہی بجھاتا ہے جس میں انجام کار سخت ضرر اور نقصان ہو

یہود کی خصلت

حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یہود مدینہ کے حق میں نازل ہوئی تھی جو بہت زیادہ مغرور تھے اور انتہا درجہ کے کنجوس تھے۔ مال خرچ کرنے میں بھی بخل کرتے تھے اور اس علم کو بھی چھپاتے تھے جو انہیں اپنی کتابوں سے حاصل ہوا تھا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت تھی اور آپ کی علامات کا بھی ذکر تھا لیکن یہود نے یہ سب جان لینے کے بعد بھی بخل سے کام لیا نہ خود اس پر عمل کیا نہ دوسروں کو بتلایا کہ وہ عمل کرتے۔

ان ہی لوگوں کے بارہ میں فرمایا گیا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے مال دولت میں بھی بخل کرتے ہیں اور علم وایمان کے معاملہ

میں بھی بخیل ہیں ایسے ہی لوگ نعمت خداوندی کے ناشکرے ہیں۔اور ان کے لئے اہانت آمیز عذاب آخرت میں تیار کر لیا گیا ہے۔

بخل کی مذمت:

بہرحال ان آیات میں ایک تو بخل کی مذمت فرمائی گئی ہے بخل اور کنجوسی یعنی دوسروں پر خرچ نہ کرنا اور دوسروں کے کام نہ آنا بے رحمی اور سخت دلی کی ایک خاص صورت ہے اور یہ ایک بڑا مہلک مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں تنبیہ اور اہتمام کی وجہ سے بخل یعنی مال کو روک کر رکھنے پر بہت سی تنبیہیں ارشاد فرمائی ہیں اور اس مہلک مرض پر خصوصی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ گذشتہ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۰ میں بھی بخل کی مذمت کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا

ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سخی آدمی اللہ کے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔لوگوں سے قریب ہے۔جہنم سے دور ہے۔ اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے۔لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے کرم سے ہم کو ایمان و اسلام سے نوازا ہے تو ہم کو ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرمائیں اور بخل و تکبر اور ریا جیسی مہلک بیماریوں سے ہمارے ایمان و اسلام کو محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے اور اس میں جو حقوق ہم پر عائد کئے ہیں یا اللہ ان کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہر عمل سے اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ ہمیں جو کچھ تھوڑا بہت آپ نے عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرما اور اس کو ہمارے لئے باعث اجر و ثواب آخرت بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اُن پر کیا مصیبت نازل ہوجاوے گی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان لے آویں اور اللہ نے جو اُن کو دیا ہے اُس میں سے کچھ خرچ کرتے رہا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ

وَمَاذَا	عَلَيْهِمْ	لَوْ اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَاَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور کیا	اُن پر	اگر وہ ایمان لاتے	اللہ پر	اور یوم	آخرت	اور وہ خرچ کرتے	اس سے جو	انہیں دیا	اللہ	اور ہے	اللہ

بِهِمْ عَلِيْمًا ۝۳۹ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ

ان کو خوب جانتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اُس کو کئی گنا کر دیںگے اور اپنے پاس سے

بِهِمْ	عَلِيْمًا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَظْلِمُ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ	وَاِنْ	تَكُ	حَسَنَةً	يُّضٰعِفْهَا	وَيُؤْتِ
ان کو	خوب جاننے والا	بیشک	اللہ	ظلم نہیں کرتا	برابر	ذرہ	اور اگر	ہو	کوئی نیکی	اس کو کئی گنا کرتا ہے	اور دیتا ہے

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى

اور اجر عظیم دیں گے سو اُس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو اُن لوگوں پر گواہی دینے کے لئے

مِنْ لَّدُنْهُ	اَجْرًا	عَظِيْمًا	فَكَيْفَ	اِذَا	جِئْنَا	مِنْ	كُلِّ اُمَّةٍ	بِشَهِيْدٍ	وَجِئْنَا	بِكَ	عَلٰى
اپنے پاس سے	ثواب	بڑا	پھر کیسا کیا	جب	ہم بلائیں گے	سے	ہر امت	ایک گواہ	اور بلائیں گے	آپ کو	پر

هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝۴۱ ۭ يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ

حاضر لاویں گے اُس روز جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہوجاویں

هٰٓؤُلَاۗءِ	شَهِيْدًا	يَوْمَىِٕذٍ	يَّوَدُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَعَصَوُا	الرَّسُوْلَ	لَوْ تُسَوّٰى	بِهِمُ	الْاَرْضُ
ان کے	گواہ	اس دن	آرزو کریں گے	وہ لوگ	انہوں نے کفر کیا	اور نافرمانی کی	رسول	کاش برابر کر دی جائے	ان پر	زمین

	وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝۴۲	وَلَا	يَكْتُمُوْنَ	اللّٰهَ	حَدِيْثًا	
	اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کرسکیں گے	اور نہ	چھپائیں گے	اللہ	کوئی بات	

یہود کو بخل چھوڑنے کی ترغیب

چونکہ یہود خود انتہا درجہ کے بخیل اور کنجوس تھے۔ دوسروں کو بھی اپنے قول و فعل سے اس بری صفت کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ انہی یہود کی طرف اشارہ کرکے پہلے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا

یعنی یہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر صحیح طور سے ایمان لے آتے اور خدا کے عذاب و ثواب اور روز قیامت کے حساب کتاب کو صحیح مان لیتے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت اور مال دولت میں سے کچھ راہ خدا میں بخلوص نیت صرف کرتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا۔ جب ایمان اور سخاوت میں کوئی خرابی نہیں بلکہ ثواب ہی کی امید ہے تو پھر مال سے ناجائز محبت کرنی اور نافرمان بن کر آخرت کی جاہی مول لینی کسی عقلمند انسان کا کام نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال و افعال اور عقائد اور دلی کیفیت

سب سے بخوبی واقف ہیں۔ کوئی ذرہ ان سے مخفی نہیں ہر نیک و بد کو خوب جانتے ہیں۔ پس کسی کا کوئی فعل و عمل بیکار نہیں جا سکتا ہر شخص کو اس کے کردار کی پوری جزا و سزا ملے گی۔

نیکیوں کا اجر

اسی مضمون کی تائید میں آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا

یعنی اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال حسنہ کا ثواب اور جزائے خیر میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں فرماتے بلکہ اپنی طرف سے اس میں اور اضافہ فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کا کم سے کم معیار یہ ہے کہ ایک نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ مختلف بہانوں سے اضافہ در اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بعض روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب ۲۰ لاکھ گنا تک زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی ذات تو کریم ذات ہے وہ اپنی بے پایاں رحمت سے اتنا بڑھا کر دیتے ہیں کہ حساب و شمار میں بھی نہیں آتا اور اس اجر عظیم کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے اور اس کی مقدار اور عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جو بارگاہ رب العزت سے ملتا ہے۔

کافروں، نافرمانوں کا انجام

اب آگے اس ترغیب کے بعد ترہیب کا پہلو اختیار کیا گیا اور جن امور کی ترغیب دی گئی ان کے نہ کرنے پر تنبیہ و وعید سنائی جاتی ہے چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

مفسرین نے لکھا ہے کہ اصل واقعہ اس طرح ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بدکردار کفر شعار اور سرکش و نافرمانوں کو جمع کر کے فرمائیں گے کہ تم نے یہ سرتابی انکار توحید اور اعمال صالحہ سے اعراض کیوں کیا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم سے یہ تمام کفر و شرک اور نافرمانیاں نادانی سے سرزد ہوئیں۔ ہم کو آپ کا اصلی فرمان اور حقیقی قانون معلوم نہ ہوا تھا۔ خیر و شر اور حق و باطل میں امتیاز کا کوئی روشن اور واضح معیار ہمارے پاس موجود نہ تھا۔ اس وقت ان منکرین حق کو قائل کرنے کے لئے ہر امت کے پیغمبر کو طلب کیا جائے گا اور پیغمبر علی الاعلان اظہار حقیقت کر دیں گے اور بیان کریں گے کہ ہم نے ان کو پیام الٰہی پہنچا دیا تھا۔ مکمل قانون الٰہی کی تبلیغ کر دی تھی مگر انہوں نے نہ مانا اور سرکشی کی۔ اب نادانی اور جہالت کا عذر پیش کرتے ہیں اسی طرح جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئے گی تو اس امت کے کافر، مشرک، گنہگار، بداطوار طبقہ کے اعمال کی توضیح ہو گی اور تمام بدافعالیوں کی باز پرس ہو گی تو یہ لوگ بھی تبلیغ احکام سے انکار کریں گے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا جائے گا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہادت دیں گے کہ میں نے تمام احکام الٰہی کی تبلیغ کر دی تھی۔ پورا قانون شریعت ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور سرکشی کی ہر چند ان کو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ اختیار کرنے کی نصیحت کی مگر سوائے عناد اور انکار کے انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بہرحال قرآن پاک کی اس آیت اور دیگر آیات میں یہ بتلایا گیا کہ قیامت میں انبیاء علیہم السلام کو بطور گواہ کے پیش کیا جائے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس پوری امت پر کس طرح گواہی دیں گے کیونکہ گواہی تو صرف دیکھی ہوئی چیز پر ہو سکتی ہے۔ تو اس بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ روزانہ صبح و شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام امت کے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ اور اسی علم کے موافق آپ قیامت میں گواہی دیں گے۔

دوسرا یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بالمشاہدہ تمام امت کا عطا فرما دیں۔

آخرت میں کافروں کی بدحالی

آگے چوتھی آیت میں میدان آخرت میں کافروں کی بدحالی کا

ذکر ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا

یعنی قیامت کے دن جب پیغمبروں کی شہادت ہو جائے گی اور انبیاء گواہی دے دیں گے اور اعمال ناموں میں سب کچھ موجود ہوگا اور پھر ان کے ہاتھ پیر خود اقرار کریں گے تو گنہگار نافرمان جھوٹے قرار پائیں گے اور جرم ثابت ہو جائے گا اور عذاب سے رہائی کی کوئی شکل ممکن نہ ہوگی تو اس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم خاک کے ساتھ خاک ہو جاتے۔ کاش ہم زمین کا پیوند بن گئے ہوتے کہ اس وقت کی پوچھ گچھ اور حساب کتاب اور عذاب سے نجات پا جاتے۔

اخیر میں لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا فرما کر بتلا دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے یعنی کفار و مشرکین اگر چہ شروع میں ثبوت جرم سے انکار کریں گے مگر بالآخر خدا تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے ان کے اعضاء خود ان کے گناہوں کے شاہد بن جائیں گے۔ اور مجبوراً ان کو اپنے جرائم کا اقرار کرنا پڑے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان اور اسلام سے نوازا۔

یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرما۔ اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیئے گا اور وہاں کی کامیابی اور کامرانی نصیب فرمایئے گا۔

یا اللہ ہمیں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل نصیب فرما اور میدان حشر میں آپ کی شفاعت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما دے جو ہم سے آپ کو اور آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش اور راضی رکھیں۔ اور دنیا و آخرت دونوں جہاں میں آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی سے بچ جائیں۔

یا اللہ قیامت کے روز اپنے عصیان و نافرمانی کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ یا اللہ ہم کو اس دنیا ہی میں بھی توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دے۔

یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حق تبلیغ پورا فرما دیا اور آپ نے شریعت کے احکام مکمل طور پر امت کو پہنچا دیئے۔ یا اللہ میدان حشر میں ہم کو شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ندامت اور شرمندگی سے بچا لیجئے اور آپ کے متبعین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا

اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو اور

یٰٓاَیُّهَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقْرَبُوا	الصَّلٰوةَ	وَ اَنْتُمْ	سُكٰرٰى	حَتّٰى	تَعْلَمُوْا	مَا	تَقُوْلُوْنَ	وَلَا
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ نزدیک جاؤ	نماز	جبکہ تم	نشہ	یہاں تک کہ	سمجھنے لگو	جو	تم کہتے ہو	اور نہ

جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ

حالت جنابت میں بھی پاس جانا تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک کہ غسل کرلو

جُنُبًا	اِلَّا	عَابِرِیْ سَبِیْلٍ	حَتّٰى	تَغْتَسِلُوْا
غسل کی حاجت میں	سوائے	حالتِ سفر	یہاں تک کہ	تم غسل کرلو

شان نزول

ابتدائے اسلام میں جبکہ شراب حرام نہ ہوئی تھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دعوت کی اور دعوت میں مہمانوں نے شراب بھی پی۔ اسی میں نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو امام بنایا انہوں نے مدہوشی میں سورہ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ میں لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کی جگہ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ دیا لفظ لَآ چھوڑ دیا جس سے معنیٰ بالکل خلاف اور غلط ہو گئے اور بلا ارادہ خلاف توحید شرکیہ الفاظ ادا ہو گئے۔ بعد میں تنبیہ ہونے پر ندامت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض حال کیا گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حالت سکر میں نماز پڑھنے کو اور حقیقت میں نماز کے وقت شراب کے استعمال کو منع فرما دیا گیا۔

نماز اور اس کے آداب کی تاکید

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس خاص موقعہ پر نماز کی تاکید کے ارشاد فرمانے سے دو نفع معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ احکام کثیرہ مذکورۂ بالا میں جن میں حقوق و معاملات باہمی اور عبادات جانی و مالی کا ذکر تھا ان سب کو بجا لانے کے ساتھ بخل اور ریا اور خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاق ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقعہ ہے تو اس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے یعنی نماز کو اس کی شرائط اور آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرو گے تو جملہ اوامر و نواہی مذکورہ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہو جائے گی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر و عبادات میں سہولت اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات اور احادیث میں مذکور ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ احکام سابقہ کثیرہ کو سن کر بعید نہیں جو کاہل کم ہمت اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دے اور اس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کے شرائط و آداب بہت کچھ ہیں اس لئے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی نماز کا اہتمام اور التزام رکھے گا اس کو دیگر احکام جانی اور مالی میں بھی سہولت ہو گی اور جو کوئی دیگر احکام میں کاہلی اور بے پروائی کرتا ہے اس سے اقامت صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں اس غرض سے اس خاص موقعہ پر نماز کے متعلق تاکید اور بعض ہدایتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کا حکم اس وقت تھا جب تک شراب کی حرمت اور قطعی ممانعت نازل نہ ہوئی تھی بعد میں جب شراب حرام ہو گئی تو نشہ نہ نماز کے اوقات میں درست رہا اور نہ غیر نماز کے اوقات میں پس آیت کا یہ حکم تو اب منسوخ ہے۔

شراب نوشی عرب کی پرانی عادت تھی اور پوری قوم اس عادت میں مبتلا تھی۔ بجز چند مخصوص حضرات کے جن کی طبیعت ہی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سلیم بنا دیا تھا کہ وہ اس خبیث چیز کے پاس کبھی نہیں گئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبوت سے پہلے بھی آپ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شراب نوشی اور نشہ کرنا حرام تھا اور اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو اس سے بچانا مطلوب اور مقصود تھا مگر

یکا یک اس کو حرام کر دیا جاتا تو لوگوں پر اس حکم کی تعمیل سخت مشکل ہو جاتی۔اس لئے ابتداءً اس پر جزوی پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے خراب اثرات پر تنبیہ کر کے ذہنوں کو اس کے چھوڑنے پر آمادہ کیا گیا چنانچہ ابتداءً اس آیت میں صرف یہ حکم ہوا کہ نشے کی حالت میں نماز کے پاس مت جاؤ جس کا حاصل یہ تھا کہ نماز کے وقت نماز کا ادا کرنا تو فرض ہے اس لئے اوقات نماز میں شراب استعمال نہ کی جاوے جس سے مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ ایسی خراب چیز ہے جو انسان کے لئے نماز سے مانع ہے۔ بہت سے حضرات نے تو اسی وقت سے اس کے چھوڑنے کا اہتمام کر لیا اور دوسرے مسلمان بھی اس کی خرابی اور برائی کو سوچنے لگے۔آخر سورۂ مائدہ کی آیت میں شراب کے ناپاک اور حرام ہونے کا قطعی حکم آ گیا اور ہر حال میں شراب پینا حرام ہو گیا۔

اور یہاں جو یہ حکم دیا گیا کہ حالت جنابت میں بھی جبکہ غسل فرض ہو نماز مت پڑھو جب تک کہ غسل نہ کر لو تو یہ حکم اس حالت کا ہے جبکہ کوئی عذر غسل کرنے سے مانع نہ ہو اور اگر عذر کی حالت ہو اور پانی کے استعمال سے معذوری اور مجبوری ہو تو اس کا حکم آیت کے اگلے حصہ میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی تیمم کی اجازت دی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو نماز کا قائم کرنے والا بنادے اور اس کو آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور ان نمازوں کی برکت سے جملہ اوامر واحکام کی ادائیگی کی رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت ہمارے قلوب میں پیدا فرمادے۔

یا اللہ ہماری نمازیں ایسی ہوں کہ جو ہم سے جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرانے والی ہوں اور تمام برائیوں اور غیر شرع کاموں سے بچانے والی ہوں۔

یا اللہ ہمیں ایسی نمازوں کی توفیق عطا فرمادے کہ جو ہمارے دلوں میں اہل اسلام کی طرف سے الفت ومحبت کا جذبہ پیدا ہو اور ہمارے دلوں کی تمام کدورتیں دور ہو جائیں آپس میں اتحاد واتفاق پیدا ہو اور باہمی نفرت وعداوت دور ہو جائے۔

یا اللہ شراب جیسی خبیث ناپاک اور حرام شے سے اس ملک پاکستان کو پاک فرمادے اور شراب نوشی کی لعنت کو اس ملک سے یکسر مٹادے۔شراب نوشی کی تباہی وبربادی سے اہل پاکستان کو بچالے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو

وَاِنْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	اَوْجَآءَ	اَحَدٌ	مِّنْكُمْ	مِّنَ	الْغَآئِطِ	اَوْ	لٰمَسْتُمُ	النِّسَآءَ
اوراگر	تم ہو	مریض	یا	پر۔میں	سفر	یاآئے	کوئی	تم میں	سے	جائے ضرور	یا	تم پاس گئے	عورتیں

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ

پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر (ہاتھ) پھیر لیا کرو بلاشبہ

فَلَمْ تَجِدُوْا	مَآءً	فَتَيَمَّمُوْا	صَعِيْدًا	طَيِّبًا	فَامْسَحُوْا	بِوُجُوْهِكُمْ	وَ	اَيْدِيْكُمْ	اِنَّ
پھرتم نے نہ پایا	پانی	تو تیمم کرو	مٹی	پاک	مسح کرلو	اپنے منہ	اور	اپنے ہاتھ	بیشک

اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾	اللّٰهَ	كَانَ	عَفُوًّا	غَفُوْرًا	
اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں	اللہ	ہے	معاف کرنیوالا	بخشنے والا	

پانی کے استعمال سے معذوری ہو تو کیا کرے

آیت کے اس حصہ میں پانی سے معذوری کی تین صورتیں بتلائی گئیں۔ایک بیماری کہ پانی اس میں ضرر کرتا ہے۔دوسری صورت یہ کہ سفر درپیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کرلے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملے گا۔تیسری صورت یہ کہ پانی بالکل موجود ہی نہیں۔اس پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کی ضروری ہونے کی بیان فرمائیں۔ایک یہ کوئی استنجے سے فارغ ہو کر آیا۔اس کو وضو کی حاجت ہے۔یا بیوی سے قربت کی ہو اور غسل کی حاجت ہو تو ان دونوں میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم دیا گیا۔

شان نزول

بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر میں تھے اور اس سفر میں جانے سے پہلے حضرت عائشہؓ نے اپنی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ سے ایک گلے کا ہار واپس کر دینے کے وعدہ پر مستعار لیا تھا۔وہ ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا جس کے ڈھونڈنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع قافلہ ٹھہر گئے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اب نہ تو ہمارے پاس پانی تھا نہ وہاں اس میدان میں کہیں پانی تھا۔لوگ میرے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس میری شکایتیں کرنے لگے کہ دیکھو ہم ان کی وجہ سے کیسی مصیبت میں پڑ گئے۔چنانچہ میرے والد صاحب میرے پاس آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تھے۔آتے ہی کہنے لگے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے لوگوں کو روک دیا۔اب نہ تو ان کے پاس پانی ہے اور نہ یہاں پانی کہیں نظر آتا ہے۔الغرض مجھے خوب ڈانٹا ڈپٹا۔غرض ساری رات گزر گئی صبح کو لوگ جاگے لیکن پانی نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور سب نے تیمم کیا۔اب جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہی ہار مل گیا۔پہلے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ پر غصہ ہو کر گئے تھے۔لیکن تیمم کی رخصت کے حکم کو سن کر خوشی خوشی اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم بڑی مبارک ہو۔مسلمانوں کو اتنی بڑی رخصت ملی۔

تیمم کس طرح کرنا چاہیے

تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے سے پہلے نیت یعنی دل میں ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لئے تیمم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں۔ تیمم میں نیت فرض ہے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اگر گرد زیادہ لگ جائے تو اسے جھاڑ دیں اور ہاتھوں کو تمام منہ پر پھیریں کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے پھر اسی طرح دوبارہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر ماریں اور دونوں ہاتھوں پر مع کہنیوں کے اس طرح پھیریں کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ جہاں ہاتھ نہ پہنچا ہو اگر بال برابر ناخن برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمم نہ ہوگا۔ اس لئے اگر انگوٹھی یا چھلہ پہن رکھا ہے تو اسے اتار کر تیمم کرنا چاہیے تاکہ کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے چھوٹ نہ جاوے۔ جو چیز کہ زمین کی جنس سے ہو اس سے تیمم کر سکتے ہیں۔ مثلاً مٹی ریت پتھر گچ' چونہ' ہڑتال' سرمہ' مردہ سنگ' گندھک' گیرو' پکی اینٹ' مٹی کے برتن خواہ اس میں پانی بھرا ہو یا خالی ہو۔ کھریا مٹی' نمک جو کان سے نکلتا ہے وغیرہ راکھ پر تیمم درست نہیں۔ اسی طرح سونا چاندی فولاد پیتل تانبہ لکڑی گھاس وغیرہ پر تیمم درست نہیں۔ تکیہ' گدا' کپڑے پر بھی تیمم درست نہیں ہاں اگر ان پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے گرد اڑتی ہے تو ان پر تیمم کر سکتا ہے تیمم وضو اور غسل کا ایک ہی طرح ہے صرف نیت الگ الگ ہے کہ اس میں وضو کے قائم مقام ہونے کا خیال کرے اور اس میں غسل کے قائم مقام ہونے کا۔ اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ اس صورت میں جب وضو ٹوٹ جائے گا تو وہ تیمم وضو کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل کی واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے جس عذر کے سبب سے تیمم کیا گیا اس عذر کے زائل ہو جانے سے تیمم جاتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر جب پانی مل گیا تو وہ تیمم جاتا رہا۔ اور جن باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہی باتوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور تفصیلی مسائل تیمم سے متعلق فقہ کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو حضر سفر' بیماری تندرستی' ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں اور اسلام و ایمان کی برکتوں سے نوازیں۔

یا اللہ ہمیں اسلام و ایمان کی وہ محبت و عظمت عطا فرما کہ جو ہم زندگی کے ہر لمحہ میں آپ کے احکام کا خیال رکھیں اور ان کے اتباع میں اپنی سعادت سمجھیں۔

یا اللہ ہمیں ظاہری و باطنی کامل طہارت نصیب فرما اور آپ نے جو ہم کو شریعت مطاہرہ میں آسانیاں عطا کی ہیں ان کی قدر اور ان پر شکر کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُونَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيدُونَ

اے مخاطب کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک بڑا حصہ ملا ہے وہ لوگ گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور یوں چاہتے ہیں

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِينَ	أُوتُوا	نَصِيبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يَشْتَرُونَ	الضَّلٰلَةَ	وَيُرِيدُونَ
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	مول لیتے ہیں	گمراہی	اور وہ چاہتے ہیں

أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ

کہ تم راہ سے بے راہ ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کافی

أَنْ	تَضِلُّوا	السَّبِيلَ	وَاللّٰهُ	أَعْلَمُ	بِأَعْدَائِكُمْ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَلِيًّا	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ
کہ	بھٹک جاؤ	راستہ	اور اللہ	خوب جانتا ہے	تمہارے دشمنوں کو	اور کافی	اللہ	حمایتی	اور کافی	اللہ

نَصِيرًا ﴿٤٥﴾ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا

حامی ہے یہ لوگ یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہیں سَمِعْنَا

نَصِيرًا	مِّنَ	الَّذِينَ	هَادُوا	يُحَرِّفُونَ	الْكَلِمَ	عَن	مَّوَاضِعِهِ	وَيَقُولُونَ	سَمِعْنَا
مددگار	سے (بعض)	وہ لوگ جو	یہودی ہیں	تحریف کرتے ہیں (بدل دیتے ہیں)	کلمات	سے	اس کی جگہ	اور کہتے ہیں	ہم نے سنا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ

وَعَصَيْنَا اور اِسْمَعْ غیر مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے اور اگر

وَعَصَيْنَا	وَ	اسْمَعْ	غَيْرَ	مُسْمَعٍ	وَرَاعِنَا	لَيًّا	بِأَلْسِنَتِهِمْ	وَطَعْنًا	فِي الدِّينِ	وَلَوْ
اور ہم نے نافرمانی کی	اور	سنو	نہ	سنوایا جائے	اور راعنا	موڑ کر	اپنی زبانوں کو	طعنہ کی نیت سے	دین میں	اور اگر

أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ ۙ وَلٰكِن

یہ لوگ یہ کلمات کہتے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو یہ بات اُن کے لئے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی مگر ان کو خدا تعالیٰ نے اُن کے

أَنَّهُمْ	قَالُوا	سَمِعْنَا	وَأَطَعْنَا	وَاسْمَعْ	وَانْظُرْنَا	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَأَقْوَمَ	وَلٰكِن
وہ	کہتے	ہم نے سنا	اور ہم نے اطاعت کی	اور سنیے	اور ہم پر نظر کیجیے	تو ہوتا	بہتر	ان کے لئے	اور زیادہ درست	اور لیکن

لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٤٦﴾

کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی

لَّعَنَهُمُ	اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَلَا يُؤْمِنُونَ	إِلَّا قَلِيلًا
اُن پر لعنت کی	اللہ	انکے کفر کے سبب	پس ایمان نہیں لاتے	مگر تھوڑے

شانِ نزول

گذشتہ آیت میں جب تیمم کا حکم نازل ہوا تو یہودی علماء نے اپنے ہاں کے سخت احکام کے مقابلہ میں اس پر تمسخر اور طعن کیا اور کہنے لگے پانی سے نجاست کا دور ہونا تو ایک معقول بات تھی بھلا خاک پر ہاتھ مار کے ہاتھ منہ پر پھرانے سے کیا ہوتا ہے؟

بالخصوص یہود عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس جا کر اسلام کی ہجو کیا کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک ڈالا کرتے تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد ان آیات میں نازل فرمایا اور چونکہ ابتدائے سورۃ سے یہاں تک احکام بیان ہوئے تھے اس جگہ سے مخالفوں کے شکوک وشبہات کا رد شروع ہوتا ہے قرآن پاک کا طرز بیان یہی ہے کہ ایک علم کے بعد دوسرا علم بیان ہوتا رہتا ہے تا کہ ایک قسم کے کلام سے مخاطب کی طبیعت پر گرانی نہ پیدا ہو۔ پھر یہود مدینہ کا اوپر بھی ذکر ہوا تھا کہ جو نہایت کنجوس اور مغرور تھے۔ اور مال کے خرچ کرنے میں انتہائی بخل سے کام لیتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اپنے قول وفعل سے بخل کی ترغیب دیتے تھے۔اس لئے یہود کی مذمت فرمائی جاتی ہے۔اور مسلمانوں کو ان کی شرارتوں سے متنبہ کیا جاتا ہے تا کہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں۔

آیات کا خلاصہ

ان آیات میں یہود کی کجروی اور گمراہی کا بیان ہوا اور اس امر کی صراحت کردی گئی کہ کفار خصوصاً یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔اس بات کی طرف بھی لطیف اشارہ کردیا گیا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان غیر مذاہب والوں سے دینی اختلاط نہ کریں اور ان کو اپنا اندرونی دشمن خیال کریں اور ان کی فتنہ پردازیوں کو گہری نظر سے دیکھیں اور ان سے بچیں۔

ان آیات سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدتہذیبی کرنی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ کہنا یا توہین کرنا کفر ہے۔نیز یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذاتی خصومت نہیں بلکہ انسان کی گنہ گاریاں اور کفر شعاریاں لعنت الٰہی کا سبب بن جاتی ہیں۔جس کے نتیجہ میں وہ نور ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا

یا اللہ ہم کو اسلام وایمان کی حقیقت نصیب فرما اور زندگی اس پر استقامت عطا فرما۔

یا اللہ ہر طرح کی ظاہری و باطنی گمراہی اور ضلالت سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ دین اسلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری نصرت وحمایت فرما اور شریعت مطاہرہ کے احکام کا ادب وعظمت اور ان کی توقیر واتباع ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ دشمنان دین اسلام خصوصاً یہود ملعون کی شرارتوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیے۔اور دشمنوں کے عزائم کو ناکام بنا دیجئے۔

یا اللہ یہود و نصاریٰ جو دن رات اہل اسلام میں فتنہ ڈالنے کے کوشاں رہتے ہیں ان کی فتنہ پردازیوں سے ہماری حفاظت فرمائیے۔اور اسلام وایمان کی برکت سے اہل اسلام کو غلبہ اور شوکت نصیب فرمائیے اور دشمنان دین کو ذلت و خواری نصیب کیجئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ

اے وہ لوگو جو کتاب دیے گئے ہو تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے ایسی حالت پر کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اس

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	اٰمِنُوْا	بِمَا	نَزَّلْنَا	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَكُمْ	مِّنْ قَبْلِ	اَنْ	نَّطْمِسَ
اے	وہ لوگ جو	کتاب دیے گئے (اہل کتاب)	ایمان لاؤ	اس پر جو	ہم نے نازل کیا	تصدیق کرنے والا	جو	تمہارے پاس	اس سے پہلے	کہ	ہم مٹادیں

وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

سے پہلے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور اُن کو اُن کی اُلٹی جانب کی طرح بنادیں یا اُن پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی

وُجُوْهًا	فَنَرُدَّهَا	عَلٰٓى	اَدْبَارِهَا	اَوْ	نَلْعَنَهُمْ	كَمَا	لَعَنَّا	اَصْحٰبَ السَّبْتِ	وَكَانَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا
چہرے	پھر الٹ دیں	پھر	اُن کی پیٹھ	یا	ہم ان پر لعنت کریں	جیسے	ہم نے لعنت کی	ہفتے والے	اور ہے	حکم	اللہ	ہو کر (رہے گا)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہی ہو کر رہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے

اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَغْفِرُ	اَنْ	يُّشْرَكَ بِهٖ	وَيَغْفِرُ	مَا	دُوْنَ ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَمَنْ	يُّشْرِكْ
بیشک	اللہ	نہیں بخشتا	کہ	شریک ٹھہرائے اس کا	اور بخشتا ہے	جو	اس کے سوا	جس کو	وہ چاہے	اور جو جس	شریک ٹھہرایا

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝

لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔

بِاللّٰهِ	فَقَدِ افْتَرٰٓى	اِثْمًا	عَظِيْمًا
اللہ کا	پس اس نے باندھا	گناہ	بڑا

یہود کو ایمان کی دعوت

یہاں اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود مدینہ کو دعوت دی گئی کہ تم قرآن مجید کی تصدیق کرو اور اس پر ایمان لے آؤ اور بطور اتمام حجت یہ فرمایا گیا کہ یہ کتاب تمہاری کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے بنیادی اصول متحد ہیں تو گویا قرآن پر ایمان لانا کتب سابقہ پر ایمان لانا ہے اور اس کی تکذیب کتب سابقہ کی تکذیب ہے۔ اس لئے نصیحت کی گئی کہ تم اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے بچ جاؤ جو گذشتہ امتوں کو حق کے انکار کی وجہ سے ملی اور یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا ہے اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَا یعنی ایمان نہ لانے والوں کو ڈرایا گیا کہ ہم تمہارے چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور ان کو ان کی الٹی جانب یعنی گدی کی طرف صفا چٹ بنادیں۔ تو بعض مفسرین نے اس سے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ جو عزت و حکومت اور اقبال تم کو حاصل تھا اس کو الٹ دیں گے۔ منہ کا بگاڑنا کنایہ عزت بگاڑنے سے ہے یعنی تم کو ذلت و خواری غلامی اور اسیری میں پھر جتلا کردیں گے چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق یہود کو صحابہ کی فتوحات سے یہ ماتحتی جو بمنزلہ غلامی اور اسیری کے ہے پیش آئی اور یہود مدینہ سے اور اطراف عرب سے جلاوطن ہو کر نکالے گئے اور یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ یا ان ایمان نہ لانے والوں پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان اصحاب السبت پر کی تھی۔ اصحاب السبت یعنی سنیچر کے دن والے۔ ان کا قصہ قرآن پاک میں سورہ اعراف میں مذکور ہے اور سورۂ بقرہ میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے جو مختصر طور پر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اجازت تھی کہ سنیچر کے دن کے

علاوہ باقی تمام دنوں میں مچھلی کا شکار کریں۔ سبت سنیچر کے دن کو کہتے ہیں تو بنی اسرائیل کو ان کی شریعت میں سنیچر کے دن شکار اور دنیوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو برس بعد بنی اسرائیل کی ایک بستی کے لوگوں نے جو کسی دریا کے کنارے بستے تھے ہفتہ کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا اور وہ اس حیلہ سے کہ دریا میں سے پانی کی نالیاں بنا دیں اور ہفتہ کے روز سے پہلے ان نالیوں کے منہ کھول دیتے چونکہ ان کی آزمائش اللہ تعالیٰ کو منظور تھی اس لئے دریا میں ہفتہ ہی کے روز خاص طور پر سے مچھلیاں بکثرت آتیں اور دنوں میں بہت کم آتیں۔ تو ہفتہ کے دن مچھلیاں دریا میں سے ان نالیوں میں آ جاتیں اگلے دن اتوار کو وہ ان نالیوں میں سے مچھلیاں جمع کر لیتے ان کے دین دار اور سمجھدار مذہبی پیشواؤں نے انہیں منع بھی کیا کہ اس حیلہ بازی کو ترک کر دو۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور ان کی اس چالبازی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور ان کے چہرے بندروں جیسے ہو گئے اور بعد میں وہ سب مر گئے۔ تو یہود کو اللہ تعالیٰ کی اس لعنت سے ڈرایا گیا جو بنی اسرائیل میں اصحاب سبت پر پڑ چکی تھی بعجہ ان کی نافرمانی کے۔

سب سے بڑا گناہ جو بخشا نہ جائے گا

آگے دوسری آیت میں تمام بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل کتاب کو خصوصاً سب سے بڑے گناہ کفر و شرک کے متعلق آگاہ کیا گیا۔ یہ عظیم ترین گناہ جو اگر توبہ نہ کی گئی تو کسی صورت میں بخشا نہ جائے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہ خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بغیر توبہ کے بھی اس کے کبیرہ و صغیرہ بخش دیں خواہ تھوڑا بہت عذاب دے کر یا بلا عذاب لیکن شرک کبھی نہیں بخشا جائے گا۔

قرآن وحدیث اور اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔ یعنی کفر و شرک سے اگر توبہ نہ کی گئی تو یہ قابل مغفرت اور معافی نہیں بلکہ ان کی سزا دائمی عذاب اور جہنم ہے اور بلا توبہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ توبہ سے تو سو سال کا کفر و شرک بھی ایک منٹ میں معاف ہو جاتا ہے۔ یہاں جو قانون الٰہیہ بتلایا گیا ہے وہ کفر و شرک کا بلا توبہ کے قابل مغفرت نہ ہونا ہے۔

دین اسلام کے بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا یہ ایمان ہے اور ان بدیہی مسلمات میں کسی ایک بات کے انکار کا نام کفر ہے پس ایمان کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ دین کے تمام بدیہی مسلمان قلب اور زبان سے مان لئے جائیں اور کفر کی صورتیں بہت ہیں۔ یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لئے سب سے بدنما داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی ذات۔ اس کی صفات' اس کی عبادت' اس کی حدود عظمت' یا اس کے احکام میں کسی اور شریک بنا لینا۔ گویا شرک توحید کے برعکس اور منافی بات ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان سے نوازا۔ اے اللہ ہم کو اس نعمت اسلام کی قدر دانی نصیب فرما اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احکام کا فرمانبردار بنا کر زندہ رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔ یا اللہ ہم سے جو اب تک گناہ اور خطائیں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت سے ہم سب کو دین و دنیا میں نواز دے۔ یا اللہ آپ کا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت میں شامل ہونا نصیب فرمایا۔ اور اپنے تمام انبیاء اور کتب پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو ایمان حقیقی نصیب فرما اور اپنی ذات پاک کی صفات کی معرفت کاملہ عطا فرما اور اس امر کا یقین کامل نصیب فرما کہ بیشک آپ کا جو حکم ہوتا ہے وہ صادر ہو کر رہتا ہے آپ کے فیصلہ کو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ ٹال سکتا ہے۔ یا اللہ ہمارے حق میں ہدایت اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح کا فیصلہ اور حکم فرما دے اور ہمارے لئے دائمی ٹھکانا اپنی رضا کے مقام جنت عالیہ میں مقدر فرما دے اور جہنم کے آزار جو کفار و مشرکین کے لئے مقدر ہو چکے ان سے ہمیں بچا لے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝۴۹

اے مخاطب کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلادیں اور اُن پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِينَ	يُزَكُّونَ	أَنْفُسَهُمْ	بَلِ	اللَّهُ	يُزَكِّي	مَنْ	يَشَاءُ	وَلَا يُظْلَمُونَ	فَتِيلًا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کی)	وہ جو کہ	پاک۔ مقدس کہتے ہیں	اپنے آپ کو	بلکہ	اللہ	مقدس بناتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور ان پر ظلم نہ ہوگا	دھاگے برابر

انْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُبِينًا ۝۵۰ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

دیکھو تو یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور یہی بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے اے مخاطب کیا تو اُن لوگوں کو نہیں دیکھا

انْظُرْ	كَيْفَ	يَفْتَرُونَ	عَلَى اللَّهِ	الْكَذِبَ	وَكَفَىٰ	بِهِ	إِثْمًا	مُبِينًا	أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِينَ
دیکھو	کیسا	باندھتے ہیں	اللہ پر	جھوٹ	اور کافی ہے	یہی	گناہ	صریح	کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کو)	وہ لوگ جو

أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں

أُوتُوا	نَصِيبًا	مِنَ	الْكِتَابِ	يُؤْمِنُونَ	بِالْجِبْتِ	وَالطَّاغُوتِ	وَيَقُولُونَ	لِلَّذِينَ كَفَرُوا
دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	وہ مانتے ہیں	بُت (جمع)	اور سرکش (شیطان)	اور کہتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)

هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝۵۱ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَنْ

کہ یہ لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے اور خدا تعالیٰ

هَٰؤُلَاءِ	أَهْدَىٰ	مِنَ	الَّذِينَ آمَنُوا	سَبِيلًا	أُولَٰئِكَ	الَّذِينَ	لَعَنَهُمُ	اللَّهُ	وَمَنْ
یہ لوگ	راہ راست پر	سے	جو لوگ ایمان لائے (مومن)	راہ	یہی لوگ	وہ لوگ جو	ان پر لعنت کی	اللہ	اور جس پر

يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۝۵۲	يَلْعَنِ	اللَّهُ	فَلَنْ	تَجِدَ لَهُ	نَصِيرًا
جس کو ملعون بنادے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے	لعنت کرے	اللہ	تو ہرگز نہیں	تو پائے گا اس کا	کوئی مددگار

یہودیوں کی خودفریبی کا جواب

جب یہود نے قرآن مجید کی گذشتہ درس میں بیان کی ہوئی آیت یعنی إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ سنی تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ ہم تو مومن خالص اور خالص اللہ کے بندے اور پیغمبروں کی اولاد میں سے ہیں۔ پیغمبری ہماری میراث ہے۔ تقدس ہمارا نسلی حق ہے۔ ہم پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ ہمارے رات کے گناہ صبح تک خودبخود پاک ہو جاتے ہیں اور جو گناہ ہم دن میں کرتے ہیں وہ شام کو محو کر دیئے جاتے ہیں۔ ہم خدا کے بیٹے اور دوست ہیں۔ جنت میں ہمارے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ ان کے ان تمام باطل خیالات کی تردید میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ ان آیات زیر تفسیر میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''اے مخاطب کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا یعنی تعجب کے قابل ہیں جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں یعنی یہ لوگ خودبخود اپنی تعریفیں کرتے اور پاک دامن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ خودبخود پاکدامنی

کا دعویٰ کرنے سے معصومیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ ایک دوسرے کو پاکیزہ مقدس بنا سکتے ہیں۔ نہ ایک کے کہنے سے دوسرا پاکدامن ہو سکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں یعنی تزکیہ اور پاکی تو صرف خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو خدا تعالیٰ پاکدامنی اور پرہیز گاری کی توفیق عطا فرماتا ہے وہ حسب مشیت الٰہی پاکدامن ہو جاتا ہے ورنہ یہود کی طرح ایک کا دوسرے کو پاکدامن کہنا بے سود ہے پاک وہی ہے جس کو خدا پاک کرے اور پاک کہے"۔

اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومن کو مقدس بتلا چکے ہیں۔ جیسے تیسویں پارہ سورہ اعلیٰ میں اشقی یعنی کافر کے مقابلہ میں مومن کی نسبت فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى پس وہی مقدس ہو گا نہ کہ کفر کرنے والے جیسے یہود ہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:

"ان یہود کو قیامت میں اس جھوٹے دعوے پر جس کا منشا کفر کو ایمان سمجھنا ہے جو سزا ہو گی اس سزا میں ان پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہو گا یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ایسے جرم پر ایسی ہی سزا لائق ہے۔"

آگے ارشاد ہوتا ہے "ذرا دیکھنے کی بات ہے کہ اپنے دعوے میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور افترا پردازی اور بہتان تراشی کرتے ہیں کہیں اپنے کو اولاد خدا کہتے ہیں کہیں محبان خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور باوجود بدکار ہونے کے اپنے کو معصوم کہتے ہیں اور باوجود اس افترا بندی کے مقدس اور مقبول الٰہی ہونے کے مدعی ہیں ان کی یہی بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے اس سے زیادہ واضح گناہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک تو خدا پر اتہام لگائیں کفر و شرک کریں اور پھر اس سے انکار کریں اور تقدس کا دعویٰ کریں۔"

علم کے باوجود شرک کی حمایت کی سزا

روایات میں ہے کہ بدر کی شکست سے کعب بن اشرف جو مدینہ میں یہود کا سردار تھا بہت گھبرایا اس لئے ستر یہود کے ساتھ مشرکین مکہ کے پاس پہنچا تاکہ قریش کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کرے۔ مکہ پہنچ کر کعب بن اشرف تو ابوسفیان کے گھر ٹھہرا اور باقی یہودی دیگر کفار قریش کے مکانوں میں ٹھہرے۔ جنگ کے بارہ میں باہمی تبادلہ خیالات ہوا۔ ابوسفیان نے کعب بن اشرف کے عزائم معلوم کئے جس کے جواب میں اس نے کہا کہ ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے یہودیوں سے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھی کتاب ہے ممکن ہے کہ تم ہم سے مکر کرتے ہو اس لئے جب تک تم ہمارے دونوں بتوں جبت اور طاغوت کو سجدہ نہ کرو اس وقت تک ہم تمہارے ساتھی نہ ہوں گے۔ چنانچہ کعب بن اشرف نے مشرکین کو خوش کرنے کے لئے اس شرک کا ارتکاب بھی کر لیا۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ تم لکھے پڑھے ہو اور ہم ان پڑھ ہیں اچھا یہ بتلاؤ کہ ہم صحیح راستہ پر ہیں یا محمد؟ کعب بن اشرف نے کہا کہ اپنے دین کی کچھ تفصیلات بیان کرو۔ اس پر ابوسفیان نے جواب دیا ہم خانہ کعبہ کے متولی اور خدمت گزار ہیں۔ ہم حجاج کے لئے قربانی کرتے ہیں ان کو پانی پلاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں نیز ہم اہل حرم ہیں۔ برخلاف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہ وہ اپنے آبائی مذہب اور حرم دونوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور رشتہ ناطہ توڑ کر قطع رحمی کے مرتکب ہیں ہمارا دین پرانا اور ان کا مذہب نیا ہے۔ اس پر کعب بن اشرف یہودی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی بہ نسبت تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو اسی کے متعلق آیت ۵۱-۵۲ میں بیان کیا گیا کہ انہوں نے محض مشرکین کی خوشنودی کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔ ان کے اس طرح طریقہ کفر کو طریقہ اسلام سے افضل و بہتر کہنے پر ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور خدائی پھٹکار کے اثرات اس قوم پر دنیا میں بھی ظاہر ہوئے اور آخرت میں بھی عذاب سے ہم کنار ہونا پڑے گا۔

دعا کیجئے: اے اللہ دشمنان اسلام جو اہل اسلام کے درپے آزار ہیں ان کو دنیا اور آخرت میں ذلیل فرما۔ اور ان پر دنیا و آخرت میں اپنی لعنت فرما۔ اے اللہ اپنی ناراضگی کے ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے ہمیں بچالے اور ان تمام باتوں سے جن پر تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ ہم کو ان سے خصوصاً دور رکھئے اور کامل طور پر بچا لیجئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ

ہاں کیا اُن کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سو ایسی حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے یا دوسرے آدمیوں سے اُن چیزوں پر جلتے ہیں

أَمْ	لَهُمْ	نَصِيبٌ	مِّنَ	الْمُلْكِ	فَإِذًا	لَّا يُؤْتُونَ	النَّاسَ	نَقِيرًا	أَمْ	يَحْسُدُونَ	النَّاسَ
کیا	ان کا	کوئی حصہ	سے	سلطنت	پھر اس وقت	نہ دیں	لوگ	تل برابر	یا	وہ حسد کرتے ہیں	لوگ

عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم

جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے انکو بڑی بھاری

عَلَىٰ	مَا آتَاهُمُ	اللَّهُ	مِن	فَضْلِهِ	فَقَدْ آتَيْنَا	آلَ إِبْرَاهِيمَ	الْكِتَابَ	وَالْحِكْمَةَ	وَآتَيْنَاهُم
پر	جو انہیں دیا	اللہ	سے	اپنا فضل	سو ہم نے دیا	آل ابراہیم	کتاب	اور حکمت	اور انہیں دیا

مُّلْكًا عَظِيمًا ۝ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝

سلطنت بھی دی ہے سو اُن میں سے بعضے تو اس پر ایمان لے آئے اور بعضے ایسے تھے کہ اس سے رُوگردان ہی رہے اور دوزخ کی آتش سوزاں کافی ہے

مُّلْكًا	عَظِيمًا	فَمِنْهُم	مَّنْ آمَنَ	بِهِ	وَمِنْهُم	مَّن	صَدَّ	عَنْهُ	وَكَفَىٰ	بِجَهَنَّمَ	سَعِيرًا
ملک	بڑا	پھر ان میں سے	کوئی ایمان لایا	اس پر	اور ان میں سے	کوئی	رُکا رہا	اس سے	اور کافی	جہنم	بھڑکتی ہوئی آگ

شان نزول

یہود مدینہ یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور یہ ہر زمانہ میں ہمیں ہی ملنی چاہیے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عار سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم وفضل اور جاہ وجلال اور کمالات علمیہ اور عملیہ عطا فرمائے تھے اس پر یہود جلتے تھے اور کہتے تھے کہ حکومت وسلطنت ہمارا ہی حصہ ہے اور آخر کار ہمیں ہی مل کر رہے گی۔ یہود کے ان باطل خیالات کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اسی حسد اور بغض کی مذمت ہے اور ان کے حسد کو کئی وجوہ سے نامعقول قرار دیا گیا۔

یہودیوں کا حسد وبخل

یہاں ان آیات میں ایک بات تو یہ بتلائی گئی کہ کیا حکومت وسلطنت میں یہودیوں کا کچھ حصہ ہے کہ یہودی جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کی عزت گذشتہ واپس مل جائے اور جو حکومت وسلطنت ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے وہ پھر قبضہ میں آجائے تو یہ ان کا محض خیالی پلاؤ ہے اور بتلایا گیا کہ ان میں تو بخل اور کنجوسی کی صفت بد اس قدر جم گئی ہے کہ اگر ان کو حکومت وسلطنت کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے تو لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیں۔

پھر یہود کی اندرونی جلن اور حسد کو بتلایا گیا کہ مسلمانوں کی روز افزوں شوکت وترقی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کا بڑھتا ہوا زور دیکھ کر وہ لوگ جلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ نبوت وسلطنت تو ہمارا حصہ تھا۔ ہم اسرائیلی ہیں۔ ہمارے اسلاف ہی میں انبیاء وسلاطین گزرے ہیں۔ یہ اسماعیلی نسب سے نبی کیوں ہو گئے۔ اور ان کو یہ روز افزوں طاقت وعزت کیوں حاصل ہو گئی؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتلایا کہ درحقیقت نبوت وسلطنت وعزت خدا کا فضل ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے فضل سے نوازتے ہیں یہ خواہ مخواہ حسد سے جلے مرتے ہیں ایک وجہ تو یہود کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کے نامعقول ہونے کی یہ بتلائی گئی دوسری وجہ یہ بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے حضرت ابراہیمؑ کے خاندان والوں کو

کتاب آسمانی بھی دی ہے اور علم نبوت بھی دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی بڑی سلطنت بھی دی چنانچہ بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء گزرے جن میں بعض انبیاء سلاطین بھی ہوئے جیسے حضرت یوسفؑ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ تو اگر گذشتہ دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے گھرانہ کو بزرگی دی تو اب آپ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اسی گھرانہ میں سے ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی تو اولاد میں سے ہیں۔ پس اگر اب آپ کو کتاب ونبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو اس میں تعجب اور حسد کی کیا بات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

یہاں ان آیات میں یہود کے اس حسد سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا اس پر تسلی بھی فرمائی گئی کہ اگر آپ کے زمانہ میں آپ کی رسالت اور آپ کی کتاب یعنی قرآن کریم پر کچھ لوگ ایمان نہ لاویں تو رنج کی کوئی بات نہیں یہ معاملہ تو گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بھی تسلی دی گئی کہ اگر ان کفار اور حاسدین کو دنیا میں سزا کم ہوئی یا نہ بھی ہوئی تو کیا ہوا ان کے لئے آخرت میں جہنم کی جلانے والی آگ کی کافی سزا ہے۔ اس آگ سے فرار اور بچاؤ ان کے لئے ناممکن ہے۔

حسد نہایت بری خصلت ہے

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسد ایک نہایت مذموم اور قبیح خصلت ہے جس کی حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی اور حسد کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے آدمی سے کسی نعمت کے زوال کی تمنا اور خواہش کرنا اور یہ حسد کرنا شریعت اسلامیہ میں حرام ہے اور اس کی بڑی سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''تم حسد سے بچو اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے''

''حسد کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کو فارغ البالی یا راحت وآرام میں دیکھ کر کلسے اور اُس نعمت کے جاتے رہنے کو پسند کرے''۔

حسد کا علاج

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حسد ایک قلبی مرض ہے اور اس کا علاج ایک علمی ہے اور ایک عملی ہے۔ علمی علاج تو یہ ہے کہ حاسد کو جاننا چاہیے کہ اس کا حسد اسی کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس محسود کا جس پر حسد کر رہا ہے کچھ بھی نہیں بگڑتا بلکہ اس کا تو اور نفع ہے کہ حاسد کی نیکیاں مفت میں اس کے ہاتھ آ رہی ہیں۔ برخلاف حاسد کے کہ اس کا دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔

اور عملی علاج حسد کا یہ ہے کہ حسد کا مقصود تو یہ ہے کہ تم محسود کی عیب جوئی کرو اور رنج وغم کے گھونٹ رات دن پیو لہٰذا تم نفس پر جبر کرو اور قصداً اس کے منشا کی مخالفت کر کے اس کی ضد پر عمل کرو۔ یعنی محسود کی تعریفیں بیان کرو اور اس کے سامنے تواضع اور اس نعمت پر خوشی ومسرت کا اظہار کرو جو اسے مرحمت ہوئی ہے جب چند روز بہ تکلف ایسا کرو گے تو محسود کے ساتھ تم کو محبت پیدا ہو جائے گی اور جب عداوت جاتی رہے گی تو حسد بھی نہ رہے گا اور اس رنج وغم اور کوفت سے تم کو نجات مل جائے گی جس میں حسد کی وجہ سے تم مبتلا ہو رہے تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور طفیل سے اہل اسلام کو جو عزت وشوکت حکومت وسلطنت عطا فرمائی تھی اس کو یا اللہ رہتی دنیا تک قائم رکھنا اور ہم کو اسلام کا سچا اتباع نصیب فرمانا۔ اور اپنے رسول پاک کا سچا اور پکا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمانا۔ اے اللہ دشمنان دین جو ہمیشہ سے اسلام اور اہل اسلام کے دشمن رہے ہیں ان سے ہماری حفاظت فرمانا۔ اے اللہ حسد وبغض جیسی ناپاک خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک فرما اور ہم کو ظاہراً وباطناً شریعت اسلامیہ کی پابندی کی دولت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا

بلاشک جو لوگ ہماری آیت کے منکر ہوئے ہم اُن کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے جب ایک دفعہ اُن کی کھال جل چکے گی تو ہم اُس پہلی کھال کی جگہ

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	بِآيَاتِنَا	سَوْفَ	نُصْلِيهِمْ	نَارًا	كُلَّمَا	نَضِجَتْ	جُلُودُهُمْ	بَدَّلْنَاهُمْ	جُلُودًا
بیشک	وہ لوگ	کفر کیا	ہماری آیتوں کا	عنقریب	ہم انہیں ڈالیں گے	آگ	جس وقت	پک جائیگی	ان کی کھالیں	ہم بدل دیں گے	کھالیں

غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۵۶ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

فوراً دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ عذاب ہی بھگتتے رہیں بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے

غَيْرَهَا	لِيَذُوقُوا	الْعَذَابَ	إِنَّ	اللَّهَ	كَانَ	عَزِيزًا	حَكِيمًا	وَالَّذِينَ	آمَنُوا	وَعَمِلُوا	الصَّالِحَاتِ
اس کے علاوہ	تاکہ وہ چکھیں	عذاب	بیشک	اللہ	ہے	غالب	حکمت والا	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ

ہم اُن کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اُن کے واسطے اُن میں پاک صاف بیبیاں ہوں گی

سَنُدْخِلُهُمْ	جَنَّاتٍ	تَجْرِي	مِنْ تَحْتِهَا	الْأَنْهَارُ	خَالِدِينَ	فِيهَا	أَبَدًا	لَهُمْ	فِيهَا	أَزْوَاجٌ
ہم عنقریب انہیں داخل کرینگے	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ	ان کے لئے	اس میں	بیبیاں

مُطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ۝۵۷	مُطَهَّرَةٌ	وَنُدْخِلُهُمْ	ظِلًّا	ظَلِيلًا	
اور اُن کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کریں گے	پاک ستھری	اور ہم انہیں داخل کریں گے	چھاؤں	گھنی	

کافروں کی سزا

ان آیات میں مطلق مومن اور غیر مومن کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمائی جاتی ہے تاکہ کفر سے ترہیب کے ساتھ ایمان کی طرف ترغیب ہو جائے۔ پہلے منکرین اسلام و قرآن کا بیان ہوتا ہے جس میں تمام کفار آ گئے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا پارسی، تمام منکرین حق کے لئے آخرت یک سزا کی وعید شدید سنائی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"بلاشک جو لوگ ہماری آیات و احکامات کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے۔ اور وہاں ان کی برابر یہ حالت رہے گی کہ جب ایک دفعہ ان کی کھال آگ سے جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری تازی کھال پیدا کر دیں گے تاکہ ہمیشہ عذاب ہی بھگتتے رہیں۔ بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں کہ وہ ایسی سزا دے سکتے ہیں اور حکمت والے ہیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے اپنی کتاب "علامات قیامت" میں لکھا ہے کہ اہل جہنم کے جسم بہت چوڑے چکلے بنا دیئے جائیں گے تاکہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے۔ مثلاً جلانا، کچلنا، سانپ بچھوؤں کا کاٹنا، کانٹوں کا چبھونا، کھال کا چیرنا، مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ اور بسبب شدت گرمی آگ کے ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے۔ یہاں تک کہ اس ایک ساعت میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے مگر جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے صرف گوشت پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا اور غم و حسرت و ناامیدی کی

تکلیفات علیحدہ بقدر جسامت برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھالیں بیالیس بیالیس گز موٹی ہوگی۔ ڈانت پہاڑوں کے مانند بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت کے برابر جگہ گھیریں گے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور جہنم کی آگ کی شدت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جائے کہ جو حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولہے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا حالانکہ وہ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا اور ایک حدیث میں ہے کہ اس دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

مومنوں کی جزاء

اوپر پہلی آیت میں کفار کے عذاب کا اظہار کیا گیا تھا اور کفر و نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا تھا اب دوسری آیت میں ان کے مقابلہ میں مومنوں کی نیکوکاریاں اور اطاعت شعاری کا ثواب اور جزاء بیان کیا جاتا ہے۔

یہاں اس آیت میں بھی اور قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات میں ہر جگہ اٰمنوا کے ساتھ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بھی مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ آخرت کی نعمتوں کی جو بشارات دی گئی ہیں ان کے حصول کے لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی شرط لگی ہوئی ہے۔ الغرض یہاں مومنین کا انجام بیان ہوا کہ وہ بہشت کے ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے کہ جس کے چپہ چپہ پر نہریں جاری ہوں گی کہ جہاں چاہیں انہیں لے جائیں۔ اپنے محلات میں باغات میں غرض جہاں جی چاہے وہیں وہ نہریں بہنے لگیں گی۔ پھر یہ تمام جنت کی نعمتیں ابدی اور پائیدار ہوں گی نہ انہیں زوال آئے گا نہ ان میں کمی ہوگی۔ نہ وہ واپس لی جائیں گی نہ کبھی فنا ہوں گی نہ سڑیں نہ بگڑیں نہ خراب ہوں نہ ختم ہوں۔

جنت کی حوریں اور گنجان سایہ

یہاں آیت میں اہل جنت کے لئے دو نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک ازواج مطہرہ اور دوسرے "ظِلًّا ظَلِيْلًا" یعنی پاک صاف بیبیاں اور گنجان سایہ۔ ازواج مطہرہ کی تفسیر میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتیں پاک ہوں گی یعنی وہ حیض و نفاس کی گندگی اور پلیدی سے میل کچیل سے بو باس رذیل صفتوں اور برے اخلاق سے پاک صاف ہوں گی۔ دوسری نعمت اہل جنت کے لئے گنجان سایہ بتلایا گیا۔ یعنی جنت میں نہ گرمی ہوگی نہ سردی بلکہ ایسا آرام ملے گا جیسا سایہ میں بیٹھ کر ملتا ہے۔ ملک عرب چونکہ نہایت گرم ہے اس لئے وہاں کے لوگ سایہ کو غایت درجہ کی راحت و نعمت جانتے ہیں تو جنت کے سایہ کی صفات یہ ہوں گی کہ وہ بہت گھنے اور لمبے چوڑے سایہ ہوں گے جو بہت فرحت والے بڑے سرور والے۔ راحت افزا اور دل خوش کن ہوں گے۔

جنت میں چاند سورج کی روشنی نہ ہوگی بلکہ عرش کے نور کی روشنی ہوگی۔ اور روشنی اور دھوپ کے لئے خاص آفتاب کا وجود ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نور اور تیز روشنی پیدا فرما دے۔ اخروی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ ہمیں ایمان کی حقیقت نصیب فرما اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ آپ نے اپنے نیک اور مومن بندوں کے لئے جن نعمتوں کے وعدے فرمائے ہیں اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان نعمتوں میں حصہ عطا فرما دے اور اپنی پاک جنت میں ہمارا بھی بے حساب داخلہ ہونا نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰٓى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو اُن کے حقوق پہنچادیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو

إِنَّ	اللّٰهَ	يَأْمُرُكُمْ	أَنْ	تُؤَدُّوا	الْأَمٰنٰتِ	إِلٰٓى	أَهْلِهَا	وَإِذَا	حَكَمْتُمْ	بَيْنَ	النَّاسِ	أَنْ	تَحْكُمُوْا
بیشک	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	کہ	پہنچاؤ	امانتیں	طرف (کی)	امانت والے	اور جب	تم فیصلہ کرنے لگو	درمیان	لوگ	تو	تم فیصلہ کرو

بِالْعَدْلِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝

بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلاشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں

	بِالْعَدْلِ	إِنَّ	اللّٰهَ	نِعِمَّا	يَعِظُكُمْ	بِهٖ	إِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	سَمِيْعًا	بَصِيْرًا	
	انصاف سے	بیشک	اللہ	اچھی	نصیحت کرتا ہے تمہیں	اس سے	بیشک اللہ	ہے	سننے والا	دیکھنے والا	

شان نزول

۲۰ رمضان یوم جمعہ ۸ ھ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور آپ اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو عثمان بن طلحہ کو جو خانہ کعبہ کی کنجی رکھتے تھے اور زمانہ جاہلیت سے بیت اللہ کے کلید بردار تھے۔ ان کو بلایا اور ان سے بیت اللہ کی کنجی طلب کی۔ انہوں نے دینی چاہی اتنے میں حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ اب یہ کنجی مجھے سونپ دیجئے تاکہ میرے گھرانے میں حاجیوں کو زم زم پلانا اور کعبہ کی کنجی کا رکھنا دونوں باتیں جمع ہو جائیں یہ سنتے ہی عثمان بن طلحہ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کنجی طلب کی پھر وہی واقعہ ہوا۔ آپ نے سہ بار طلب کی اس پر عثمان بن طلحہ نے یہ کہہ کر دی کہ اللہ کی امانت کے ساتھ آپ کو دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا دروازہ کھولا اندر تشریف لے گئے اور وہاں جو بت اور تصویریں تھیں سب اتروا کر باہر پھنکوایا ان تمام چیزوں کو مٹوا کر آپ باہر آئے اور خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں اس کی خدائی میں کوئی بھی ساجھی اور شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور کفر کی ساری فوجوں کو شکست دی۔ آج کفر کے سارے فخر و غرور خون کے سارے پرانے انتقام اور ایام جاہلیت کے کل جانی اور مالی دعوے و جھگڑے میرے پاؤں تلے کچل دیئے گئے اب صرف دو عہدے باقی رہیں گے ایک خانہ کعبہ کی خدمت اور کلید برداری اور دوسرے حاجیوں کو زم زم پلانے کا منصب۔ اس خطبہ کو آپ پورا فرما کر بیٹھے ہی تھے۔

حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ حضور کنجی مجھے عنایت فرمائی جائے تاکہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو زم زم پلانے کا منصب دونوں یکجا میرے گھر میں جمع ہو جائیں لیکن آپ نے انہیں کنجی نہیں دی اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ ابھی دو پھیرے ہی ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مبارک کی تلاوت شروع کی۔ آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور ارشاد ہوا کہ لو عثمان ہمیشہ کے لئے یہ خدمت تمہارے سپرد ہے۔ آج کا دن وفا کا نیکی کا اور سلوک کا دن ہے۔ اس پر عثمان بن طلحہ کو بڑا تعجب ہوا لیکن جب حضرت علیؓ نے یہ آیت انہیں تلاوت کر کے سنائی تو بے ساختہ عثمان بن طلحہ مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہی کے گھرانہ اور نسل میں آج تک کعبۃ اللہ کی کنجی رکھنے کا منصب چلا آ رہا

ہے۔ حضرت عثمان بن طلحہ کا خود اپنا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم پیر اور جمعرات کے روز بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے اور لوگ اس میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ہجرت سے پہلے ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے تشریف لائے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جانے سے روکا اور انتہائی ترشی دکھائی لیکن آپ نے بڑی بردباری کے ساتھ ان سخت کلمات کو برداشت کیا اور پھر فرمایا۔ عثمان! شاید تم ایک روز یہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے جبکہ مجھے اختیار ہوگا کہ جس کو چاہوں کنجی سپرد کردوں۔ اس وقت اس پر میں نے کہا کہ اگر ایسا ہوگیا تو قریش ہلاک اور ذلیل ہوجائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اس وقت قریش آباد اور عزت والے ہوجائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے بیت اللہ میں تشریف لے گئے اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کرلیا لیکن میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے پائے۔ وہ سب کے سب مجھے سخت ملامت کرنے لگے اس لئے میں اپنے ارادہ کو پورا نہ کرسکا۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب کی جو میں نے پیش کردی۔ بیت اللہ میں داخلہ اور وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو پھر کنجی مجھ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس قیامت تک رہے گی۔ حضرت عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ جب میں نے کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپ نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا کیوں عثمان جو بات میں نے تم سے کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اب مجھے وہ بات یاد آگئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے فرمائی تھی کہ ایک روز تم یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے اور مجھے اختیار ہوگا میں جس کو چاہوں دوں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک آپ کا ارشاد پورا ہوا اور اس وقت میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

امانت کی اہمیت

آیت کے پہلے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔

اس کا تشریحی اردو ترجمہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے یوں کیا ہے۔ اے اہل حکومت خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو یا بہتوں پر بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں پہنچادیا کرو" اور لفظی ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچادیا کرو۔ تو آیت کے اس جملہ کے مخاطب خاص امراء و حکام اور اہل حکومت بھی ہیں اور عام مسلمان میں ہر وہ شخص بھی مخاطب ہے جو کسی امانت کا امین ہے۔

امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا جاتا ہے بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں۔ چنانچہ آیت کے نزول کے واقعہ جو ابھی ذکر کیا گیا۔ خود اس میں بھی کوئی مالی امانت نہ تھی۔ بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا بلکہ یہ کنجی بیت اللہ کی خدمت کے ایک منصب اور عہدہ کی نشانی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں جس کے امین امراء حکام اور اہل حکومت ہوئے اور اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی اور تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دیدیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ

نقل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے (جمع الفوائد)

حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے المجالس بالامانۃ یعنی مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونا چاہئیں مطلب یہ ہے کہ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے۔ اہل مجلس کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا پھیلانا جائز نہیں اور اگر اس کے خلاف کیا جائے تو یہ بھی ایک طرح امانت میں خیانت ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے یعنی مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو اگر جان بوجھ کر خلاف اور غلط مشورہ دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہو گیا۔

قرآن پاک کے اس جملہ میں لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال کر کے ان سب امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔ اس لئے علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ امانت کی حقیقت یہ ہے کہ جس کسی کا جو حق تم پر واجب ہو اس کو طیب خاطر کے ساتھ ادا کر دینا کہ کسی امانت میں خیانت روا نہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ انسان کے معاملات کی کل تین قسمیں ہیں (ایک) یا تو انسان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے (دوم) یا دوسرے لوگوں کے ساتھ ہے اور (تیسرے) یا اپنے نفس کے ساتھ ہے تینوں قسموں میں امانت کی رعایت ہر انسان پر فرض ہے۔

قرآن کریم میں جابجا امانت ادا کرنے کی تاکید آئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ادائے امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو لا ایمان لمن لا امانۃ لہ' ولا دین لمن لا عھد لہ' یعنی جس میں امانتداری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔

الغرض قرآن پاک کے اس ایک جملہ میں تمام اہل حقوق کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق انبیاء و صلحاء یا حقوق والدین و اقربا یا حقوق زوجین و اولاد۔ یا حقوق ہمسایگان یا حقوق اہل محلہ یا حقوق اہل شہر و اہل وطن و اہل مذہب یا خود اپنے نفس کے حقوق ہوں۔ بہر صورت کسی کی حق تلفی نہ کرنے اور ہر ایک کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

عدل وانصاف

دوسرا حکم دوسرے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ یعنی جب تم لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو عدل و انصاف کے ساتھ کیا کرو۔

یہاں ظاہر یہی ہے کہ اس حکم کا خطاب حکام امراء اور اہل حکومت کو دیا گیا ہے کہ جو اختلافات' نزاعات اور مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ وانصاف کے ساتھ کریں یعنی کسی دباؤ یا لالچ یا شناسائی یا عزیز داری یا سفارش کے اثر سے کسی کی جانب داری نہ کریں بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق احکام جاری کریں اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ یہاں اس جملہ میں حق تعالیٰ نے بین الناس فرمایا ہے یعنی جب انسانوں' لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو۔ بین المسلمین یا بین المومنین نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ ہو گیا کہ اختلافات و نزاعات اور مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم دوست ہوں یا دشمن۔ اپنے ہوں یا بیگانہ ہم وطن ہم رنگ یا ہم زبان ہوں یا غیر ہوں۔ فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے برتر و بالا ہو کر جو بھی حق و انصاف کا تقاضا ہو وہ فیصلہ کریں اور ذرہ برابر کسی کی رو رعایت نہ کریں۔

دنیا کے اعتبار سے عدل و انصاف کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ

حکومت کا بقا اور استحکام عدل و انصاف پر موقوف ہے حکومت کفر کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے اور چل سکتی ہے مگر ظلم و زیادتی اور ناانصافی کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

اور دین و آخرت کے اعتبار سے عدل و انصاف کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ عدل و انصاف قیامت کے دن حق تعالیٰ کے قرب و رضا اور اعزاز و اکرام کا ذریعہ ہے۔

حدیث شریف میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حاکموں کو قیامت کے دن نور کے ممبروں پر بٹھایا جائے گا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات شخصوں کو عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے جبکہ سوائے عرش کے کہیں سایہ نہ ہوگا۔ منجملہ ان سات کے ایک عادل فرماں روا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک مظلوم کی دوسرے عادل فرماں رواں کی اور تیسرے روزہ دار کی۔

آگے ان احکام کی تاکید میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا بلاشک اللہ تعالیٰ سننے والے اور دیکھنے والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو جو لوگوں کی امانت و حقوق اور ان کے درمیان تصفیہ و فیصلہ کے متعلق تم سے صادر ہوتے ہیں خوب سنتے ہیں اور تمہارے افعال کو جو ان معاملات میں تم سے صادر ہوتے ہیں خوب دیکھتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حکم کے خلاف کرو گے یا کوتاہی کرو گے تو سزا کے مستحق ہو گے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی جملہ حقوق واجبہ کے خاطر خواہ ادا کرنے کی فکر اور توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اب تک ہم سے جو کوتاہیاں اس باب میں سرزد ہوئی ہوں ان کے تدارک کا عزم عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک کے جملہ احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم و ہمت نصیب فرما اور ہمارے حاکم و محکوم چھوٹے و بڑے سب کو شریعت اسلامیہ کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ

اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اُولی الامر ہیں اُن کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف

يَٰٓأَيُّهَا	ٱلَّذِينَ	ءَامَنُوٓا۟	أَطِيعُوا۟	ٱللَّهَ	وَأَطِيعُوا۟	ٱلرَّسُولَ	وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ	مِنكُمْ	فَإِن	تَنَٰزَعْتُمْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے (ایمان والے)	اطاعت کرو	اللہ	اور اطاعت کرو	رسول	صاحب حکومت	تم میں سے	پھر اگر	تم جھگڑ پڑو

فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ

کرنے لگو تو اُس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ

فِى شَىْءٍ	فَرُدُّوهُ	إِلَى ٱللَّهِ	وَ	ٱلرَّسُولِ	إِن	كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ	بِٱللَّهِ	وَٱلْيَوْمِ	ٱلْءَاخِرِ	ذَٰلِكَ
کسی بات میں	تو اسکو رجوع کرو	اللہ کی طرف	اور	رسولؐ	اگر	تم ایمان رکھتے ہو	اللہ پر	اور روز	آخرت	یہ

خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝	خَيْرٌ	وَأَحْسَنُ	تَأْوِيلًا	
امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے	بہتر	اور بہت اچھا	انجام	

شانِ نزول

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک دستہ حضرت خالد بن ولید کی قیادت اور سرداری میں جہاد پر روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے جب اسلامی لشکر منزل مقصود کے قریب پہنچا تو اخیر رات میں ایک پڑاؤ پر قیام کیا اور خیال کیا کہ علی الصباح کفار کی بستی پر حملہ کر دیں گے۔ کسی جاسوس سے کفار کو یہ اطلاع مل گئی اور وہ لوگ صبح ہونے سے قبل ہی بھاگ گئے اور تمام بستی ویران کر گئے۔ صرف ایک شخص وہاں باقی رہ گیا۔ اول اس نے تمام بستی کے بھاگے ہوئے لوگوں کا سامان اور اسباب جلوا دیا پھر رات کو ہی مسلمانوں کی فوج میں آ کر حضرت عمار بن یاسر سے ملا اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا کہ میری قوم کو جب تمہاری آمد کی خبر معلوم ہوئی تو سب لوگ بھاگ گئے۔ صرف میں باقی رہ گیا اور اس وقت حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اگر میرا یہ ایمان میرے لئے کل کو سودمند ہو سکتا ہے تو مجھے اطمینان دلا دیجئے ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھاگ جاؤں۔ حضرت عمار نے فرمایا ہاں تمہارا ایمان تمہارے لئے مفید ہوگا۔ تم اطمینان رکھو۔ بالآخر جب صبح ہوئی تو مسلمانوں کے سپہ سالار نے کافروں کی بستی پر یورش کی لیکن وہاں سوائے اسی ایک مرد کے اور کوئی موجود نہ تھا۔

حضرت خالد نے اسی کو گرفتار کرالیا۔ حضرت عمار کو جب یہ خبر پہنچی تو حضرت خالد سے کہنے لگے اس شخص کو چھوڑ دو یہ مسلمان ہو گیا ہے۔ اور میری امان میں ہے۔ حضرت خالد بولے تم امان دینے والے کون ہو۔ سپاہ سالار امیر لشکر میں ہوں الغرض آپس میں کچھ بات بڑھی اور معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار کی امان دہی کا حکم برقرار رکھا اور فرمایا پھر کبھی کسی امیر کے خلاف امان نہ دینا۔ حضرت خالد کی تیز کلامی پر حضورؐ نے فرمایا اے خالد اپنی زبان روکو۔ یاد رکھو جو عمار کو برا بھلا کہے گا وہ خدا کا دشمن ہے اور جو عمار پر لعنت کرے گا وہ خود ملعون ہوگا۔ پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ حضرت عمار آگے آگے ہیں اور حضرت خالد ان کو منانے کے لئے خوشامد کر رہے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

37

اسلام کے سیاسی نظام کی روح

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یہاں اس آیت میں جو اسلام کے سیاسی اور ملکی نظام کی روح اور اصل الاصول کی کنجی ہے۔ تین باتوں کا حکم ہو رہا ہے:

(۱) اَطِیْعُوا اللّٰهَ یعنی اللہ کی اطاعت جو اس کے بھیجے ہوئے قانون اور احکام یعنی قرآن مجید کی اطاعت کرنے سے ہوگی جو چیز قرآن میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو چیز حرام ہے اس کو حرام جانو یعنی قرآن کو دستور العمل بنالو۔

اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت) یہ آپ کے احکام کی تعمیل سے ہوگی آپ کا اتباع اور پیروی آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلنے اور اس کے موافق زندگی گزارنے سے نصیب ہوگی۔

وَاُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت بعض کے نزدیک اس سے مراد مسلمان حکام وسلاطین مراد ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے اور جو شریعت اسلامیہ کے مطابق احکام نافذ کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر خود بھی عمل پیرا ہیں اور دوسروں کو بھی عامل بناتے ہیں۔ بعض کے نزدیک علمائے دین فقہاء، مفتی، قاضی مراد ہیں جو خود بھی عادل ہوں اور شریعت کے موافق حکم دیتے ہوں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے۔ یعنی علماء وفقہاء کو بھی اور امراء وحکام کو بھی کیونکہ احکام امر ونہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تو ایسے علمائے دین یا عادل سلاطین کے احکام کی تعمیل بھی لازم ہے۔

باہمی اختلاف کا حل

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی کسی بات میں تمہارے درمیان کچھ اختلاف ہو جائے تو چاہیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس کا فیصلہ تلاش کرو۔ اللہ کی کتاب اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے صحیح ہونے کا حکم دیں وہ صحیح ہے باقی غلط۔ پس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ عزوجل کا حکم ہو رہا ہے کہ مسلمان جس معاملہ میں آپس میں اختلاف کریں خواہ وہ اصول میں سے ہو یا فروع میں سے اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب اور سنت کو حاکم مان لیا جائے اور ان کا حکم قبول کرلیا جائے۔ اور اس امر کی تاکید کے لئے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی امور نزاعیہ میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا ایمان باللہ اور تصدیق قیامت کی علامت ہے جو شخص خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ اگر باہم کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچ لے اور جو فیصلہ قرآن وحدیث رسول اللہ سے مل جائے اس کو قبول کرلے

آخر میں ارشاد ہوتا ہے ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا یہ امور جو مذکور ہوئے یعنی اطاعت اللہ کی۔ رسول کی، اولی الامر کی اور حوالہ کرنا تنازعات کا کتاب اور سنت کی طرف یہ سب امور دنیا میں بھی بہتر ہیں اور آخرت میں بھی ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ دنیا میں امن راحت اور آخرت میں نجات وسعادت۔

دعا کیجئے:

اے اللہ ہمارے حاکموں کو عدل وانصاف کی صفت عطا فرما۔ اور ان کو صحیح معنیٰ میں اولی الامر بننے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہم کو اپنے اختلافات قرآن وحدیث کے احکام کے ماتحت دور کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور ہر اختلافی اور نزاعی معاملہ میں ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع ہونے اور قرآن وسنت کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اُس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِينَ	يَزْعُمُونَ	أَنَّهُمْ	آمَنُوا	بِمَا أُنْزِلَ	إِلَيْكَ	وَمَا أُنْزِلَ	مِنْ قَبْلِكَ
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کو)	وہ لوگ جو	دعوٰی کرتے ہیں	کہ وہ	ایمان لائے	اس پر جو نازل کیا گیا	آپ کی طرف	اور جو نازل کیا گیا	آپ سے پہلے

يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ

نازل کی گئی حالاں کہ اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں باوجودیکہ اُنکو یہ حکم ہوا ہے کہ اُس کو نہ مانیں اور شیطان اُن کو بھٹکا کر

يُرِيدُونَ	أَنْ	يَتَحَاكَمُوا	إِلَى	الطَّاغُوتِ	وَقَدْ أُمِرُوا	أَنْ	يَكْفُرُوا	بِهِ	وَيُرِيدُ	الشَّيْطَانُ
وہ چاہتے ہیں	کہ	مقدمہ لے جائیں	طرف (پاس)	طاغوت (سرکش)	حالانکہ انہیں حکم ہو چکا	کہ	وہ نہ مانیں	اس کو	اور چاہتا ہے	شیطان

أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ

بہت دور لے جانا چاہتا ہے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ

أَنْ	يُضِلَّهُمْ	ضَلَالًا	بَعِيدًا	وَإِذَا	قِيلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	إِلَى	مَا أَنْزَلَ	اللَّهُ	وَإِلَى	الرَّسُولِ	رَأَيْتَ
کہ	انہیں بہکادے	گمراہی	دور	اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	آؤ	طرف	جو نازل کیا	اللہ	اور طرف	رسولؐ	آپ دیکھیں گے

الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ

منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں پھر کیسی جان کو بنتی ہے جب اُن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے اُن کی اس حرکت کی

الْمُنَافِقِينَ	يَصُدُّونَ	عَنْكَ	صُدُودًا	فَكَيْفَ	إِذَا	أَصَابَتْهُمْ	مُصِيبَةٌ	بِمَا	قَدَّمَتْ
منافقین	ہٹتے ہیں	آپ سے	رُک کر	پھر کیسی	جب	انہیں پہنچے	کوئی مصیبت	اس کے سبب جو	آگے بھیجا

أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

بدولت جو کچھ وہ پہلے کر چکے تھے پھر آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا کچھ اور مقصود نہ تھا سوائے اسکے کہ کوئی بھلائی نکل آوے اور موافقت نکل آوے یہ وہ لوگ ہیں کہ

أَيْدِيهِمْ	ثُمَّ جَاءُوكَ	يَحْلِفُونَ	بِاللَّهِ	إِنْ	أَرَدْنَا	إِلَّا	إِحْسَانًا	وَتَوْفِيقًا	أُولَٰئِكَ	الَّذِينَ
ان کے ہاتھ	پھر وہ آئیں آپ کے پاس	قسم کھاتے ہوئے	اللہ کی	کہ	ہم نے چاہا	سوائے (صرف)	بھلائی	اور موافقت	یہ لوگ	وہ جو کہ

يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ اُنکے دلوں میں ہے سو آپ اُن سے تغافل کر جایا کیجئے اور اُنکو نصیحت فرماتے رہیے، اور اپنے سے خاص اُنکی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے

يَعْلَمُ اللَّهُ	مَا	فِي قُلُوبِهِمْ	فَأَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَعِظْهُمْ	وَقُلْ	لَهُمْ	فِي أَنْفُسِهِمْ	قَوْلًا بَلِيغًا
اللہ جانتا ہے	جو	اُن کے دلوں میں	تو آپ تغافل کریں	ان سے	اور ان کو نصیحت کریں	اور کہیں	ان سے	ان کے حق میں	اثر کر جانے والی بات

شانِ نزول

واقعہ یہ تھا کہ مدینہ میں ایک مرتبہ ایک یہودی اور ایک منافق کا کسی معاملہ میں باہم جھگڑا ہو گیا۔ یہودی اس معاملہ میں حق پر تھا اس نے کہا کہ چلو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ان سے فیصلہ کرالیں۔ منافق جو بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا اس نے کہا کہ کعب بن اشرف جو مدینہ میں یہود کا سردار بنا ہوا تھا اس کے پاس چلو۔ اس معاملہ میں چونکہ یہودی حق پر تھا۔ اس نے جانا کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی کی رعایت نہ فرمائیں گے وہاں حق کے موافق فیصلہ ہو گا گو میں آپ سے مذہبی مخالفت رکھتا ہوں۔ منافق چونکہ باطل پر تھا اس نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تو میری بات چلے گی نہیں گو میں ظاہراً مسلمان ہوں مگر کعب بن اشرف خود کوئی حق پرست نہیں وہاں میرا مقدمہ سرسبز ہو جائے گا۔ مگر یہودی اس پر راضی نہ ہوا آخرکار وہ دونوں اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق وہاں سے باہر نکل کر یہودی سے کہنے لگا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں اور میں اس سے راضی نہیں اور یہودی سے کہا کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس وہ جو فیصلہ بھی کر دیں گے مجھے منظور ہو گا۔ منافق یہ سمجھا کہ حضرت عمرؓ کفار پر بہت سخت ہیں اور اس یہودی پر سختی فرمادیں گے اور میں کلمہ گو ہوں۔ اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے۔ یہودی اس پر راضی ہو گیا کیونکہ یہودی کو اطمینان تھا کہ گو عمر سخت ہیں مگر وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے تو ہے جب میں حق پر ہوں تو مجھ ہی کو غالب رکھیں گے۔ اس لئے یہودی نے انکار نہیں کیا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے وہاں یہودی نے سارا قصہ بیان کر دیا کہ یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلاس سے فیصل ہو چکا ہے اور حضور یہ فیصلہ فرما چکے ہیں مگر یہ شخص (یعنی منافق) اس پر راضی نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس منافق سے پوچھا کہ کیا یہی بات ہے۔ اس نے کہا ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں اور واپس آکر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں اور یہ کہہ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں سے ایک تلوار لے کر آئے اور اس منافق کو قتل کر دیا اور کہا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا یہ فیصلہ ہے۔ عام مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ پھر اس منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ پر دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس تو صرف اس لئے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرادیں۔ اور اس منافق کے کفر قولی اور فعلی کی تاویل کرنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت ظاہر فرما دی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس پر فاروق کا لقب عطا ہوا۔ اور حضرت عمرؓ پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں کی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے والے کی برائی

اس شخص کی مذمت فرمائی گئی کہ جو اسلام کا تو مدعی تھا مگر اس کا یہ دعوئے اسلام محض زبانی تھا۔ دل میں وہی کفر بھرا ہوا تھا جس کا ظہور جھگڑے کے وقت اس طرح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ لینے میں کتراتا تھا۔ اور یہودی سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانے کی تجویز و خواہش پیش کی۔ اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح اور حق فیصلہ فرما دیا تو اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ تو یہاں کعب بن اشرف کی طرف مقدمہ لے جانے کو شیطان کی طرف لے جانا قرار دیا یا تو اس وجہ سے کہ کعب بن اشرف یہودی خود ایک شیطان تھا اور یا اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ لینے کو چھوڑ کر کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ لینا یہ شیطان ہی کی تعلیم ہو سکتی ہے اس لئے آیت کے اخیر میں ہدایت فرما

دی کہ جو شخص شیطان کی پیروی کرے گا تو شیطان اس کو دور دراز کی گمراہی میں مبتلا کر دے گا۔

حضورؐ کا فیصلہ نہ ماننا مسلمان کا کام نہیں

دوسری آیت میں بتلا دیا کہ باہمی اختلاف اور نزاع کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی فیصلہ سے اعراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ ایسا کام کرنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے اور جب اس منافق کا کفر عملاً اس طرح کھل گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا تو اب وہ منافق نہیں رہا بلکہ کھلا کافر ہو گیا اور اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق کا اس کو قتل کرنا صحیح ہو گیا۔

جھوٹی حیلہ سازی

آگے تیسری آیت میں ان تاویلات باطلہ کا غلط ہونا واضح کیا گیا ہے جو شرعی فیصلہ کو چھوڑ کر غیر شرعی فیصلہ کی طرف رجوع ہونے والوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ یہاں اس واقعہ میں جب وہ منافق حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس منافق کے ساتھی قسمیں کھا کر تاویلیں کرنے لگے کہ مقتول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو ناحق سمجھ کر نہیں چھوڑا تھا بلکہ مقدمہ دوسری جگہ اس لئے لے گیا تھا کہ دونوں فریق کے لئے کوئی بھلائی کی صورت نکل آئے اور دونوں میں مصالحت ہو جائے لیکن حق تعالیٰ نے اس آیت میں واضح فرما دیا کہ یہ اپنی قسموں اور تاویلوں میں جھوٹے ہیں۔ مقتول نے جو کچھ کیا کفر و نفاق کی وجہ سے کیا۔

منافقوں کی نصیحت

آگے چوتھی آیت میں واضح فرما دیا گیا کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں جو کفر و نفاق پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہیں اور باخبر ہیں۔ اور ان کی تاویلیں اور قسمیں جھوٹی ہیں اس لئے حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کا رد کر دیا گیا اور حضرت عمرؓ پر اس منافق کو قتل کر دینے پر کوئی قصاص دیت واجب نہیں کی گئی اور منافقین کو بہرحال خیر خواہانہ نصیحت کر دینے اور اسلام کو مخلصانہ طور پر قبول کرنے کی دعوت جاری رکھنے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں سے چشم پوشی کی اور ایسے حکیمانہ انداز بیان میں نصیحت فرمائی کہ بہت سے منافق خود نفاق چھوڑ کر پکے خالص اور سچے مسلمان بن گئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو نفس و شیطان کی خباثتوں سے محفوظ فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ! ہم کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر دل و جان سے راضی رہنے کی سعادت نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔

اے اللہ! آج بھی اسلام کے زبانی دعوے کے باوجود قرآن کریم کے اتباع سے انحراف ہے۔ یا اللہ ایسے منافقین کو ہدایت نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو یکساں بنا دے۔ اور ہمیں اسلام و ایمان سے سچی محبت نصیب فرما دے۔ اور ظاہر میں اور باطن میں ہمیں شریعت اسلامیہ کا پابند ہونا نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی اُن کی اطاعت کی جاوے اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اُس وقت وہ لوگ آپ کی خدمت

وَمَا	اَرۡسَلۡنَا	مِنۡ رَّسُوۡلٍ	اِلَّا	لِيُطَاعَ	بِاِذۡنِ اللّٰهِ	وَلَوۡ	اَنَّهُمۡ	اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا	اَنۡفُسَهُمۡ	جَآءُوۡكَ
اور نہیں	ہم نے بھیجا	کوئی رسول	مگر	تاکہ اطاعت کی جائے	اللہ کے حکم سے	اور اگر	یہ لوگ	جب انہوں نے ظلم کیا	اپنی جانوں پر	وہ آتے آپکے پاس

فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۶۴﴾

میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے

فَاسۡتَغۡفَرُوا	اللّٰهَ	وَاسۡتَغۡفَرَ	لَهُمُ	الرَّسُوۡلُ	لَوَجَدُوا	اللّٰهَ	تَوَّابًا	رَّحِيۡمًا
پھر بخشش چاہتے وہ	اللہ	اور مغفرت چاہتا	ان کے لئے	رسول	تو وہ ضرور پاتے	اللہ	توبہ قبول کرنیوالا	مہربان

اللہ کے رسول کی اطاعت ضروری ہے

یہاں اس آیت میں اول ایک عام ضابطہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو رسول بھی بھیجا وہ اسی لئے بھیجا کہ سب لوگ فرمان خداوندی کے موافق اس کے کہنے کو مانیں اور اس کی اطاعت کریں تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کے رسول کی تابعداری اس کی امت پر خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ہوتی ہے مگر یہاں ایک بڑے کام کی بات سن لیجئے کہ رسول کی اطاعت میں بھی باذن اللہ کی قید لگا دی ہے۔ یعنی اللہ کے فرمان کے مطابق رسول کا حکم مانا جائے یہ نہیں کہ اپنے خود ساختہ عقیدہ کی بناء پر کسی چیز کو اطاعت رسول سمجھ لیا جائے اور وہ حقیقت میں اللہ کے فرمان کے مطابق نہ ہو مثلاً کوئی اطاعت رسول سمجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے لگے آپؐ کی قبر مبارک کو سجدہ کرنے لگے تو اس کی اجازت نہیں دی جارہی آگے بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ رسول کو بھیجتے ہی اس غرض سے ہیں کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے رسول کی اطاعت کریں۔

غلطی ہو جائے تو توبہ کرنی چاہیے

منافقین کو چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے ہی سے دل و جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ اور ارشاد کو بلا تامل تسلیم کر لیتے لیکن اگر شامت نفس سے غلطی اور حماقت ہو ہی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف کیا تو اگر بعد میں بھی متنبہ ہو جاتے اور اللہ سے اپنی اس غلطی کی معافی چاہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی معافی کی دعا کر دیتے تو پھر بھی حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتے مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف کیا پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا تب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ لگے جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویلیں گھڑنے تو پھر ایسوں کی مغفرت ہو تو کیونکر ہو۔

یہاں اس آیت میں منافقین کی توبہ کی قبولیت کے لئے وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ کی بھی شرط لگائی گئی ہے یعنی ان کی قبول توبہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے مغفرت فرمانا بھی شرط ہے اور وہ غالباً اسی لئے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر ایک طرح حملہ کیا کہ آپ کے فیصلہ کو نظر انداز کیا اور آپ کے حکم سے انحراف کر کے آپ کو ایذا پہنچائی اس لئے ان کے جرم کی توبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کو شرط کر دیا گیا۔

اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ان منافقین کے متعلق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں موجود تھے۔ مگر آپؐ کے اس دنیا سے بظاہر پردہ فرما لینے کے بعد بھی امت کے عاصیوں اور خطا کاروں کے لئے ایک تریاق موجود ہے اور آیت کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ کی طرف اشارہ وہدایت ہوتی ہے کہ عاصیوں اور خطا کاروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ آپ ہمارے لئے معافی کی دعا فرما دیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعا استغفار فرما دیں تو ایسا کرنے پر بشارت اور وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیں گے اور ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسی آپ کی دنیوی حیاۃ مبارکہ کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے جیسا کہ صحابہ اور سلف صالحین کے عمل سے ظاہر ہے۔

ایک دیہاتی کا واقعہ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک اعرابی یعنی گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا ہم نے سن لیا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ بھی ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(یعنی اللہ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اب میں آپ کی خدمت میں استغفار کی نیت سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ بھی میرے لئے استغفار فرما دیجئے۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں قبر مبارک سے آواز آئی قد غفر لک یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنا کر زندہ رکھیں اور ہر چھوٹی بڑی منافقانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اور ہماری اولادوں اور نسلوں کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت حاصل کرنے کا موقع عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو مرنے سے پہلے یہ سعادت نصیب فرما اور ہماری مغفرت وبخشش کا سامان اپنی رحمت سے فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کے ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرادیں

فَلَا وَرَبِّكَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	حَتّٰى	يُحَكِّمُوْكَ	فِيْمَا	شَجَرَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ	لَا يَجِدُوْا
پس قسم ہے آپ کے رب کی	وہ مومن نہ ہوں گے	جب تک	آپ کو منصف بنائیں	اس میں جو	جھگڑا اٹھے	ان کے درمیان	پھر	وہ نہ پائیں

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

پھر اُس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پُورا پورا تسلیم کرلیں

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	حَرَجًا	مِّمَّا	قَضَيْتَ	وَيُسَلِّمُوْا	تَسْلِيْمًا	
اپنے دلوں میں	کوئی تنگی	اس سے جو	آپ فیصلہ کریں	اور تسلیم کرلیں	خوشی سے	

ایمان کے لئے تین شرطیں

پہلی شرط ہے حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل مانیں جب آپس میں کسی اختلاف کی نوبت آئے تو آپ کو حکم بنا کر اس قضیہ یا اختلاف کا فیصلہ کرائیں۔

دوسری شرط ہے لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا یعنی آپ کے فیصلہ سے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں۔

تیسری شرط ہے وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یعنی اس فیصلہ کو دل و جان سے خوشی سے قبول کریں۔ آپکے فیصلہ کے خلاف زبان یا دل میں کوئی گلہ یا حرف شکایت نہ لائیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ محض زبانی اقرار سے مومن نہیں بنتا جب تک کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی طور پر بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل اور حکم نہ مانے اور آپ کا فیصلہ دل سے قبول نہ کرے اور فیصلہ اپنے خلاف ہونے کی صورت میں کبیدہ خاطر نہ ہوا اور نہ زبان پر حرف شکایت لائیں۔ حضرات مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت قرآنی پر عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ آپ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ حکم قیامت تک اس طرح جاری ہے کہ آپ کے زمانہ مبارک میں تو خود بلاواسطہ آپ سے رجوع کیا جائے اور آپ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے اور پھر یہاں آیت میں جو فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ فرمایا گیا یعنی آپس کے جھگڑوں میں تو صرف معاملات اور حقوق کے جھگڑوں سے متعلق نہیں بلکہ عقائد کے نظریات کے اور دوسرے تمام اختلافی اور نزاعی مسائل کو بھی حاوی ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب بھی کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کی نوبت آئے تو باہم جھگڑتے رہنے کے بجائے دونوں فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ یعنی آپ کی شریعت مطہرہ کی طرف رجوع کر کے مسئلہ کا حل تلاش کریں اور شریعت سے فیصلہ چاہیں اور اس کو بخوشی تسلیم کرلیں۔ خواہ کسی کے خلاف ہو یا موافق ہو۔

پھر اس آیت کا مضمون اتنا تاکیدی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بزرگ اور مقدس ذات کی قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں فلا وربک قسم ہے آپ کے رب کی قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ پاک نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے جس میں ایک مقام آج کی آیت میں ہے۔ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے اور کسی کو ادنیٰ شک وشبہ کی بھی کوئی گنجائش نہ رہے۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں اس حدیث کی شرح میں حضرت علامہ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھا ہے کہ ایمان کا کمال یہ ہے کہ متابعت شریعت میں وہ لطف و لذت محسوس ہونے لگے جو طبعی مرغوبات میں محسوس ہوتا ہے نماز کے وقت نماز اور ماہ رمضان میں روزہ اور صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی وہ خواہش ہو جو سردی میں گرم کپڑے اور گرمی میں ٹھنڈک حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ اور یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ نفس اپنی سرشت چھوڑ کر شریعت کے تابع ہو جائے۔ اسی کا نام نفس مطمئنہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نفس میں یہ ذوق پیدا ہو جائے گا تو بلا کلفت شریعت پر دائمی عمل میسر آ جائے گا اور اس وقت وہ ایمان حاصل ہوگا جو بڑی حد تک زوال کے خطرہ سے مامون ہوگا۔ شریعت میں اس کو ایمان کامل کہا جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی مومن نہیں ہے جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کامل اور اسلام حقیقی نصیب فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

اے اللہ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت اور اتباع بھی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ

اور ہم اگر اُن لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی

وَلَوْ	اَنَّا كَتَبْنَا	عَلَيْهِمْ	اَنِ	اقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	اَوِ اخْرُجُوْا	مِنْ	دِيَارِكُمْ	مَا فَعَلُوْهُ
اور اگر	ہم لکھ دیتے (حکم کرتے)	اُن پر	کہ	قتل کرو تم	اپنے آپ	یا نکل جاؤ	سے	اپنے گھر	وہ نہ کرتے

اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ٦٦

نہ بجا لاتا اور اگر یہ لوگ جو کچھ انکو نصیحت کی جاتی ہے اُس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا

اِلَّا	قَلِيْلٌ	مِّنْهُمْ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	فَعَلُوْا	مَا	يُوْعَظُوْنَ	بِهٖ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَاَشَدَّ	تَثْبِيْتًا
سوائے	چند ایک	اُن سے	اور اگر	یہ لوگ	کرتے	جو	نصیحت کی جاتی ہے	اس کی	البتہ ہوتا	بہتر	ان کیلئے	اور زیادہ	ثابت رکھنے والا

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ٦٧ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ٦٨ وَمَنْ يُّطِعِ

اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو سیدھا راستہ بتلا دیتے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا

وَاِذًا	لَّاٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ لَّدُنَّا	اَجْرًا	عَظِيْمًا	وَ	لَهَدَيْنٰهُمْ	صِرَاطًا	مُّسْتَقِيْمًا	وَمَنْ	يُّطِعِ
اور اس صورت میں	ہم انہیں دیتے	اپنے پاس سے	اجر	بڑا عظیم	اور	ہم انہیں ہدایت دیتے	راستہ	سیدھا	اور جو	اطاعت کرے

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین

اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	فَاُولٰۗىِٕكَ	مَعَ الَّذِيْنَ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	مِّنَ	النَّبِيّٖنَ	وَالصِّدِّيْقِيْنَ
اللہ	اور رسول	تو یہی لوگ	ان لوگوں کے ساتھ	انعام کیا	اللہ	اُن پر	سے (یعنی)	انبیاء	اور صدیق

وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ٦٩ ۭ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ٧٠

اور شہدا اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں

وَالشُّهَدَاۗءِ	وَالصّٰلِحِيْنَ	وَحَسُنَ	اُولٰۗىِٕكَ	رَفِيْقًا	ذٰلِكَ	الْفَضْلُ	مِنَ اللّٰهِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	عَلِيْمًا
اور شہداء	اور صالحین	اور اچھے	یہ لوگ	ساتھی	یہ	فضل	اللہ سے	اور کافی	اللہ	جاننے والا

اطاعت رسول میں ہمارا ہی فائدہ ہے

آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منافقین کو جو اطاعت رسول بدل و جان بجالانے کا حکم دیا جاتا ہے یہ محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی میں ہے اور یہ کوئی ایسی سخت اور دشوار بات بھی نہیں کہ جو یہ منافقین بجانہ لاسکیں۔ اللہ تعالیٰ اگر بنی اسرائیل کی طرح ان کو ایسے سخت احکام دیتے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اپنے وطن سے نکل جاؤ تو انکو یہ کیا ہی بجا لاتے اور ان پر کیسے عمل کر سکتے تھے۔ ان کو تو اللہ کا مشکور ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلص مومن ہونے کے لئے کوئی سخت حکم نہیں دیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے چون و چرا سر تسلیم خم کر دینے ہی کا تو حکم دیا اور وہ بھی محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی میں کہ ایسا کرنے

پر دین و دنیا ان کے دونوں درست ہو جاتے ہیں۔ ایمان مضبوط اور مستحکم ہو جاتا۔ اسلام پر ثابت قدم ہو جاتے۔ اخلاص اور اتباع حق سے قلب میں قوت آتی اور نفاق و بزدلی سے نجات پا جاتے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے پاس سے آخرت میں اجر عظیم حاصل کرنیوالے ہوتے اور جنت میں کاملین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت و مرافقت نصیب ہوتی۔

اطاعت رسول پر چار انعامات

اس جگہ اطاعت رسول بدل و جان پر چار فائدے بتلائے گئے۔

ایک لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے اللہ اور رسول کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اطاعت کرنے والے ہی کا دین دنیا کا فائدہ ہے۔

دوسرا فائدہ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا فرمایا یعنی انکا ایمان خوب پختہ اور محقق ہو جاتا کیونکہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے ایمان و یقین کو ترقی ہوتی ہے۔

تیسرا فائدہ مِنْ لَّدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا فرمایا یعنی آخرت میں حق تعالیٰ خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے۔

چوتھا فائدہ وَ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا فرمایا یعنی راہ ہدایت دکھا دیتے۔ صراط مستقیم پر چلاتے جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ ہے اور جنت کا سیدھا راستہ بتلا دیتے جو ہمیشہ کے راحت و آرام اور نعمتوں کا مقام ہے۔

اللہ اور رسول کے فرمانبرداروں کیلئے خاص بشارت

آخری دو آیات میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر ایک خاص بشارت اور خاص وعدہ مطیعین کے لئے ذکر فرمایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ ضروری احکام میں خدا اور رسولؐ کے مطیع ہوں اور فرمانبرداری کریں یہ لوگ اگرچہ فضائل و کمالات میں مرتبہ کمال کو نہ پہنچے ہوں مگر بسبب اطاعت خدا اور رسول ان کو جنت میں کاملین یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی معیت اور مرافقت نصیب ہوگی اور باوجود اپنے کمتر درجہ کے جنت میں ان کاملین کی ملاقات اور زیارت سے مشرف ہوتے رہیں گے۔

شان نزول

ایک مرتبہ چند صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں ہماری جانوں اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ جب بھی آپ گھر میں یاد آ جاتے ہیں تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں اور جب تک آپ کو آ کر دیکھ نہیں لیتے صبر نہیں آتا۔ خیر یہاں تو حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت کر لیتے ہیں اور دل کو چین و سکون حاصل ہو جاتا ہے لیکن جب آخرت کا خیال آتا ہے تو یہ سوچ کر دل بے چین ہو جاتے ہیں کہ وہاں آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے اس لئے کہ آپ تو جنت کے درجات عالیہ میں ہوں گے وہاں تک ہماری پہنچ کہاں ہوگی اور ہم حضور کی زیارت کیسے کر سکیں گے۔ انہی صحابیوں میں سے ایک صحابی حضرت ثوبانؓ بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کا تو چہرہ اسی فکر میں زرد پڑ گیا تھا۔ جب حضورؐ نے ان کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو دریافت حال فرمایا۔ حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ تو مجھے کوئی مرض ہے نہ تکلیف مگر آپ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ جب حضور کے وصال کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ میرا اسوقت کیا حال ہوگا اور مجھ پر حضور کے بعد بغیر حضور کو دیکھے کیا گزرے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں فرمانبردار اور اطاعت شعار بندوں پر جو انعام اور فضل الٰہی ہوگا اس کو بیان فرمایا گیا اور صحابہ کرامؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے ان کو بشارت اور مژدہ سنایا گیا کہ مطیعین کو کثرت اطاعت سے کمال حاصل نہ کر سکیں تو بھی جنت میں ان حضرات مقبولین کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے کامل اور خاص انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین انکی معیت و رفاقت نصیب ہوگی یعنی گو درجات اور مراتب کا تفاوت ہوگا مگر یہ فرق اور تفاوت زیارت اور ملاقات سے مانع نہ ہوگا جس طرح دنیا میں تفاوت درجات مانع ملاقات نہیں اسی طرح آخرت و جنت میں بھی مانع نہ ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہمارے پاس تو آپ کی اطاعت و بندگی کا کوئی ذخیرہ نہیں آپ محض اپنے فضل و کرم سے ہمارا حشر نشر اپنے مقبولین کے ساتھ فرمائیں اور ان حضرات کاملین کی معیت و رفاقت نصیب فرمائیں۔ اے اللہ دنیا میں بھی ہمیں اپنے اولیاء نیک اور صالح بندوں سے تعلق نصیب فرما اور آخرت میں بھی انکا ساتھ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ

اے ایمان والو اپنی تو احتیاط رکھو پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو اور تمہارے مجمع میں بعضا بعضا شخص ایسا ہے جو ہٹتا ہے

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	خُذُوْا	حِذْرَكُمْ	فَانْفِرُوْا	ثُبَاتٍ	اَوِ	انْفِرُوْا	جَمِيْعًا	وَاِنَّ	مِنْكُمْ
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے (ایمان والو)	لے لو	اپنے بچاؤ کے ہتھیار	پھر نکلو	جدا جدا	یا	نکلو (کوچ کرو)	سب	اور بیشک	تم میں

لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ

پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا تو کہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ

لَمَنْ	لَّيُبَطِّئَنَّ	فَاِنْ	اَصَابَتْكُمْ	مُّصِيْبَةٌ	قَالَ	قَدْ اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيَّ	اِذْ	لَمْ اَكُنْ
وہ ہے جو	ضرور دیر لگا دیا	پھر اگر	تمہیں پہنچے	کوئی مصیبت	کہے	بیشک انعام کیا	اللہ	مجھ پر	جب	میں نہ تھا

مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ

حاضر نہیں ہوا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوجاتا ہے تو ایسے طور پر کہ گویا تم میں اور اُس میں کچھ تعلق ہی نہیں

مَّعَهُمْ	شَهِيْدًا	وَلَئِنْ	اَصَابَكُمْ	فَضْلٌ	مِّنَ اللّٰهِ	لَيَقُوْلَنَّ	كَاَنْ	لَّمْ تَكُنْ
ان کے ساتھ	حاضر۔موجود	اور اگر	تمہیں پہنچے	کوئی فضل	اللہ سے	تو ضرور کہے گا	گویا	نہ تھی

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ

کہتا ہے ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی اُن لوگوں کا شریک حال ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی تو ہاں اُس شخص کو چاہیے کہ اللہ کی راہ

بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهٗ	مَوَدَّةٌ	يّٰلَيْتَنِيْ	كُنْتُ	مَعَهُمْ	فَاَفُوْزَ	فَوْزًا	عَظِيْمًا	فَلْيُقَاتِلْ	فِيْ
تمہارے درمیان	اور اس کے درمیان	کوئی دوستی	اے کاش میں	میں ہوتا	ان کے ساتھ	تو مراد پاتا	مراد	بڑی	سو چاہیے کہ لڑیں	میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

میں اُن لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دُنیوی زندگی کو اختیار کیے ہوئے ہیں، اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا

سَبِيْلِ اللّٰهِ	الَّذِيْنَ	يَشْرُوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ	وَ	مَنْ	يُّقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ
اللہ کا راستہ	وہ جو کہ	بیچتے ہیں	زندگی	دُنیا	آخرت کے بدلے	اور	جو	لڑے	میں	اللہ کا راستہ

فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾

پھر خواہ جان سے مارا جاوے یا غالب آجاوے ہم اُس کو اجر عظیم دیں گے

فَيُقْتَلْ	اَوْ	يَغْلِبْ	فَسَوْفَ	نُؤْتِيْهِ	اَجْرًا عَظِيْمًا
پھر مارا جائے	یا	غالب آئے	عنقریب	ہم اسے دیں گے	بڑا اجر

شانِ نزول

شروع اسلام میں اہل اسلام جب کہیں جہاد پر جاتے اور لشکر کی تیاری کر کے شریک جہاد ہوتے تو عبداللہ بن ابی جو مدینہ میں منافقوں کا سردار بنا ہوا تھا اور بعض دیگر منافقین حیلہ بہانہ کر کے اسلامی لشکر کے ساتھ جنگ پر نہ جاتے۔ اب اگر اسلامی لشکر کو اس جنگ میں کوئی حادثہ اور تکلیف پہنچتی تو وہ منافقین بہت خوش ہوتے اور کہتے کہ خدا نے ہم پر مہربانی فرمائی کہ ہم شریک جنگ نہ ہوئے اور اگر اسلامی لشکر فتح مند ہو کر کامیاب واپس آتا اور مال غنیمت باہم تقسیم ہوتا تو افسوس کے طور پر کہتے کہ کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو غنیمت میں شریک ہو کر نہال ہو جاتے یعنی ان منافقین کا مطمع نظر فقط دنیاوی نفع ہے اور بس مالی فائدہ کو وہ اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں خدا کی اطاعت و فرمانبرداری سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ تو منافقین کا یہ حال بتلا کر مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ ان دنیا طلب لوگوں کی طرح دنیاوی نفع پر نظر نہ رکھیں بلکہ دنیاوی زندگی کو فروخت کر کے اس کے بدلے آخرت خرید لیں اور خدا کی راہ میں دشمنان دین سے محض خدا کے لئے جہاد و قتال کریں اور پھر خواہ قتل یعنی شہید ہو جائیں یا غالب آ کر دشمن پر کامیاب ہو جائیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کا وہ اجر عظیم عطا فرمائیں گے کہ جس کے سامنے دنیاوی منافع اور مال و دولت کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

جہاد کی تیاری

یہاں ان آیات کے پہلے حصہ میں جو اسلحہ کی فراہمی کا حکم دیا گیا یعنی یہ جو فرمایا کہ تم اپنی احتیاط اور بچاؤ کو پوری طرح ملحوظ رکھو اور ہتھیاروں اور سامان جنگ اور تدبیر و عقل سے درست ہو کر دشمن کے داؤ گھات سے ہوشیار اور باخبر ہو کر دشمن کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے گھر سے نکلو۔ اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی اور جس کو قرآن پاک میں متعدد جگہ اور واضح کیا گیا ہے کہ ظاہری اسباب جنگ اسلحہ و ہتھیار وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

پھر یہاں جہاد کے لئے نکلنے کا نظم بتلایا گیا کہ اگر تم جہاد کے لئے نکلو تو اکیلے اور تنہا نہ نکلو بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں نکلو یا ایک کثیر لشکر کی صورت میں جاؤ۔ یہ تعلیم تو جہاد کے موقعہ کے لئے مسلمانوں کو دی گئی لیکن عام حالات میں بھی شریعت کی یہی تعلیم ہے کہ اکیلے اور تنہا سفر نہ کیا جائے چنانچہ ایک حدیث میں تنہا مسافر کو ایک شیطان کہا گیا اور دو مسافروں کو دو شیطان اور تین کو جماعت فرمایا گیا اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین فوجی دستہ چار سو کا ہے اور بہترین لشکر چالیس ہزار کا ہے۔

منافقین کا طریقہ

خلاصہ یہ کہ یہاں جہاد کے حکم کے ساتھ اپنی حفاظت اور اسلحہ وغیرہ سے تیاری کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا کہ اے مسلمانو تمہاری جماعت میں بعض ایسے لوگ بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں مگر جہاد سے کتراتے ہیں اور جہاد میں جانے والوں کی حالت کو تکتے رہتے ہیں کہ ان پر کیا گزری۔ اگر مسلمانوں کو جہاد میں کوئی صدمہ یا نقصان پہنچ گیا تو یہ منافقانہ خصلت رکھنے والے خوش ہوتے ہیں کہ ہم خوب بچے اور اگر مسلمانوں کو فتح، غلبہ اور مال غنیمت حاصل ہو گیا تو پچھتاتے ہیں اور غلبہ حسد سے کہتے ہیں کہ ہم بھی شریک ہو جاتے تو لوٹ کا مال خوب ہاتھ لگتا۔ اس لئے محض خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لئے جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ منافقوں کی طرح دنیاوی لالچ اور مال و دولت کے گرویدہ نہ بننا بلکہ محض خوشنودیٔ خدا، اشاعت دین اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے جہاد کرنا پھر اس جنگ جہاد کا نتیجہ جو بھی ہو خواہ شہادت یا فتحمندی ہر حال میں اللہ تعالیٰ آخرت کا اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی سچا اور پکا ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی منافقانہ خصلتوں سے ہمارے ایمان کو محفوظ فرمائیں اور ہمیں دین کے ہر چھوٹے بڑے حکم کو دل و جان سے ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں خصوصاً ہم میں حقیقی جذبۂ جہاد پیدا فرمائیں۔ اے اللہ اپنے راستہ میں اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں بھی اپنی جان و مال لگانے کی ہمت اور توفیق نصیب فرما اور دشمنان دین سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے ہر طرح کی تیاری سے مستعد رہنے کی قوت و طاقت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

اور تمھارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں

وَمَا	لَكُمْ	لَا تُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَ	الْمُسْتَضْعَفِيْنَ	مِنَ	الرِّجَالِ	وَالنِّسَآءِ
اور کیا	تمھیں	تم نہیں لڑتے	میں	اللہ کا راستہ	اور	کمزور (بے بس)	سے	مرد (جمع)	اور عورتیں

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا

اور کچھ بچے ہیں دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے

وَالْوِلْدَانِ	الَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	أَخْرِجْنَا	مِنْ	هٰذِهِ	الْقَرْيَةِ	الظَّالِمِ	أَهْلُهَا	وَاجْعَلْ	لَّنَا
اور بچے	جو	کہتے ہیں (دعا)	اے ہمارے رب	ہمیں نکال	سے	اس	بستی	ظالم	اسکے رہنے والے	اور بنادے	ہمارے لئے

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے جو لوگ پکے ایماندار ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں

مِنْ	لَّدُنْكَ	وَلِيًّا	وَاجْعَلْ	لَّنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	نَصِيْرًا	اَلَّذِيْنَ + اٰمَنُوْا	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ
سے	اپنے پاس	دوست (حامی)	اور بنادے	ہمارے لئے	سے	اپنے پاس	مددگار	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	وہ لڑتے ہیں	میں	اللہ کا راستہ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا أَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو واقع میں شیطانی تدبیر

وَالَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	الطَّاغُوْتِ	فَقَاتِلُوْٓا	أَوْلِيَآءَ	الشَّيْطٰنِ	إِنَّ	كَيْدَ	الشَّيْطٰنِ
وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	وہ لڑتے ہیں	میں	راستہ	طاغوت (سرکش)	سو تم لڑو	دوست (ساتھی)	شیطان	بیشک	فریب	شیطان

كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾

كَانَ	ضَعِيْفًا
ہے	کمزور (بودا)

لچر ہوتی ہے

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیات سے جہاد کا مضمون شروع ہوا تھا اور جہاد کی ترغیب میں یہ قانون خداوندی بتلایا گیا تھا کہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ وہ دشمن سے مغلوب ہو جائے حتیٰ کہ جان ہی سے مارا جائے یعنی شہید ہو جائے یا دشمن کو مار دے اور اس پر غالب اور فتحمند ہو جائے۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ اب آگے ان آیات میں ایک دوسرے داعیہ اور ضرورت کی بنا پر کفار سے جہاد کرنا ضروری بتلا کر دشمنان دین سے جنگ وقتال کا حکم دیا جاتا ہے۔

مظلوموں کی فریاد رسی

مکی زندگی میں جب مشرکین مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے متبعین اہل اسلام پر بے حد ظلم و ستم کرنے شروع کر دیئے مسلمانوں سے خرید و فروخت لین دین بھی بند کر دیئے۔ حضرت بلالؓ حضرت صہیب اور حضرت خباب جیسے مسلمانوں کو گرم ریت پر لٹا کر کوڑے مارے جانے لگے۔ مسکین مسلمان عورتوں اور بچوں پر طرح طرح کے ظلم

ہونے لگے حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے منصوبے باندھے جانے لگے تو ترک وطن یعنی گھر بار مکہ میں چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض دوسرے صحابہ مکہ کو چھوڑ کر اور گھر بار سے منہ موڑ کر ہجرت کر کے مدینہ آ گئے لیکن مکہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے جو جسمانی ضعف' کمزوری اور بیماری اور کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے جن میں مسلمان باندی اور غلام بھی تھے جو کافروں کی قید میں تھے اور جب مسلمانوں کے ترک وطن کرنے سے مشرکوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ بھی فرار نہ ہو جائیں اس لئے ان ستم رسیدہ مظلوم مسلمانوں کی قید میں اور بھی سختی کرنے لگے اور طرح طرح کی سخت اذیتیں دینے لگے تاکہ وہ تکلیف پا کر گھبرا اٹھیں اور اسلام کو چھوڑ کر پھر کفر اختیار کر لیں۔ ایسے بیچارے مظلوم مسلمان سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی رہائی کے لئے دعا کریں اور کیا کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی نجات و رہائی کا یہ سامان فرمایا کہ مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہوا کہ خدا کی راہ میں کفار سے لڑو اور اپنے بے بس مظلوم بھائیوں کو کفار کے ظلم و ستم سے بچاؤ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو تمام ایسے مظلوم آزاد ہو گئے اور سب کو امن و عزت مل گئی۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرما کر جہاد کی تاکید کی جاتی ہے۔

ان آیات میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی درخواست کی تھی ایک یہ کہ ہم کو اس قریہ سے یعنی مکہ سے نکالیں دوسری یہ ہے کہ ہمارے لئے کوئی حامی' ناصر اور مددگار بھیجدے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں درخواستیں قبول فرمائیں۔ بعض کو تو مکہ سے نکل جانے کے مواقع میسر کئے اور بعض جو فتح مکہ تک رہے تو فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو ان کا متولی مقرر کیا جنہوں نے مظلومین کو ظالمین سے نجات دلائی۔

ان آیات میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا تمام مصائب کا بہترین علاج ہے اور مظلوم کی دادرسی اور فریاد رسی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔

جہاد کا مقصد

ان آیات میں یہ بھی بتلایا گیا کہ جنگ و قتال تو سب کرتے ہیں مگر اس سے مومن اور کافر کے مقاصد الگ الگ ہیں۔ مومنین اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کی راہ میں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومن کی جدوجہد اور جنگ و قتال کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا حکم بلند ہو۔ اللہ کا قانون جاری ہو جو خالص عدل و انصاف پر مبنی ہے تاکہ انصاف کی حکومت قائم ہو اور جب انصاف کی حکومت قائم ہوگی تو امن قائم رہے گا۔ لہٰذا مومن جب جنگ کرتا ہے تو اس کے سامنے یہی مقصد ہوتا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کفار کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کفر کی ترویج ہو اور کفر کا غلبہ ہو اور دنیا میں کفر و شرک چمکے اور چونکہ کفر و شرک شیطان کی راہیں ہیں اس لئے کفار شیطان کے کام میں اس کی مدد کرتے ہیں مگر یہاں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ شیطانی تدابیر لچر اور کمزور ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ مومنین کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں ان کا مددگار اللہ ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں سے یعنی کافروں سے لڑنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے اور اللہ کی مدد پر نظر اور بھروسہ ہونا چاہیے مگر یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اس جگہ جو شیطان کی تدبیر کو ضعیف کہا گیا ہے تو اسی آیت سے دو شرائط بھی مفہوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ جس کے مقابلہ میں شیطان تدبیر کر رہا ہے وہ مومن ہو یعنی الذین آمنوا پہلی شرط ہے دوسری شرط یقاتلون فی سبیل الله ہے۔ یعنی اس کی جنگ و قتال محض اللہ ہی کے راستہ میں اللہ ہی کے لئے ہو کوئی دنیوی یا نفسانی غرض نہ ہو۔ تو ان دو شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیطان کی تدبیر کمزور' ضعیف اور لچر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی فوت ہو جائے یا دونوں ہی نہ پائی جائیں تو پھر ضروری نہیں کہ تدبیر ضعیف' کمزور اور لچر ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے مکر و فریب اور تدابیر سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جہاد کا حقیقی جذبہ عطا فرمائیں اور اپنے رستہ میں اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں بھی اپنے جان و مال کی قربانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اسوقت روئے زمین پر جہاں بھی اہل اسلام کمزور اور بے بس ہیں اور کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں یا اللہ ان کی غیب سے حمایت و نصرت فرما اور ظالموں کے ظلم سے ان کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ آپ ہماری حامی اور مددگار بن جائیں اور دشمنان دین کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اسلام و ایمان کی برکت سے دشمنان دین پر ہم کو غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیتے رہو پھر اُن پر

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	قِيْلَ	لَهُمْ	كُفُّوْٓا	اَيْدِيَكُمْ	وَ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	فَلَمَّا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	کہا گیا	ان کو	روک لو	اپنے ہاتھ	اور	قائم کرو	نماز	اور ادا کرو	زکوۃ	پھر جب

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو اُن میں سے بعض بعض آدمی لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اُس سے بھی زیادہ ڈرنا

كُتِبَ عَلَيْهِمُ	الْقِتَالُ	اِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	يَخْشَوْنَ	النَّاسَ	كَخَشْيَةِ	اللّٰهِ	اَوْ	اَشَدَّ	خَشْيَةً
ان پر فرض ہوا	لڑنا (جہاد)	ناگہاں (تو)	ایک فریق	ان میں سے	ڈرتے ہیں	لوگ	جیسے ڈر	اللہ	یا	زیادہ	ڈر

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا

اور یوں کہنے لگے کہ اے خدا آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دے دی ہوتی آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع محض

وَقَالُوْا	رَبَّنَا	لِمَ كَتَبْتَ	عَلَيْنَا	الْقِتَالَ	لَوْ	لَآ اَخَّرْتَنَا	اِلٰى	اَجَلٍ	قَرِيْبٍ	قُلْ	مَتَاعُ	الدُّنْيَا
اور وہ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	تو نے کیوں لکھا	ہم پر	لڑنا (جہاد)	کیوں	نہ ہمیں ڈھیل دی	تک	مدت	تھوڑی	کہہ دیں	فائدہ	دنیا

قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ ٧٧ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ

چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تمکو

قَلِيْلٌ	وَالْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّمَنِ اتَّقٰى	وَ	لَا تُظْلَمُوْنَ	فَتِيْلًا	اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	يُدْرِكْكُّمُ
تھوڑا	اور آخرت	بہتر	پرہیزگار	اور	نہ تم پر ظلم ہوگا	دھاگے برابر (بھی)	جہاں کہیں	تم ہوگے	تمہیں پالے گی

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ

موت آجاوے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو

الْمَوْتُ	وَلَوْ كُنْتُمْ	فِيْ بُرُوْجٍ	مُّشَيَّدَةٍ	
موت	اگرچہ تم ہو	برجوں میں	مضبوط	

شانِ نزول: ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمان مکہ معظمہ میں تھے کمزور تھے؛ کم تعداد میں تھے۔ حرمت والے شہر میں تھے۔ کفار کا غلبہ تھا یہ انہی کے شہر میں تھے وہ بکثرت تھے۔ جنگی اسباب میں ہر طرح فوقیت رکھتے تھے۔ اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد اور قتال کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ ان کو یہی حکم تھا کہ کافروں کی شرارتوں پر خاموش رہیں۔ انکی مخالفت برداشت کریں۔ ان کے ظلم و ستم سہہ لیا کریں۔ جو احکام خداوندی نازل ہو چکے ہیں ان پر عامل رہیں۔ نمازیں ادا کرتے رہیں۔ زکوۃ دیتے رہا کریں گو ان میں عموماً مال کی اس وقت زیادتی بھی نہ تھی؛ تاہم مسکینوں اور محتاجوں کے کام آنے اور ان کی ہمدردی کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ مصلحت خداوندی کا اقتضا یہ تھا کہ سردست کفار سے نہ لڑیں بلکہ صبر و تحمل سے کام لیں۔ ادھر کافر بڑی دلیری سے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو سخت سے سخت ایذائیں دے رہے تھے۔ مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس لئے ان کے دل میں رہ رہ کر جوش اٹھتا تھا اور زبان سے الفاظ نکل جاتے تھے کہ ان روزمرہ کی مصیبتوں سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک مرتبہ دل کی بھڑاس نکل جائے۔ دو دو ہاتھ میدان میں ہو لیں۔

کاش کہ ہمیں لڑنے اور مرنے مارنے کا حکم مل جائے لیکن اب تک حکم قتال کا نہ ہوا تھا جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی مسلمان اپنی زمین زر، گھربار رشتہ کنبہ خدا پر قربان کرکے اپنے دین کے لئے مکہ سے رخصت ہوگئے اور مدینہ پہنچے۔ یہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سہولت دی۔ امن کی جگہ دی۔ امداد کے لئے انصار مدینہ مل گئے۔ تعداد میں کثرت ہوگئی۔ قوت طاقت قدرے بڑھ گئی تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے لڑنے والوں سے لڑو۔ جہاد کا حکم اترنے پر بعض کچے مسلمان اور منافق جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے سٹ پٹائے۔ خوف زدہ ہوئے جہاد کا تصور کرکے میدان میں قتل کئے جانے کا منظر، عورتوں کی بیوگی کا خیال، بچوں کی یتیمی کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ گھبراہٹ میں کہہ اٹھے کہ خدایا ابھی سے جہاد کیوں فرض کردیا ابھی تھوڑی مدت اور قتال کا حکم نہ آتا اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا۔ اس پر یہ آیات اور اگلی چند آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ جب تک جہاد کا حکم نازل نہ ہوا تھا تو تمنا اور آرزو کرتے تھے کہ کاش ہمیں ان کافروں سے لڑنے اور مرنے کا حکم مل جائے اب جب جہاد کا حکم نازل ہوا اور کفار سے جنگ و قتال کی اجازت ملی تو تم ڈرنے لگے۔ تم کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری درخواست قبول فرمائی اور تمہاری دلی تمنا پوری ہوئی۔ اس پر آئندہ کے لئے نصیحت فرمائی گئی کہ دنیا تو چند روزہ ہے اس کے آرام و تکلیف کا خیال نہ کرو۔ آخرت جس کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ جہاد ہے اس دنیائے فانی سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہے اور اگر موت کے خوف سے جہاد نہ کیا تو کیا موت سے بچ جاؤ گے۔ موت تو اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تم چاہے کہیں بھی اور کیسے ہی مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو۔ غرض جب موت اپنے وقت پر آئے گی اور مر کر دنیا چھوڑ جانا ہی پڑے گا تو پھر جہاد سے کیا گھبرانا اور موت سے کیا ڈرنا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا تعلق مومنین مخلصین سے نہیں بلکہ منافقین سے ہے۔

آیات کی عام تعلیمات و ہدایات:

(۱) تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نماز اور زکوٰۃ کے احکام کو بیان فرمایا جو اصلاح نفس کا سبب ہیں اور اسکے بعد جہاد کا حکم دیا جو اصلاح ملک کا سبب ہے یعنی اس کے ذریعہ سے ظلم و ستم کا استیصال کیا جاتا ہے اور ملک میں امن و امان قائم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیے چنانچہ درجہ کے اعتبار سے بھی قسم اول کا حکم فرض عین ہے اور ثانی کا حکم فرض کفایہ ہے۔ جس سے اصلاح نفس کی اہمیت اور اس کا مقدم ہونا ظاہر ہے۔ خلاصہ یہ کہ اصلاح ملک سے اصلاح نفس مقدم ہے۔

(۲) آیت میں دنیا کی نعمتوں کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کو افضل و بہتر کہا گیا ہے اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱- دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں اور آخرت کی نعمتیں کثیر ہیں

۲- دنیا کی نعمتیں فانی اور ختم ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

۳- دنیا کی نعمتوں کے ساتھ طرح طرح کی پریشانیاں بھی ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہر طرح کدورتوں اور پریشانیوں سے پاک ہیں۔

۴- دنیا کی نعمتوں کا حصول یقینی نہیں اور آخرت کی نعمتیں ہر متقی کو یقیناً ملیں گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جہاد سے رکنے والوں کے اس شبہ کا ازالہ کردیا کہ شاید جہاد سے جان بچا کر موت سے بھی بچ سکتے ہیں اس لئے فرمادیا کہ موت تو مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تم جہاں کہیں بھی ہو موت وہیں آ دبوچے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو جہاں کوئی قاتل نہ پہنچ سکے لیکن موت کا فرشتہ تو ضرور پہنچ جاتا ہے لہٰذا موت کے ڈر سے جہاد سے جی چرانا نادانی اور اسلام میں کمزوری کی دلیل ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ امت مسلمہ کو حقیقی جذبہ جہاد پھر عنایت فرمائیں اور دشمنان دین سے ہمکو مقابلہ و مقاتلہ کی قوت و طاقت عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور آخرت کے مقابلہ میں ہم دنیا کو ہیچ سمجھیں۔ اور ہر حال میں ہم آخرت کو ترجیح دینے والے ہوں۔ اے اللہ موت کا خوف ہمارے دلوں سے دور فرمادے اور موت کے بعد والی زندگی کا یقین کامل ہم کو عطا فرمادے تاکہ ہم اس دائمی زندگی کا سامان اس عارضی دنیا میں کرلیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا

اور اگر اُن کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ ہوگئی اور اگر اُن کو کوئی بُری حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں

وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	حَسَنَةٌ	يَقُوْلُوْا	هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَقُوْلُوْا
اور اگر	انہیں پہنچے	کوئی بھلائی	وہ کہتے ہیں	یہ	سے	اللہ کے پاس (طرف)	اور اگر	انہیں پہنچے	کچھ بُرائی	وہ کہتے ہیں

هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

کہ یہ آپ کے سبب سے ہے آپ فرمادیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی طرف سے ہے تو اُن لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے

هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِكَ	قُلْ	كُلٌّ	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	فَمَالِ	هٰؤُلَآءِ	الْقَوْمِ	لَا يَكَادُوْنَ
یہ	سے	آپ کی طرف سے	کہدیں	سب	سے	اللہ کے پاس (طرف)	تو کیا ہوا	اس	قوم	نہیں لگتے

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ

پاس کو بھی نہیں نکلتے اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی

يَفْقَهُوْنَ	حَدِيْثًا	مَا	اَصَابَكَ	مِنْ حَسَنَةٍ	فَمِنَ اللّٰهِ	وَمَا	اَصَابَكَ	مِنْ سَيِّئَةٍ
کہ سمجھیں	بات	جو	تجھے پہنچے	کوئی بھلائی	سو اللہ سے	اور جو	تجھے پہنچے	کوئی برائی

فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ

سبب سے ہے اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی

فَمِنْ + نَفْسِكَ	وَاَرْسَلْنٰكَ	لِلنَّاسِ	رَسُوْلًا	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا	مَنْ	يُطِعِ	الرَّسُوْلَ
تو تیرے نفس سے	اور ہم نے تمہیں بھیجا	لوگوں کے لئے	رسول	اور کافی ہے	اللہ	گواہ	جو۔جس	اطاعت کی	رسول

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ؕ

اور جو شخص رُوگردانی کرے سو ہم نے آپ کو اُن کا نگراں کر کے نہیں بھیجا

	فَقَدْ اَطَاعَ	اللّٰهَ	وَمَنْ	تَوَلّٰى	فَمَا	اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا	
	پس تحقیق اطاعت کی	اللہ	اور جو جس	روگردانی کی	تو نہیں	ہم نے آپ کو بھیجا	ان پر	نگہبان	

شانِ نزول

گزشتہ آیات میں ترغیب جہاد میں یہ مذکور ہوا تھا کہ وقت پر موت تو ٹلتی نہیں اگر جہاد نہ بھی کیا تو بھی موت کے منہ سے نہیں بچ سکتے۔ منافقوں کا یہ حال تھا کہ جہاد میں اگر کبھی شکست وموت کا وقوع ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر الزام لگاتے اور کہتے کہ ہم آپ کے کہنے سے جہاد میں آئے اور مفت میں موت کا شکار بنے اور اگر جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوتی اور غنیمت ان کے ہاتھ آتی تو منافق کہتے کہ یہ بات محض اتفاقی منجانب اللہ

ہے۔غرض کہ ان کی نظروں میں کام بگڑتا تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام اور سنورتا تو اتفاقی بات۔منافقین کے ان باطل اقوال کے رد میں ان آیات کا نزول ہوا۔

بعض مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان ایام میں مدینہ میں غلہ اور پھلوں کی افراط تھی اور ہر چیز کا نرخ ارزاں تھا پھر جب منافقوں نے اپنے نفاق کا اور یہودیوں نے اپنے عناد کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں کسی قدر تنگی پیدا کر دی۔پیداوار کم ہوئی اور گرانی زیادہ ہوگئی اس پر یہودیوں اور منافقوں نے کہا کہ جب سے یہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شہر میں آئے ہیں اس وقت سے ہمارے پھلوں اور کھیتوں میں نقصان ہونے لگا۔

اسی کو ان آیات میں فرمایا گیا وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ اتفاقاً ہوگئی۔اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔یعنی فتح و شکست اور قتل اور غنیمت اور قحط و ارزانی سب خدا ہی کی طرف سے ہے۔

منافقوں کی کم عقلی

آگے منافقین کی کم عقلی اور بدفہمی کو ظاہر کیا جاتا ہے فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا یعنی ان حماقت شعار لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔یعنی ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ بھلائی و برائی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ہر راحت اور مصیبت کا خالق اور موجد حق تعالیٰ ہی ہے۔ارزانی و گرانی اور فتح و شکست سب اللہ ہی کی قضا و قدر سے ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔یہ تو منافقین کے الزام کا اجمالی جواب ہوا آگے اس کی تفصیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ مطلب یہ کہ انسان کو جو نعمت و راحت پہنچتی ہے وہ محض اللہ کا فضل و احسان ہے اور جو تکلیف اسے پہنچتی ہے وہ اس کے اعمال کی شامت سے پہنچتی ہے۔

رسول بھیجنے کا مقصد

حق تعالیٰ شانہ منافقین کے الزام کو دور کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کے گواہ کافی ہیں۔یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے نفع و ہدایت کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ہر خیر کی طرف دعوت دیں اور ہر شر سے ڈرائیں۔آپ کی ذات بابرکت تو ہر خیر اور رحمت کا سرچشمہ ہے وہ معاذ اللہ نحوست کا سبب کیسے بن سکتی ہے جیسا کہ منافقین کا الزام ہے بلکہ نحوست کا منبع تو خود ان کا نفس امارہ ہے اور یہود و منافقین جس برائی کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ تو ان کے ہی اعمال کی شامت ہے۔اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے بیہودہ الزام کی پرواہ نہ کیجئے اور غمگین اور رنجیدہ نہ ہو جیئے اور اپنا کار رسالت کئے جایئے۔اس کے انکار سے نفی نبوت کی کب ہوسکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کے کافی گواہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جو معجزات آپ کو عطا کئے ہیں وہ سب من جانب اللہ آپ کی نبوت و رسالت کے گواہ ہیں۔

اللہ کی اطاعت کیلئے اطاعتِ رسول ضروری ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت عقلاً بھی واجب ہے۔ پس آپ کی اطاعت بھی واجب ہوئی اور جو شخص آپ کی اطاعت سے روگردانی کرے سو آپ کچھ غم نہ کیجئے ہم نے آپ کو بطور ذمہ داری کے ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا کہ ان کو کفر نہ کرنے دیں بلکہ محض پیغام پہنچا کر آپ سبکدوش ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی گئی کہ جو شخص آپ کی اطاعت سے روگردانی کرے تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے لوگوں پر نگران اور نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ جبراً وقہراً ان کو اطاعت گزار بنا ہی دیں بلکہ آپ تو پیغام الٰہی پہنچا کر سبکدوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے خود نمٹ لیں گے۔

الغرض یہاں اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک ہمیشہ کے لئے ایک قاعدہ مقرر فرما دیا کہ جو ہمارا فرمانبردار بننا چاہتا ہے وہ ہمارے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اگر رسول کی فرمانبرداری نہ کرے گا تو ہمارا نافرمان ہے۔ اس طرح یہاں ایک راستہ کی طرف دعوت و رغبت بھی ہے۔ اور ساتھ ہی ایک وعید بھی ہے۔ دعوت تو یہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات مانو گے تو تمہاری دنیا و آخرت کی زندگی بن جائے گی کیونکہ اطاعت رسول سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جاؤ گے اور اگر نہ مانو گے اور اطاعت رسول سے انحراف کرو گے تو گویا دونوں جہان کی خیر و برکت سے روگردانی کرنا ہے۔ رسول کا یہ کام نہیں کہ وہ زبردستی تمہیں سیدھے راستہ پر اور اپنی اطاعت پر چلائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہماری تمام گزشتہ بداعمالیوں اور تمام صغیرہ کبیرہ اور ظاہری و باطنی گناہوں سے درگزر فرمائیے اور ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہم کو اپنی زندگی کا ہر لمحہ ظاہر میں اور باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے موافق گزارنے میں ہماری مدد فرمائیے اور ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے کامل طور پر بچائیے۔

یا اللہ ہر راحت اور مصیبت کے خالق آپ ہی ہیں فتح و شکست۔ ارزانی و گرانی۔ خوشحالی و بدحالی سب آپ کے قضا و قدر و مشیت سے ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔

یا اللہ آپ نے اور آپ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے تو ہماری صلاح و فلاح اور خیر و ہدایت کے لئے تمام احکامات پہنچا دیئے اور بتلا دیئے۔ اب یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ جو ہم قرآن و سنت سے انحراف کر کے دونوں جہان کی خیر و برکت سے محروم ہوتے رہے۔ یا اللہ ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوۃ کی اطاعت کاملہ کی توفیق بخش دے۔

یا اللہ اس منافقانہ خصلت سے کہ نام ہم اسلام کا لیتے رہیں اور کام بے دینی کے کرتے رہیں اب ہمیں پاک فرما دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا وفادار امتی بن کر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ ۖ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے۔ پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت مشورے کرتی ہے اُن میں کی ایک جماعت برخلاف اس کے جو کچھ کہ

وَيَقُولُونَ	طَاعَةٌ	فَإِذَا	بَرَزُوا	مِنْ	عِنْدِكَ	بَيَّتَ	طَائِفَةٌ	مِّنْهُمْ	غَيْرَ الَّذِي	تَقُولُ	وَاللَّهُ
اور وہ کہتے ہیں	(ہم نے) حکم مانا	پھر جب	باہر جاتے ہیں	سے	آپ کے پاس	رات کو مشورہ کرتا ہے	ایک گروہ	اُن سے	اس کے خلاف جو	کہتے ہیں	اور اللہ

يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ

زبان سے کہہ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے حوالے کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

يَكْتُبُ	مَا يُبَيِّتُونَ	فَأَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَتَوَكَّلْ	عَلَى اللَّهِ	وَكَفَىٰ	بِاللَّهِ	وَكِيلًا	أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ
لکھ لیتا ہے	جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں	منہ پھیر لیں	اُن سے	اور بھروسہ کریں	اللہ پر	اور کافی ہے	اللہ	کارساز	پھر کیا وہ غور نہیں کرتے؟

الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

کیا پھر قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلافات پاتے

	الْقُرْآنَ	وَلَوْ كَانَ	مِنْ	عِنْدِ	غَيْرِ اللَّهِ	لَوَجَدُوا	فِيهِ	اخْتِلَافًا	كَثِيرًا	
	قرآن	اور اگر ہوتا	سے	پاس	اللہ کے سوا	ضرور پاتے	اس میں	اختلاف	بہت	

منافقوں کی دورنگی

آج کی آیات میں منافقوں کی مکاری اور دورنگی کو بیان کیا جاتا ہے کہ ان منافقین کی یہ حالت ہے کہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور آپ کے روبرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا شیوہ تو آپ کی فرمانبرداری ہے پھر جب مجلس نبوی سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو رات کو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور آپ کے فرمودہ اور حکم کے خلاف مشورہ کرتے ہیں تو منافقین کے اس طرزِ عمل کی مذمت کی گئی جو دورخی پالیسی رکھتے ہیں کہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں منافقین کی "اطاعت رسول" کا حال بتلایا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سن کر آپ کے سامنے تو اقرار کرتے ہیں کہ ہمیں سب حکم دل و جان سے قبول ہیں لیکن اس کے برخلاف رات کی تنہائی میں بیٹھ کر آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور طے کرتے ہیں کہ ہم ان کا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ماننے والے نہیں تو گویا سامنے کچھ کہتے ہیں اور پیٹھ پیچھے کچھ۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ منافقین کی اس دورخی کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ آپ ان کی منافقانہ حرکتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ اللہ تعالیٰ پورے کارساز ہیں۔ اس کی کارسازی کے آگے ان منافقوں کی کچھ نہیں چل سکتی اور یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

منافقت کا علاج

اب منافقین کی اس مکاری، دغابازی اور دورنگی کا اصل منشا اور سبب یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول دل سے تسلیم نہیں کرتے تھے اور نہ قرآن کریم کو کلام الٰہی جانتے تھے۔ اس لئے آگے ان کو یہ حکم دیا کہ تم قرآن میں غور و فکر کرو جو آپ کی نبوت و رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگر تم نے قرآن میں صدق دل سے غور کیا تو تم پر روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو جائے گا کہ یہ

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ چنانچہ تدبر قرآن کی دعوت دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا قرآن میں غور نہیں کرتے تا کہ اس کا کلام الٰہی ہونا واضح ہو جائے اور یہ سمجھ جائیں کہ جس پر یہ کلام الٰہی نازل ہوا ہے وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن کریم کی حقانیت

آگے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اور اس کے کلام اللہ ہونے کی ایک واضح دلیل دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا اور اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کے مضامین میں بکثرت اختلافات وتفاوت پاتے۔ یعنی اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہوتا یا کسی اور بشر کا کلام ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کہتے ہیں تو اس میں بہت سے اختلافات اور تناقض اور تفاوت موجود ہوتے۔ کوئی خبر اس کی صحیح ہوتی کوئی غلط کوئی جملہ اس کا فصیح ہوتا تو کوئی غیر فصیح مگر اس میں کسی قسم کا اختلاف اور تناقض کا نام ونشان نہیں قرآن کریم میں جن جن احکام وعقائد اور عملیات کا بیان ہے اور گزشتہ واقعات کی جو خبریں ہیں اور آئندہ کے متعلق جو پیش گوئیاں ہیں ان میں باہم نہ کوئی اختلاف ہے نہ تضاد بلکہ قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت ایسی بے نظیر ہے کہ جو طاقت بشری سے باہر ہے اس کے تمام احکام عین حکمت اور صواب ہیں۔ غیب کی اس میں خبریں ہیں اور ظاہر ہے کہ غیب کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ گزشتہ تاریخی واقعات کا حرف بحرف صحیح ہونا اور آئندہ پیش گوئیوں کو بالکل ٹھیک ٹھیک واقع کے مطابق اترنا یہ سب باتیں اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہیں۔ ان باتوں سے ہر شخص یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیونکہ بشر کے کلام میں یکسانیت کہاں۔ انسان جب کوئی طویل کلام کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں رہتا کیونکہ بشر پر مختلف احوال پیش آتے ہیں اور ہر حالت میں اسی حالت کے مطابق کلام کرتا ہے اور ماحول کا اس کی تقریر وتحریر پر اثر ہوتا ہے۔ اطمینان کے وقت کلام اور طرح کا ہوتا ہے۔ پریشانی کے وقت دوسری طرح کا مسرت کے وقت اور رنگ ہوتا ہے۔ رنج کے وقت دوسرا رنگ ہوتا ہے لیکن قرآن کریم اتنی بڑی کتاب ہے اور اس کا ان جملہ اختلافات سے پاک ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ خداوند ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے۔

دعا کیجئے

اللہ پاک ہم کو قرآن پاک پر حقیقی ایمان نصیب فرمائیں اور اس کا علم وفہم عطا فرمائیں۔ اس کے سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے احکام کا اتباع اور اطاعت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو جملہ منافقانہ خصلتوں سے پاک فرمایئے اور قرآنی انوار سے منور فرمایئے۔ اے اللہ ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما اور آپؐ کے احکام سے آپ کا کلمہ پڑھ کر انحراف اور اعراض سے بچا۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت عطا فرما۔ اور آپ کی عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ

اور جب اُن لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اسکو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ رسول کے اور جو اُن میں ایسے اُمور کو سمجھتے ہیں

وَاِذَا	جَآءَهُمْ	اَمْرٌ	مِّنَ	الْاَمْنِ	اَوِ	الْخَوْفِ	اَذَاعُوْا	بِهٖ	وَلَوْ	رَدُّوْهُ	اِلَى الرَّسُوْلِ	وَ	اِلٰٓى	اُولِى الْاَمْرِ
اور جب	انکے پاس آتی ہے	کوئی خبر	سے (کی)	امن	یا	خوف	مشہور کر دیتے ہیں	اُسے	اور اگر	اسے پہنچاتے	رسول کی طرف	اور	طرف	حاکم

مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

اُن کے اوپر حوالہ رکھتے تو اُسکو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو اُن میں اُسکی تحقیق کر لیا کرتے ہیں اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا

مِنْهُمْ	لَعَلِمَهُ	الَّذِيْنَ	يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ	مِنْهُمْ	وَلَوْ	لَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ
اپنے میں سے	تو اس کو جان لیتے	جو لوگ	تحقیق کر لیا کرتے ہیں	ان سے	اور اگر	نہ	فضل	اللہ	تم پر	اور اسکی رحمت

لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ

تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ پر سوائے اپنی جان کے کسی کی ذمہ داری نہیں

لَاتَّبَعْتُمُ	الشَّيْطٰنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا	فَقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	لَا تُكَلَّفُ	اِلَّا	نَفْسَكَ	وَحَرِّضِ
تم پیچھے لگ جاتے	شیطان	سوائے	چند ایک	پس لڑیں	میں	راستہ	اللہ	مکلف نہیں	مگر	اپنی ذات	اور آمادہ کریں

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝

اور مسلمانوں کو ترغیب دے دیجئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ کافروں کے زور جنگ کو روک دینگے اور اللہ تعالیٰ زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں

الْمُؤْمِنِيْنَ	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ	يَّكُفَّ	بَاْسَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَاللّٰهُ	اَشَدُّ	بَاْسًا	وَ	اَشَدُّ	تَنْكِيْلًا
مومن (جمع)	قریب ہے	اللہ	کہ	روک دے	جنگ	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اور اللہ	سخت ترین	جنگ	اور	سب سے سخت	سزا دینا

تفسیر و تشریح

اوپر سے جہاد کے سلسلہ میں منافقوں کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے گزشتہ آیات میں منافقین کی یہ بد خلقی بیان کی گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو منافقین آپ کی اطاعت کا دم بھرتے اور آپ کے پاس سے جا کر آپ کی نافرمانی کے لئے مشورہ کرتے۔

شانِ نزول

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کسی گاؤں میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے لائیں۔ جب یہ صاحب مقررہ مقام پر پہنچے تو وہاں کے باشندے مل کر ان کے استقبال کی نیت سے آئے۔ انہوں نے سمجھا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں اور فوراً الٹے پھر آئے اور مدینہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ ہنوز یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچی تھی کہ شہر میں اس کا شہرہ ہو گیا کہ فلاں گاؤں والے تو مرتد ہو گئے آخر جب آنحضرتؐ کے پاس یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے اسکی تحقیق کی اور خبر بالکل غلط نکلی۔ صحیح بخاری و مسلم میں آیت مذکورہ کے شان نزول میں ایک دوسری روایت بیان کی گئی ہے جس سے شان نزول کی تخصیص معلوم ہوتی ہے اگرچہ آیت کا حکم عام ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ اس دہشت ناک خبر کو سن کر میں اپنے گھر سے چل کر مسجد میں گیا۔ کچھ دیر وہاں توقف کیا تو کچھ لوگ وہاں بھی یہی باتیں کر رہے تھے یہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ اس خبر کی تحقیق کرنی چاہیے۔ میں اجازت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حضور نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے تعجب سے کہا اللہ اکبر اور پھر مسجد کے دروازہ پر آ کر بلند آواز سے ندا کر دی کہ یہ خبر غلط ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق نہیں دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی سلسلہ میں منافقین کی بری خصلت بیان کر کے مسلمانوں کو نصیحت و ہدایت فرمائی جاتی ہے۔ منافقوں کی یہ عادت تھی کہ وہ تشویش پھیلانے والی خبریں اڑایا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں میں پریشانی پھیلے۔ اگر کسی بھید اور اسرار کی بات کو سن پاتے تو جھٹ اس کو مشہور کر دیتے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کی فتح کی خبر سننا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا یا کسی خوفناک خبر کا سن لینا جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہو جانا تو اسکو بلا تحقیق کے مشہور کرنے لگتے اور اس میں اکثر فساد اور نقصان پیش آ جاتا۔ منافقین تو ضرر رسانی کی غرض سے ایسا کرتے اور بعض سیدھے سادے مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو جاتے تو یہاں بغیر تحقیق یونہی سنی سنائی خبریں اور افواہیں پھیلانے کی ممانعت فرمائی گئی کہ اس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور خواہ مخواہ میں غلط فہمی پھیلتی ہے۔

بے تحقیق افواہیں اڑانا منع ہے

بہرحال آیت کا حکم عام ہے اور بے تحقیق افواہیں اڑانے اور خبریں پھیلانے کی ممانعت ہے۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ لوگوں کو لازم ہے کہ جب ان کو کوئی خبر پہنچے یا اطلاع ملے تو وہ کسی سے نہ کہیں۔ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا جو بات کو پرکھنے اور اس کی تحقیق کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں ان کے پاس جائیں اور سب سے پہلے ان کو وہ خبر پہنچائیں۔ جب وہ تحقیق اور چھان بین کر کے اس کی بات کہہ دیں کہ صحیح ہے تب اسے عوام میں مشہور کیا جائے

اس حکم و ہدایت کو سنانے کے بعد بطور احسان کے مسلمانوں کو ارشاد ہے:

''اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا یہ خاص فضل و رحمت نہ ہوتی کہ تم کو قرآن دیا۔ تم نے اپنا پیغمبر بھیجا۔ یہ اگر نہ ہوتا تو تم سب کے سب ضرر دنیوی و اخروی اختیار کر کے شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے جو بدولت عقل سلیم خداداد کے کہ وہ بھی ایک خاص فضل و رحمت ہے اس سے محفوظ رہتے ورنہ زیادہ تباہی میں پڑتے پس تم ان تنبیہات کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو اور شکر کرو اور برخلاف منافقین کے پوری اطاعت اور تعمیل کرو''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہیے۔ بے تحقیق باتوں کا اڑانا گناہ اور باعث فتنہ ہے۔

آیت نمبر ۸۴ کا شان نزول

بعض مفسرین نے اس آیت کو خاص ایک قصہ پر محمول کیا ہے جس کا خلاصہ بروایت حضرت ابن عباسؓ یہ ہے کہ جب غزوۂ احد شوال میں ہو چکا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ میں کفار کے وعدہ کے موافق بدر میں مقابلہ کے لئے جانا چاہا اس وقت بعض لوگ تازہ زخمی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے افواہی خبروں کی وجہ سے قدرے تامل کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا گو میرے ساتھ کوئی نہ چلے مگر میں ضرور جاؤں گا۔

چنانچہ دوسری آیت میں اسی کا تذکرہ ہے۔ آیت کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں جہاد میں جاؤں گا خواہ مجھے تنہا ہی

جانا پڑے۔ چنانچہ ۷۰ صحابہ کے ساتھ آپؐ بدر کے میدان کی طرف حسب وعدہ تشریف لے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کے زور کو توڑ کر مسلمانوں کی ہیبت ان کے دلوں میں ایسی بٹھادی کہ کفار میدان میں نہ آ سکے۔ تو یہاں جہاد کی ترغیب کے ساتھ آیت میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے سبب کا ہونا بھی ضروری رکھا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کامل اور ایمان حقیقی نصیب فرمائیں اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں قرآن پاک کی جملہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا عزم و توفیق عطا فرما۔ اور نفس و شیطان اور کفار و مشرکین سے جہاد اور مقابلہ کی قوت عطا فرما۔

یا اللہ اپنے خاص فضل و کرم سے ہماری ہدایت کے سامان فرما اور تمام شیطان فتنوں سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ بے تحقیق افواہیں اڑانے اور سنی سنائی خبریں پھیلانے کی آپ نے جو ممانعت فرمائی ہے اس پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ یہ آپ کا خاص فضل و کرم اور انعام و احسان ہے جو ہم کو قرآن کریم جیسی کتاب اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے نبی عطا فرمائے۔ یا اللہ ان انعامات کی ہم کو قدر دانی نصیب فرما اور ہم کو قرآن کریم کا اتباع کامل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کامل نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو صحیح اور سچا جذبہ جہاد فی سبیل اللہ عطا فرما۔

یا اللہ جیسے آپ نے ابتداء میں کفار و مشرکین کے زور اور قوت کو پاش پاش فرمادیا اور اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرمایا۔

یا اللہ اب بھی کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ جو دشمنان دین اسلام ہیں ان کی قوت کو توڑ دے اور ان کے غلبہ اور تسلط سے اہل اسلام کو بچالے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ

جو شخص اچھی سفارش کرے اُس کو اُس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جو شخص بُری سفارش کرے اُس کو اُس کی وجہ سے

مَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	حَسَنَةً	يَّكُنْ لَّهٗ	نَصِيْبٌ	مِّنْهَا	وَمَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	سَيِّئَةً	يَّكُنْ لَّهٗ
جو	سفارش کرے	سفارش	نیک بات	ہوگا اس کے لئے	حصہ	اس میں سے	اور جو	سفارش کرے	سفارش	بری بات	ہوگا اس کے لئے

كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں

كِفْلٌ	مِّنْهَا	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	مُّقِيْتًا
بوجھ (حصہ)	اس سے	اور ہے	اللہ	پر	ہر چیز	قدرت رکھنے والا

کسی کی سفارش کا بدلہ:

اس آیت میں سفارش کے متعلق ایک عام قانون بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص کسی نیک کام کی اچھی سفارش کرے مثلاً لوگوں کو شرکت جہاد سے روکے اور ان کو جہاد میں جانے سے ڈرائے تو اس کو بھی گناہ میں سے حصہ ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے کسی دولتمند سے کچھ دلوا دے تو یہ سفارش کرنے والا بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور اسی طرح جو کوئی مفسد فاسق یا سارق کو سفارش کر کے چھڑا دے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ سفارش کرنے والا بھی فساد اور چوری کے گناہ میں شریک ہوگا تو گویا یہاں ایک عام قاعدہ بیان کیا گیا کہ حصول نیکی کی سفارش اور ذریعہ بھی نیک اور قابل ثواب ہوگا اور حصول ابدی کا ذریعہ اور سفارش بھی بدی ہوگی اور اس پر گناہ ہوگا۔

شانِ نزول

چنانچہ منافقین آپس میں ایک دوسرے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سفارش کیا کرتے تھے کہ آپ انہیں جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دیں اور مومنین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اگر کسی مسلمان کے پاس سامان جنگ نہ دیکھتے تو کسی دوسرے صاحب مقدرت مسلمانوں سے کہہ سن کر ان کو سامان جنگ دلوا دیتے تا کہ جہاد میں شریک ہو سکیں اسی پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص اچھی یا بری جیسی سفارش کرے گا اس کی جزا و سزا اس کو بھی بھگتنی پڑے گی۔

اب یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ نیک کام کی سفارش میں طریق اور مقصود دونوں مشروع ہوں۔ جب وہ قابل ثواب ہوگا اور اگر طریق غیر مشروع ہوا یا مقصود غیر مشروع ہوا تو خواہ سفارش کیسے ہی نیک کام کی ہو قابل ثواب نہ ہوگی۔ مثلاً طریق کا غیر مشروع ہونا اس طرح ہے کہ کسی غریب کی امداد کے لئے کسی امیر سے کہا مگر اس طرح کہ اس کو مجبور کیا۔ اس پر گراں ہوا تو گو غرض بری نہیں مگر طریقہ برا ہے اس لئے کہ ایذائے مسلم معصیت اور گناہ اور مقصود و غیر مشروع یہ ہے کہ کسی ظالم کی اعانت کے لئے کہا کہ غرض ہی ناجائز اور حرام ہے تو جو سفارش دونوں سے منزہ ہو وہ عبادت اور ثواب ہے اور اس کا درجہ کہیں واجب کا کہیں مستحب کا ہے۔ نیز علماء نے لکھا ہے کہ سفارش کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ سفارش کر کے آدمی فارغ ہو جائے اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے جیسا کہ ایک واقعہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آزاد کردہ کنیز بریرہؓ سے یہ سفارش فرمائی کہ اس نے جو اپنے شوہر مغیث سے طلاق حاصل کر لی ہے اور وہ اس کی محبت میں پریشان پھرتے ہیں دوبارہ ان ہی سے

نکاح کر لے۔ بریرہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر سفارش ہے تو میری طبیعت اس پر بالکل آمادہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم نہیں سفارش ہی ہے۔ حضرت بریرہؓ جانتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف اصول کوئی ناگواری نہ ہوگی۔ اس لئے صاف عرض کر دیا تو پھر میں یہ سفارش قبول نہیں کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش دلی کے ساتھ ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔ یہ ہے حقیقت "سفارش" کی جو شرعاً درست اور باعث اجر و ثواب ہے کہ جس میں تعلق یا وجاہت کا کوئی اثر اور دباؤ نہ ڈالا جائے۔ اب آج کل تو کسی کی سفارش نہ مانی جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے بلکہ دشمنی پر آمادہ ہو جاتا ہے حالانکہ کسی ایسے شخص پر ایسا دباؤ ڈالنا کہ وہ اپنی مرضی اور ضمیر کے خلاف کرنے پر مجبور ہو جائے تو یہ جبر و اکراہ میں داخل ہے اور سخت گناہ ہے۔

کارساز حقیقی

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا لفظ مقیت کے معنی قادر کے بھی ہیں۔ حاضر و نگران کے بھی ہیں اور روزی کے تقسیم کرنے والے کے بھی۔ اس جملہ میں تینوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلے معنی یعنی قادر کے اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے عمل کرنے والے اور سفارش کرنے والے کی جزا و سزا اس کے لئے مشکل نہیں۔

دوسرے معنی کے اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران اور حاضر ہے اس کو سب معلوم ہے کہ کون کس نیت سے سفارش کر رہا ہے۔ محض لوجہ اللہ کسی کی امداد کرنا مقصود ہے یا کوئی اپنی غرض بطور رشوت کے اس سے حاصل کرنا مقصود ہے اور تیسرے معنی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ رزق و روزی کی تقسیم کا تو اللہ تعالیٰ خود متکفل ہے جتنا اور جو جس کے لئے لکھ دیا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ سفارش تقدیری امر میں تو تبدیلی نہیں آ سکتی البتہ سفارش کرنے والے کو مفت میں ثواب مل جاتا ہے کہ وہ ایک طرح کمزور کی اعانت اور نیکی میں مدد ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں ہر مسلمان کے حق میں نیکی اور خیر خواہی چاہنے کی توفیق عطا فرما اور نیکیوں اور نیک کاموں میں جائز طریقوں سے شفاعت حسنہ کرنے والا بنا۔ اے اللہ ہمیں ہر کام میں اخلاص نصیب فرما اور اپنی رضا کو حاصل کرنے کا ہر عمل سے ہمارا مقصود بنا۔ اے اللہ دین کے کاموں میں ہمیں ایک دوسرے کی اعانت اور سہارے کی توفیق عطا فرما اور بے دینی سے ہمیں بچنے اور ایک دوسرے کو بچانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا ۝۸۶

اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اُس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہدو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیں گے

وَاِذَا	حُيِّيْتُمْ	بِتَحِيَّةٍ	فَحَيُّوْا	بِاَحْسَنَ	مِنْهَآ	اَوْ	رُدُّوْهَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰى	كُلِّ شَیْءٍ	حَسِيْبًا
اور جب	تمہیں دعا دے	کسی دعا (سلام) سے	تو تم دعا دو	بہتر	اس سے	یا	وہی لوٹا دو (کہدو)	بیشک	اللہ	ہے	پر (کا)	ہر چیز	حساب کرنے والا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ

اللہ ایسے ہیں کہ اُن کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن میں اس میں کوئی شبہ نہیں اور خدا تعالیٰ

اَللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	لَيَجْمَعَنَّكُمْ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	وَمَنْ	اَصْدَقُ
اللہ	نہیں	عبادت کے لائق	اس کے سوا	وہ تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا	طرف	روز قیامت	نہیں شک	اس میں	اور کون؟	زیادہ سچا

مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝۸۷

سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی

مِنَ اللّٰهِ	حَدِيْثًا
اللہ سے	بات میں

سلام کا قانون

گزشتہ آیت میں شفاعت حسنہ کے متعلق بیان ہوا تھا یعنی جو کوئی کسی کی بہتری و بھلائی کی نیک سفارش کرے گا اسے خود بھی اس بہتری و نیکی کا حصہ ملے گا۔ اب آگے شفاعت حسنہ کی ایک خاص صورت کا ذکر فرمایا جاتا ہے یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش ہے لہٰذا تعلیم دی جاتی ہے کہ جو کوئی تمہاری بہتری چاہے تم پر لازم ہے کہ تم بھی اس کی بہتری چاہو۔ اگر کوئی مسلمان تم کو سلام اور دعا دے تو تم کو بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ یا تو وہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر مثلاً اگر کسی نے تم سے کہا السلام علیکم جس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر سلامتی ہو اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ تم ہر تکلیف رنج و مصیبت سے سلامت رہو تو تم بھی اُس کو یہی جواب دو اور جواب میں علیکم السلام کہو یعنی تم پر بھی دین دنیا کی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اگر سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو تم جواب میں اس سے بڑھ کر وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہہ دو۔ یہاں پہلی آیت میں یہی تعلیم ہے کہ اگر احسان اور بھلائی کا بدلہ اصل سے زیادہ ہو تو بہتر ہے ورنہ کم از کم برابر برابر تو ہونا ہی چاہیے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا جب تم کو کوئی مشروع طور پر سلام کرے تو تم اس سلام سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا جواب میں ویسے ہی الفاظ کہہ دو یعنی تم کو دونوں اختیار دیئے جاتے ہیں۔ ان دونوں طریقوں میں سے ایک طریقہ ضروری ہے لیکن اول صورت افضل ہے۔ تو اس جملہ میں بصیغۂ امر یہ حکم دیا گیا کہ جب کسی مسلمان کو سلام کیا جائے تو اس کے ذمہ جواب دینا تو واجب ہے اگر بغیر کسی عذر شرعی کے جواب نہ دیا تو گنہگار ہوگا البتہ جواب دینے میں دو باتوں کا اختیار ہے ایک یہ کہ جن الفاظ سے سلام کیا گیا ہے ان سے بہتر الفاظ میں جواب دیا جائے دوسرے یہ کہ بعینہ انہی الفاظ سے جواب دیدیا جائے اور اس کی تشریح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی کہ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السلام علیکم یا رسول اللہ۔ آپ نے جواب میں کلمہ بڑھا کر فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ پھر ایک دوسرے صاحب آئے انہوں نے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ۔ آپ نے جواب میں فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پھر

ایک تیسرے صاحب آئے اورانہوں نے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ نے جواب میں صرف ایک کلمہ وعلیک ارشاد فرمایا۔ اس پران تیسرے صاحب نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پرقربان۔ فلاں اورفلاں نے آپ کوسلام کیا تو آپ نے جواب کچھ زیادتی کے ساتھ دیا جو مجھے نہیں دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے لئے کچھ کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب تم پرسلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا اسی کولوٹا دو۔ تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کردیئے اس لئے ہم نے تمہارے سلام کا جواب بالمثل دینے پراکتفا کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے کلمات میں زیادتی صرف تین کلمات تک مسنون ہے اس سے زیادہ کرنا مسنون نہیں اگر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آخری صحابی کے جواب میں وہ لفظ فرمادیتے مگر جب انہوں نے اپنے ابتدائی سلام میں تین کلمے جمع کردیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اورزیادتی سے احتراز فرمایا۔

جن کوسلام کرنا مکروہ ہے

۱-نماز پڑھنے والے پر، اگرنمازی نے جواب دے دیا تواس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

۲-تلاوت قرآن کرنے والے پر۔

۳-وعظ وذکر میں مشغول ہونے والے پر

۴-حدیث اورخطبہ پڑھنے والے پر۔

۵-ان چاروں کی طرف کان لگانے والے پر

۶- قاضی پر بوقت قضات یعنی جب قاضی حکم دینے کے لئے مسند قضا پر بیٹھا ہوتو مدعی اور مدعا علیہ اس کوسلام نہ کریں۔

۷-علم شرعی میں بحث کرنے والوں پر۔

۸-مؤذن پر بوقت اذان

۹-تکبیر کہنے والے پر۔

۱۰-علم شرعی سکھانے والے پر بروقت تعلیم

۱۱-اجنبی جوان عورتوں پر، اسی طرح اس شخص کو بھی سلام نہیں کیا جاوے گا جو اجنبی عورت کو دیکھتا ہو۔

۱۲-شطرنج، چوسر، گنجفہ کھیلنے والے پر اور جولوگ انکی عادت کے مشابہ ہوں مثل جواری، شراب خور، غیبت کرنے والا، کبوتر اڑانے والا، گانے والا اور باجا بجانے والا۔ ان سب پر بھی سلام مکروہ ہے۔

۱۳-جوشخص اپنی بیوی سے بوس کنار میں مصروف ہو۔

۱۴-کافر پر

۱۵-برہنہ ننگے بدن والے پر

۱۶-پیشاب پاخانہ پھرنے والوں پر

۱۷-کھانا کھانے والے پر، مگر جس وقت سلام کرنے والا بھی بھوکا ہواور وہ جانتا ہو کہ کھانے سے منع نہیں کرے گا تو سلام مکروہ نہیں اس لئے کہ اس سلام سے غرض کھانا کھانے کی ہے۔

۱۸-بوڑھے مسخرے پر

۱۹-جھوٹے پر

۲۰-لوگوں کی عیب جوئی میں مصروف رہنے والے پر

۲۱-گالی بکنے والے پر۔ یہ لوگ ہیں کہ جن پرسلام مکروہ ہے ان کے علاوہ سب پرسلام مسنون ہے۔

کون کس کوسلام کرے

مسنون ہے کہ جب مرد گھر جائے تو بیوی اور گھر والوں کوسلام کرے اسی طرح بیوی گھر میں آئے تو شوہر کوسلام کرے ہر قرابتدار محرم عورت کوسلام کرنا بھی مسنون ہے جوشخص سواری پر ہو اس کو چاہیے کہ پیدل چلنے والے کوسلام کرے جو چل رہا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ چھوٹا بڑے کوسلام کرے تھوڑی جماعت زیادہ جماعت کو سلام کرے۔ سلام میں پہل کرنا افضل ہے۔ اگر کسی نے جماعت کو سلام کیا اور جماعت میں سے ایک نے بھی جواب دے دیا تو وہ جواب سب کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔ مگر ثواب اسی کو ملے گا جس نے جواب دیا۔ اگر ایک شخص کو جماعت نے سلام کیا تو اس کو ایک جواب دینا کافی ہے۔ اگر کوئی کسی کا سلام تم کو پہنچائے تو جواب میں علیک وعلیہ السلام کہے یعنی تم کو اور اس کو دونوں کو سلام۔

اس قرآنی حکم یعنی جب کسی مسلمان کو مشروع طریقہ سے سلام کیا جائے تو جواب دینا واجب ہے اس کے بعد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قانون تو یہی ہے کہ ہر ہر عمل پر حساب لیں اور یوں اپنے فضل سے معاف کر دیں وہ اور بات ہے۔

دربار الٰہی کی عظمت

اب یہاں تک جو احکام مذکور ہوئے ان کی تاکید و اہتمام کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور قیامت کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ حاکم کی عظمت سے اور ان کے دربار میں حاضری اور حساب کے خوف سے احکام پر عمل کرنے میں اہتمام بڑھ جائے۔ اوپر یہ ارشاد ہوا تھا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں۔ اس میں چونکہ دو دعوے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنے پر قدرت ہے دوسرا یہ کہ ایسا ہوگا لہٰذا اول دعوے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کو ضرور اس پر قدرت ہے کیونکہ اللہ کی یہ شان ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ جب وہی تمام مخلوق کا الہ مطلق ہے اور سزاوار الوہیت ہے تو لوازم الوہیت جیسے قدرت کاملہ اور اختیار کامل اور نفاذ حکم وغیرہ اس کے لئے ثابت ہوں گے اور دوسرے دعوے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ وقوع محاسبہ ضرور ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس وقوع کی خبر دی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون صادق القول ہو سکتا ہے چنانچہ جب وہ فرماتے ہیں کہ وہ تم کو قیامت میں بغرض محاسبہ ضرور جمع کریں گے تو پھر اس میں کوئی خلجان اور شبہ کی بات نہیں۔ اسی مضمون میں آج کی دوسری آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اللہ لاالٰہ الا ھو اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں یعنی خدائے قدوس معبود برحق ہے اس کا حکم اور فیصلہ ناطق ہے۔ وہی تمام مخلوق کا الٰہ مطلق ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔

لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ یعنی قیامت کا آنا حساب کتاب ہونا۔ جزا و سزا کا ملنا۔ سب وعدوں کا پورا ہونا یقینی ہے اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا اور خدائے تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی جب وہ خبر دے رہے ہیں تو بالکل ٹھیک ہی ہے۔

یہاں یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہو سکتا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جھوٹ کا منشا یا خوف ہے یا لالچ یا حماقت یا جہل یا عجز کیونکہ اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو دانستہ بولتا ہے یا نادانستہ پھر جو دانستہ بولتا ہے تو یا اس میں فائدہ مدنظر ہوتا ہے یا نہیں دوسری صورت میں حماقت ہے اور اگر پہلی صورت میں ہے تو اس سے یا کوئی اپنی غرض متعلق ہوتی ہے یا دوسرے کی اگر اپنی غرض متعلق ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس غرض کو دوسرے طریق سے حاصل نہیں کر سکتا تو یہ عجز کامل ہے یا دوسرے طریق سے حاصل کرنے میں کوئی اور خرابی ہوتی ہے۔ یہ عجز ناقص ہے اور حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ و مبرا ہیں اس لئے وہ کذب سے بھی منزہ اور پاک ہے اور دوسرے لوگ فی نفسہ ان باتوں سے منزہ نہیں پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ سب سے زیادہ سچے ہیں۔

مقصود بیان اس آیت کا یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ معبود برحق ٹھہرا اور سب کا خالق اور الٰہ مطلق قرار پایا تو اس سے بڑھ کر کون صادق القول ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جب انہوں نے یہ فرما دیا کہ قیامت کا ہونا یقینی ہے اور ہم سب کو حساب اور جزا و سزا کے لئے جمع کریں گے تو تمام افراد انسانی پر واجب ہے کہ ان کی ہدایت اور ارشاد کو مانیں اور ان کے احکام اور تعلیم پر عمل کریں اور یقین جانیں کہ جو ان کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا وہ قیامت کے دن سزا کا مستحق ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قیامت کا یقین کامل عطا فرمائیں اور قیامت کے حساب کتاب کا خوف ہمارے دلوں میں جما دیں۔ یا اللہ اپنی اور اپنے احکام کی وہ عظمت ہمارے دلوں میں عطا فرما دے کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے حکم کی تعمیل کا اہتمام کرنے لگیں اور احکام کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچنے لگیں۔ اے اللہ ہمیں جملہ اسلامی احکام کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور ان پر مسنون طریقہ سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ

پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے باب میں تم دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُلٹا پھیر دیا اُن کے عمل کے سبب کیا تم لوگ اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو

فَمَا لَكُمْ	فِي الْمُنٰفِقِيْنَ	فِئَتَيْنِ	وَاللّٰهُ	اَرْكَسَهُمْ	بِمَا كَسَبُوْا	اَتُرِيْدُوْنَ	اَنْ تَهْدُوْا	مَنْ
سو کیا ہوا تمہیں؟	منافقین کے بارہ میں	دو فریق	اور اللہ	انہیں اُلٹ دیا (اوندھا کر دیا)	اسکے سبب جو انہوں نے کمایا (کیا)	کیا تم چاہتے ہو؟	کہ راہ پر لاؤ	جو۔ جس

اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے، وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں

اَضَلَّ	اللّٰهُ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَنْ تَجِدَ	لَهٗ	سَبِيْلًا	وَدُّوْا	لَوْ تَكْفُرُوْنَ	كَمَا	كَفَرُوْا
گمراہ کیا	اللہ	اور جو۔ جس	گمراہ کرے	اللہ	پس تم ہرگز نہ پاؤ گے	اسکے لئے	کوئی راہ	وہ چاہتے ہیں	کاش تم کافر ہو	جیسے	وہ کافر ہوئے

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا

تم بھی کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سو اُن میں سے کسی کو دوست مت بنانا جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اگر وہ

فَتَكُوْنُوْنَ	سَوَاۗءً	فَلَا تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	اَوْلِيَاۗءَ	حَتّٰي	يُهَاجِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا
تو تم ہو جاؤ	برابر	پس تم نہ بناؤ	ان سے	دوست	یہانتک کہ	وہ ہجرت کریں	میں	اللہ کی راہ	پھر اگر تم	منہ موڑیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾

اعراض کریں تو اُن کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ اُن کو پاؤ اور نہ اُن میں کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ۔

فَخُذُوْهُمْ	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	وَجَدْتُّمُوْهُمْ	وَلَا	تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	وَلِيًّا	وَّلَا	نَصِيْرًا
تو ان کو پکڑو	اور انہیں قتل کرو	جہاں کہیں	تم انہیں پاؤ	اور نہ	بناؤ	اُن سے	دوست	اور نہ	مددگار

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو کہ ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمہارے اور اُن کے درمیان عہد ہے یا خود تمہارے پاس اس حالت سے آویں کہ

اِلَّا	الَّذِيْنَ	يَصِلُوْنَ	اِلٰى	قَوْمٍۢ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِّيْثَاقٌ	اَوْ	جَاۗءُوْكُمْ	حَصِرَتْ
مگر	جو لوگ	مل گئے ہیں (تعلق رکھتے ہیں)	طرف (سے)	قوم	تمہارے درمیان	اور انکے درمیان	عہد (معاہدہ)	یا	وہ تمہارے پاس آئیں	تنگ ہو گئے

صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ

اُن کا دل تمہارے ساتھ اور نیز اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے منقبض ہو اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے

صُدُوْرُهُمْ	اَنْ	يُّقَاتِلُوْكُمْ	اَوْ	يُقَاتِلُوْا	قَوْمَهُمْ	وَلَوْ	شَاۗءَ اللّٰهُ	لَسَلَّطَهُمْ	عَلَيْكُمْ	فَلَقٰتَلُوْكُمْ
ان کے سینے (ان کے دل)	کہ	وہ تم سے لڑیں	یا	لڑیں	اپنی قوم سے	اور اگر	چاہتا اللہ	انہیں مسلط کر دیتا	تم پر	تو وہ تم سے ضرور لڑتے

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ⁽⁹⁰⁾

پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے سلامت روی رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن پر کوئی راہ نہیں دی ۔

فَإِنِ	اعْتَزَلُوكُمْ	فَلَمْ	يُقَاتِلُوكُمْ	وَ	أَلْقَوْا	إِلَيْكُمُ	السَّلَمَ	فَمَا جَعَلَ	اللَّهُ	لَكُمْ	عَلَيْهِمْ	سَبِيلًا
پھر اگر	تم سے کنارہ کش ہوں	پھر نہ	وہ تم سے لڑیں	اور	ڈالیں	تمہاری طرف	صلح	تو نہیں دی	اللہ	تمہارے لئے	ان پر	کوئی راہ

شانِ نزول

مشرکین عرب میں سے کچھ لوگ مدینہ آئے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں کچھ دنوں مدینہ میں مقیم رہے۔ پھر مدینہ کی آب و ہوا کے موافق نہ آنے کا عذر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو ہم جنگل میں جا رہیں یہاں کی آب و ہوا ہم کو موافق نہیں۔ آپ نے ان کو اجازت دیدی۔ یہ بہانہ کر کے جب مدینہ سے باہر نکل گئے تو منزل بمنزل کوچ کرتے اور کھسکتے رہے یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے اور گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھوٹ موٹ خط لکھا کہ آپ ہماری طرف سے کچھ خیال نہ کریں ہم آپ ہی کے دین پر ہیں اور ہم مدینہ کی آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے اپنے وطن چلے آئے ہیں۔ یہ حال سن کر مسلمان ان کے ایمان و کفر میں اختلاف کرنے لگے۔ بعض نے کہا یہ منافق ہیں ہم ان کو قتل کریں گے۔ اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہوتے تو مصائب پر صبر کرتے اور ہجرت کو ترک کر کے واپس نہ ہوتے اور بعض نے کہا کہ ایسا نہیں وہ مسلمان ہیں ہم کو ان سے بدگمانی نہ کرنی چاہیے جب تک ہم پر ان کا پورا حال نہ کھل جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور ان کا کفر و نفاق ظاہر کر دیا اور بتلا دیا کہ اے مسلمانو ان منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہ کیوں ہو گئے۔ یہ لوگ تو ایسے پکے کافر ہیں کہ تم کو بھی کافر اور گمراہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ جب ان کا کفر و نفاق واضح اور ظاہر ہو گیا تو پھر ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ہجرت کا حکم اور کافروں کے دو گروہ

ابتدائے اسلام میں ہجرت دارالکفر سے تمام مسلمانوں پر فرض تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنے سے منع فرمایا جو اس فرض کے تارک ہوں پھر جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاهجرة بعد الفتح۔ یعنی مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا تو اب وہاں سے ہجرت فرض نہ رہی' یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ دارالکفر مکہ سے ہجرت شرط ایمان تھی۔ اس آدمی کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہ کرے لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔

الغرض یہاں کافروں کے فرقوں کا ذکر فرمایا گیا۔

ایک وہ جو ہجرت کے شرط اسلام کے زمانہ میں باوجود قدرت کے ہجرت نہ کریں یا ہجرت کرنے کے بعد پھر دارالاسلام سے نکل کر دارالحرب میں چلے جائیں۔ ان کا حکم عام کفار کے مانند ہے۔

دوسرے وہ جو مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ خود کر لیں یا ایسا معاہدہ کرنے والوں سے معاہدہ کر لیں ایسے فریق قتل و قید اور پکڑ دھکڑ سے مستثنیٰ ہیں۔

آگے ایک تیسرے فریق کا ذکر فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرمائیں اور اسلام کی سچی متابعت نصیب فرمائیں۔ اہل اسلام سے صحیح تعلق اور اہل کفر سے بے تکلفی نصیب فرمائیں۔ اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ

بعض ایسے بھی تم کو ضرور ملیں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں جب کبھی انکو شرارت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے

سَتَجِدُوْنَ	اٰخَرِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ	وَ	يَاْمَنُوْا	قَوْمَهُمْ	كُلَّمَا	رُدُّوْٓا	اِلَى الْفِتْنَةِ
اب تم پاؤ گے	اور لوگ	وہ چاہتے ہیں	کہ تم سے امن میں رہیں	اور	امن میں رہیں	اپنی قوم	جب کبھی	لوٹائے (بلائے جاتے ہیں)	فتنہ کی طرف

اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ

تو وہ اسمیں جا گرتے ہیں سو وہ لوگ اگر تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو تم انکو پکڑو

اُرْكِسُوْا	فِيْهَا	فَاِنْ	لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ	وَيُلْقُوْٓا	اِلَيْكُمُ	السَّلَمَ	وَيَكُفُّوْٓا	اَيْدِيَهُمْ	فَخُذُوْهُمْ
پلٹ جاتے ہیں	اس میں	پس اگر	تم سے کنارہ کشی نہ کریں	اور (نہ) ڈالیں وہ	تمہاری طرف	صلح	اور روکیں	اپنے ہاتھ	تو انہیں پکڑو

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

اور قتل کرو جہاں کہیں اُن کو پاؤ اور ہم نے تم کو اُن پر صاف حجت دی ہے۔

	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوْهُمْ	وَاُولٰٓئِكُمْ	جَعَلْنَا	لَكُمْ	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا	
	اور انہیں قتل کرو	جہاں کہیں	تم انہیں پاؤ	اور یہی لوگ	ہم نے دی	تمہارے لئے	اُن پر	سند (حجت)	کھلی	

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیت میں دو قسم کے کفار کو قید یا قتل کرنے کی اجازت نہ ہونا بیان فرمایا گیا تھا ایک وہ جن سے مسلمانوں نے معاہدہ صلح وامن کرلیا ہو۔ دوسرے وہ جو بالکل الگ تھلگ غیر جانبدار رہیں۔ نہ کافروں کے طرف دار رہیں نہ مسلمانوں کے جانب دار اور اس طرح انکا غیر جانبدار رہنا ان کی امن پسندی کی دلیل ہے اس لئے مسلمانوں کو ان سے بھی جنگ وقتال جائز نہیں۔

کافروں کا تیسرا گروہ

یہاں اس آیت میں کفار کے ایک تیسرے گروہ کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر نہ مسلمانوں سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں نہ اپنی قوم سے اور مسلمانوں سے عہد کرلیتے ہیں کہ تم سے نہ لڑیں گے لیکن جب دیکھتے ہیں کہ اعدائے اسلام بڑھ رہے ہیں تو وہ اپنے عہد وپیمان کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اعدائے اسلام سے جا ملتے ہیں تو ایسے لوگ اگر عہد وصلح کو توڑ کر لڑنے کے لئے آجائیں اور دست درازی شروع کردیں تو پھر مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ ایسے لوگوں پر جہاں تک تمہارا قابو چلے قلع قمع کردو۔

یعنی ایسے کفار کا حکم قتل وقید کا اللہ تعالیٰ نے خواہ مخواہ نہیں دیا اور نہ ان کی بنا ظلم ہے بلکہ ان کفار کے قتل وقید پر ایک روشن اور واضح دلیل مقرر کردی ہے۔ دھوکہ بازی' نفاق اور جنگ کی ابتدا انہی کی طرف سے ہے وہی مسلمانوں کو ذلیل کرنا' ان کی بیخ کنی کرنا' ان کی جان مال اور دین برباد کرنا چاہتے ہیں۔ یہی بات ان کے قتل وقید کے جواز کی واضح دلیل ہے۔

کافروں کی تین اقسام کا حکم

گزشتہ اور اس آیت سے واضح ہوا کہ معاہدات کی پابندی مسلمانوں پر فرض ولازمی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاہدہ کا احترام کرنا

لازم ہے۔ہاں جو قوم تخریب اسلام کے درپے ہو اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا چاہتی ہو ان سے جنگ و جہاد اور انکو قتل وقید کرنا واجب ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ گزشتہ آیات اور اس آیت میں تین فرقوں کا ذکر ہوا جن کے متعلق دو حکم مذکور ہوئے۔

ایک فرقہ جو ہجرت کے شرط اسلام کے زمانہ میں باوجود قدرت کے ہجرت نہ کرے یا ہجرت کرنے کے بعد دارالاسلام سے نکل کر پھر دارالکفر میں چلے جائیں۔ان کا حکم عام کفار کی مانند ہے اوران کی سزا قتل و قید ہے۔یہ صورت قبل فتح مکہ کے تھی اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔

دوسرا فرقہ جو مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ خود کرلیں یا ایسا معاہدہ کرنے والوں سے معاہدہ کرلیں تو انکا حکم یہ ہے کہ یہ قتل و قید اور پکڑ دھکڑ سے مستثنیٰ ہیں اور اس حالت میں ان کے قتل وقید کی اجازت نہیں۔

تیسرا فرقہ جو محض دھوکہ دینے اور دفع الوقتی کی غرض سے مسلمانوں سے صلح کرلے لیکن جب مسلمانوں کے خلاف ان کو جنگ کی دعوت دی جائے تو اس میں شریک ہو جائیں اوراپنے عہد صلح پر قائم نہ رہیں۔ان کا حکم بھی مثل پہلے فریق کے قتل وقید ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کے فتنوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیں اوراپنی حمایت اور نصرت سے اہل اسلام کو غلبہ و شوکت عطا فرمائیں اوراعدائے دین کو مغلوب اور ذلیل وخوار نہ کریں۔

اے اللہ اپنے دین کی بلندی کے لئے ہمیں کفار سے جہاد کرنے کا صحیح جذبہ اور عزم نصیب فرما اور ہمیں اعدائے دین کے مقابلہ و مقاتلہ کی قوت وطاقت عطا فرما۔

یا اللہ جب سے اہل اسلام کے جذبہ جہاد میں کمی آئی ان کا کفار و مشرکین پر رعب و ہیبت نہ رہا۔ بلکہ الٹا کفار کا ان پر غلبہ اور تسلط ہو گیا۔یا اللہ اپنے دین کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی پھر اہل اسلام کی توفیق عطا فرما اور اس بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کرنے کا عزم نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو پھر قرآنی تعلیمات و ہدایات کا متبع بنادے اور دین کے لئے جینے اور مرنے کا جذبۂ صادقہ عطا فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنے عہد و معاہدہ کا ایفا اور احترام ہر حال میں کرنے کی توفیق مرحمت فرما اور وعدہ شکنی کے گناہ سے بچنے کا عزم نصیب فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی

وَمَا	كَانَ	لِمُؤْمِنٍ	اَنْ يَّقْتُلَ	مُؤْمِنًا	اِلَّا خَطَـًٔا	وَمَنْ	قَتَلَ	مُؤْمِنًا	خَطَـًٔا	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ
اور نہیں	ہے	کسی مسلمان کیلئے	کہ وہ قتل کرے	کسی مسلمان	مگر غلطی سے	اور جو	قتل کرے	کسی مسلمان	غلطی سے	تو آزاد کرے	ایک گردن (غلام)

مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ

کا آزاد کرنا ہے اور خونبہا ہے جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کر دی جاوے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں

مُّؤْمِنَةٍ	وَّدِيَةٌ	مُّسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ	اِلَّآ	اَنْ	يَّصَّدَّقُوْا	فَاِنْ	كَانَ	مِنْ	قَوْمٍ عَدُوٍّ	لَّكُمْ
مسلمان	اور خون بہا	حوالہ کرنا	اسکے وارثوں کو	مگر	یہ کہ	وہ معاف کردیں	پھر اگر	ہو	سے	دشمن قوم	تمہاری

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۗ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور اُن میں معاہدہ ہو تو خونبہا ہے

وَهُوَ	مُؤْمِنٌ	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُّؤْمِنَةٍ	وَاِنْ	كَانَ	مِنْ قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِّيْثَاقٌ
اور وہ	مسلمان	تو آزاد کردے	ایک گردن (غلام)	مسلمان	اور اگر	ہو	ایسی قوم سے	تمہارے درمیان	اور ان کے درمیان	عہد (معاہدہ)

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

جو اُس کے خاندان والوں کو حوالہ کر دی جاوے اور ایک لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا پھر جس شخص کو (غلام لونڈی) نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں

فَدِيَةٌ	مُّسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى اَهْلِهٖ	وَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُّؤْمِنَةٍ	فَمَنْ	لَّمْ يَجِدْ	فَصِيَامُ	شَهْرَيْنِ
تو خون بہا	حوالہ کرنا	اس کے وارثوں کو	اور آزاد کرنا	ایک گردن (غلام)	مسلمان	سو جو	نہ پائے	تو روزے رکھے	دو ماہ

مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے حکمت والے ہیں اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے

مُتَتَابِعَيْنِ	تَوْبَةً	مِّنَ اللّٰهِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	وَمَنْ	يَّقْتُلْ	مُؤْمِنًا	مُّتَعَمِّدًا
لگاتار	توبہ	اللہ سے	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور جو کوئی	قتل کردے	کسی مسلمان کو	دانستہ (قصداً)

فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

تو اُس کی سزا جہنم ہے پڑا رہیگا اسی میں اور اُس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کرینگے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کرینگے

فَجَزَاۗؤُهٗ	جَهَنَّمُ	خٰلِدًا	فِيْهَا	وَغَضِبَ اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَلَعَنَهٗ	وَاَعَدَّ لَهٗ	عَذَابًا	عَظِيْمًا
تو اس کی سزا	جہنم	ہمیشہ رہیگا	اس میں	اور اللہ کا غضب	اس پر	اور اس کی لعنت	اور اسکے لیے تیار کر رکھا ہے	عذاب	بڑا

شانِ نزول

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عیاش بن ربیعہ جو ابوجہل کے ماں کی طرف سے بھائی تھے قبل از ہجرت مشرف باسلام ہوئے مگر گھر والوں کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ آ گئے تو حضرت عیاش بن ربیعہ بھی مدینہ آ گئے مگر اپنے بھائیوں سے ڈر کے مارے کسی قلعہ میں چھپ کر رہنے لگے۔ حضرت عیاش کی ماں کو جب اس کی خبر ملی تو اس کو سخت قلق ہوا اور اس نے کھانا پینا بند کر دیا اور اپنے دونوں بیٹے حارث اور ابوجہل کو عیاش کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا اور ماں نے قسم کھائی کہ جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لاؤ گے میں چھت کے نیچے نہیں بیٹھوں گی اور نہ دانہ پانی کا مزہ چکھوں گی۔ ماں کا یہ کلام سن کر دونوں بھائی عیاش کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ساتھ میں حارث بن زید کو لے کر تینوں مدینہ پہنچے۔ بالآخر پتہ لگا کر کہ عیاش قلعہ میں روپوش ہے ان تینوں نے باہر سے کہا کہ تم قلعہ سے نیچے اتر آؤ جب سے تم اپنی ماں سے جدا ہوئے ہو اس وقت سے تمہاری ماں چھت کے نیچے نہیں بیٹھی اور نہ اس نے دانہ پانی کا مزہ چکھا ہے اور اس نے قسم یہ کھائی ہے کہ جب تک تم اس کے پاس لوٹ کر نہیں جاؤ گے اس وقت تک دانہ پانی اس پر حرام ہے اور خدا کے درمیان میں ڈال کر تم سے عہد کرتے ہیں کہ تم کو کسی ایسی بات پر مجبور نہ کریں گے جو تمہارے دین کے خلاف ہو۔ حضرت عیاش نے جب ماں کی بے قراری اور بے چینی کا حال سنا تو دل بھر آیا اور قلعہ سے اتر کر ان کے پاس آ گئے اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ مدینہ سے نکلنے کے بعد حضرت عیاش کو چمڑے کے تسموں سے باندھ لیا اور تینوں میں سے ہر ایک نے حضرت عیاش کے سو سو کوڑے لگائے اور اس طرح ماں کے پاس لے گئے۔ ماں نے دیکھ کر یہ کہا کہ میں تجھے اس وقت تک نہ کھولوں گی جب تک اس کا انکار نہ کرے جس پر تو ایمان لایا ہے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں ڈلوا دیا اور عرصہ تک ایسی تکالیف دیتے رہے۔ بالآخر حضرت عیاش نے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ جبراً قہراً جو انہوں نے کہلایا کہہ دیا۔ اس پر حارث بن زید نے جو اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ حضرت عیاش کو چھیڑا اور طعنہ دیا کہ اے عیاش جس دین پر تو تھا اگر وہ راہ ہدایت تھا تو تو نے ہدایت کو کیوں چھوڑا اور اگر وہ گمراہی پر تھا تو تو اتنے دنوں گمراہی پر رہا اس پر حضرت عیاش کو بڑا طیش آیا اور قسم کھائی کہ بخدا اگر تو مجھے کہیں تنہائی میں مل گیا تو میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عیاش پھر مدینہ آ گئے اور دوبارہ اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حارث بن زید کو بھی اسلام کی توفیق بخشی اور وہ بھی مسلمان ہونے کی نیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے مگر اتفاق سے اس دن حضرت عیاش مدینہ میں موجود نہ تھے۔ ان کو حارث بن زید کے مسلمان ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ ایک دن اتفاق سے قبا کے راستہ میں حضرت عیاش کو حارث مل گئے۔ انہوں نے پچھلی عداوت اور قسم کی بنا پر ان کو جان سے مار دیا۔ جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو مسلمانوں نے حضرت عیاش کو ملامت کی کہ تم نے یہ کیا کیا۔ حارث تو مسلمان ہو گیا تھا اور تم نے اپنے پچھلے کینہ کی وجہ سے ایک مسلمان کو جان سے مار دیا۔ حضرت عیاش یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے جو تکلیف اور مصائب حارث کی طرف سے پہنچی تھیں وہ حضورؐ پر ظاہر ہیں اور حارث کا اسلام لانا مجھ کو معلوم نہ تھا۔ میں نے اپنی گزشتہ قسم کی وجہ سے ان کو قتل کر دیا۔ میں لاعلمی کی وجہ سے بے قصور ہوں اور اپنے فعل پر نادم ہوں اب کیا کروں اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ آیات حضرت ابودرداءؓ کے حق میں نازل ہوئیں جس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت ابودرداءؓ کسی لشکر میں تھے اتفاقاً اپنے لشکر سے جدا ہو کر کسی ضرورت سے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں گئے وہاں ایک بدوی کو دیکھا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا حضرت ابودرداءؓ نے اس پر تلوار چلائی اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔ حضرت ابودرداء نے یہ سمجھا کہ محض اپنی جان بچانے کے لئے کہہ رہا ہے اس لئے اس کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر جب اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا یعنی تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ اس کے دل میں خالص نیت نہ تھی۔ اس پر حضرت ابودرداءؓ کو سخت ندامت ہوئی اور اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

تیسری روایت یہ ہے کہ یہ آیات حضرت حذیفہ کے والد کے بارے میں نازل ہوئیں جو جنگ احد میں مسلمانوں کی غلطی سے

مارے گئے تھے۔ حضرت حذیفہ کے والد احد کی جنگ میں کافروں کی بھیڑ میں پھنس گئے تھے مسلمانوں نے جب کافروں پر یورش کی تو اس میں حضرت یمان بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے غلط فہمی کی بنا پر شہید ہوگئے۔ جب یہ بات مسلمانوں کے علم میں آئی تو ان کو سخت ملال ہوا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

مومن کی جان کے تحفظ کا قانون

بہرحال ان آیات کا شان نزول جو بھی ہو ان کا حکم عام ہے اور ہر مسلمان کو شامل ہے اور سب کا ماحصل یہ ہے کہ کسی مومن کو کسی مومن کا قتل کرنا ہرگز ہرگز درست نہیں۔ مگر بھول چوک سے اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر یا کسی اور غلطی کی بنا پر قتل کر ڈالے تو وہ معذور ہے لیکن دیت یعنی خون بہا اور کفارہ واجب ہے۔

غلطی سے مومن کو قتل کرنے کا کفارہ

خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ یہاں قتل مومن اول یہ کہ جس مسلمان کو غلطی سے مارا گیا اس کے وارث مسلمان ہوں تو اس صورت میں دیت یعنی خون بہا اور کفارہ واجب ہوں گے۔ دوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے لوگ ہیں جو دارالحرب میں رہتے ہیں اور جن سے تمہاری دشمنی ہے تو اس صورت میں صرف کفارہ واجب ہوگا اور دیت یعنی خون بہا لازم نہیں ہوگا اور سوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے لوگ ہیں جن سے تمہارا کوئی عہد و پیمان ہے تو اس صورت میں بھی دیت اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

خون بہا یعنی دیت کی تفصیل حدیث میں ہے کہ سو اونٹ ہونا چاہیے پھر یہ اونٹ کس طرح کے یعنی کس کس قسم کے کتنے ہوں ان کی تفصیل ہے اگر دیت نقدی میں دی جائے تو حنفیہ کے نزدیک سونے کے سکہ سے ایک ہزار دینار یعنی اشرفی اور چاندی کے سکہ سے دس ہزار درہم۔ بہرحال ان مسائل اور احکام کی تفصیلات کتب فقہ میں فقہا نے قرآن حدیث کی روشنی میں جمع کر دی ہیں اور دیت کے بعض احکام سورۂ بقرہ آیت ۱۷۸ میں بیان ہو چکے ہیں۔

جان بوجھ کر مومن کو قتل کرنے کی سزا

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے یعنی اس کے قتل کا ارادہ بھی ہو اور ایسی چیز سے مارا ہو جس سے عموماً آدمی مر جاتا ہو نیز اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے مارا ہو تو اس کی وعید آگے آیت میں سنائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے

''اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو دنیاوی حکم تو اس کا قصاص ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (درس ۸۴) میں گذرا اور اخروی حکم اس کا یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ پڑا رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے جو دوسرے کبائر کے عذاب سے بہت بڑھ کر ہے''

یہاں اس آیت میں ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور عمداً مسلمان معلوم ہونے کے بعد قتل کرے گا تو آخرت میں اس کی سزا جہنم' اللہ کا غضب اور لعنت اور عذاب عظیم بیان فرمائی گئی۔ یہ آخرت کی سزا ہوگی باقی رہی دنیوی سزا تو وہ سورۂ بقرہ میں گزر چکی یعنی قانون قصاص' قتل کے بدلہ میں قتل۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنے فضل و کرم سے جب آپ نے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو ہر حال میں اسلام کے مطالبات اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق بھی عطا فرما اے اللہ ہمیں شریعت کے احکام کے خلاف ورزی سے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ کے ارتکاب سے بچنے کی توفیق عطا فرما خصوصاً ہم کو اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ ہم کو اپنے بھائی مسلمان کی جان مال عزت آبرو ایسی ہی پیاری ہو جیسی اپنی جان مال اور عزت آبرو پیاری ہے۔ اے اللہ ہم کو اکرام مسلم کی دولت عطا فرما اور احترام مسلم کا جذبہ نصیب فرما۔ اے اللہ ہم کو دین اسلام کے ذریعہ سے آپس میں محبت اور اتحاد اور اتفاق نصیب فرما اور ایک دوسرے سے مخالفت اور عناد اور نفرت سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فَتَبَيَّنُوْا	وَلَا	تَقُوْلُوْا	لِمَنْ	اَلْقٰۤى	اِلَيْكُمُ	السَّلٰمَ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	جب	تم سفر کرو	میں	اللہ کی راہ	تو تحقیق کرلو	اور نہ	تم کہو	جو کوئی	ڈالے (کرے)	تمہاری طرف	سلام

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ

یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں پہلے تم بھی

لَسْتَ	مُؤْمِنًا	تَبْتَغُوْنَ	عَرَضَ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	فَعِنْدَ	اللّٰهِ	مَغَانِمُ	كَثِيْرَةٌ	كَذٰلِكَ	كُنْتُمْ
تو نہیں ہے	مسلمان	تم چاہتے ہو	اسباب (سامان)	دنیا کی زندگی	پھر پاس	اللہ	غنیمتیں	بہت	اسی طرح	تم تھے

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۹۴ لَا يَسْتَوِي

ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

مِّنْ قَبْلُ	فَمَنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	فَتَبَيَّنُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا	لَا يَسْتَوِي
اس سے پہلے	تو احسان کیا	اللہ	تم پر	سو تحقیق کرلو	بیشک	اللہ	ہے	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	برابر نہیں

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں

الْقٰعِدُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	غَيْرُ	اُولِي الضَّرَرِ	وَ	الْمُجٰهِدُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	بِاَمْوَالِهِمْ
بیٹھ رہنے والے	سے	مومن (مسلمان)	بغیر	عذر والے (معذور)	اور	مجاہد (جمع)	میں	اللہ کی راہ	اپنے مالوں سے

وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ

اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے

وَاَنْفُسِهِمْ	فَضَّلَ اللّٰهُ	الْمُجٰهِدِيْنَ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَاَنْفُسِهِمْ	عَلَى	الْقٰعِدِيْنَ	دَرَجَةً
اور اپنی جانیں	اللہ نے فضیلت دی	جہاد کرنے والے	اپنے مالوں سے	اور اپنی جانیں	پر	بیٹھ رہنے والے	درجے

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۹۵ دَرَجٰتٍ

اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے

وَكُلًّا	وَّعَدَ	اللّٰهُ	الْحُسْنٰى	وَ	فَضَّلَ	اللّٰهُ	الْمُجٰهِدِيْنَ	عَلَى	الْقٰعِدِيْنَ	اَجْرًا عَظِيْمًا	دَرَجٰتٍ
اور ہر ایک کو	وعدہ دیا	اللہ	اچھا	اور	فضیلت دی	اللہ	مجاہدین	پر	بیٹھ رہنے والے	اجر عظیم	درجے

مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں

مِّنْهُ	وَمَغْفِرَةً	وَّرَحْمَةً	وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	
اس کی طرف سے	اور بخشش	اور رحمت	اور ہے	اللہ	بخشنے والا	مہربان	

شان نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا۔ اس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال واسباب اور مواشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا۔ مجاہدین نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اپنی جان اور مال بچانے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے مواشی اور اسباب سب لے لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تاکید و تنبیہ فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لئے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو اور بے سوچے سمجھے کام مت کرو اور جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو چنانچہ جب اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ سخت رنجیدہ ہوئے اور اس قتل کا خون بہا دلایا۔

بلا تحقیق کسی کو کافر نہ کہو

چنانچہ یہاں آیت میں پہلے ارشاد ہوتا ہے "اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اسلام کی علامات ظاہر کرے جیسے کلمہ پڑھنا یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرنا تو تم یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو دل سے مسلمان نہیں محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرو جیسا کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی نہ اس کو قتل کرو نہ اس کا مال لوٹو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے تمہارا مدعا یہ ہے کہ تم کو دنیوی مال ومتاع حاصل ہو جائے اور تم مقتول کے مال اسباب پر قبضہ کر لو تو یہ خواہش دل سے نکال دو کیونکہ اللہ کے پاس یعنی ان کے علم اور قدرت میں تمہارے لئے بہت غنیمت کے مال ہیں جو تم کو بطریق مرضی حق حاصل ہوں گے۔ آگے اس حکم کو دل نشین کرنے کے لئے فرمایا جاتا ہے اور یاد تو کرو پہلے ایک زمانہ میں تم بھی ایسے ہی تھے کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ اور اظہار تھا اور اسی شہادت نے زبانی کی بدولت تمہارا جان و مال محفوظ سمجھا گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور معاملہ تفتیش باطن پر موقوف نہ رکھا۔ لہٰذا تم کو غور اور چھان بین کر لینی چاہیے کہ کوئی مسلمان تمہارے ہاتھ سے قتل نہ ہو جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری اعمال اور دلی اغراض سب پر مطلع ہیں تو اب جس کو قتل کرو محض اللہ کے حکم کے موافق کرو۔

یہاں اس آیت کے پہلے جملہ میں ایک عام ہدایت اور تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کوئی کام بے تحقیق محض گمان وخیال پر نہ کریں۔ ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کریں محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے اور یہاں آیت میں جو سفر کی قید ذکر کی گئی ہے تو اس وجہ سے کہ عموماً ایسے واقعات سفر ہی میں پیش آتے ہیں ورنہ اصل حکم عام ہے خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں۔ اسی ہدایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے "سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے"

دوسری بات یہاں آیت میں یہ تعلیم فرمائی گئی کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اسکے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔

جہاد کی تاکید

اب اس حکم سے صاف باطن لوگوں کو خیال ہو سکتا تھا کہ جہاد میں

چونکہ قتل مومن کا اندیشہ ہے ممکن ہے کوئی مسلمان بھی کفار کی بھیڑ میں یا اور کسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو جائے اس لئے بہتر یہی ہے کہ جہاد میں شرکت ہی نہ کی جائے۔ گھر بیٹھ کر عبادت وریاضت میں مشغول رہنا ہی بہتر ہے اس خیال کو دور کرنے اور مجاہدین کی فضیلت کا اظہار کرنے کے لئے اگلی آیات کا نزول ہوا جن میں بتلایا گیا کہ سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجہ ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے اور جہاد کے علاوہ دوسرے دینی ضرورتوں میں مشغول ہیں اس سے معلوم ہوگیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر گناہ نہیں ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔

چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے

"برابر نہیں ثواب میں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں یعنی جہاد میں نہ جاویں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں۔ بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور یوں بوجہ فرض عین انہوں نے کے گناہ ان بیٹھنے والوں پر نہیں بلکہ بوجہ ایمان اور دوسرے فرائض عین بجالانے کے سب سے یعنی مجاہدین سے بھی اور قاعدین سے بھی اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا یعنی جنت کا آخرت میں وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے۔ جس کی تفصیل اجمالی یہ ہے کہ اول تو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجاہدوں کو بہت سے درجات جنت میں حاصل ہوں گے۔ دوسرے مغفرۃ الٰہی ان کے شامل حال ہوگی۔ تیسرے یہ کہ رحمت الٰہی ان کو ڈھانک لے گی۔ اخیر میں ارشاد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یعنی حق تعالیٰ غفور اور رحیم ہیں۔ جہاد کرنے والوں کے بارہ میں اجر و مغفرت کے جو وعدے ہیں وہ ضرور ہی پورے فرمائیں گے۔ یا یہ کہ مجاہد کے ہاتھ سے نادانستگی میں اگر کوئی مسلمان قتل ہوگیا تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معاف فرمادے گا لہٰذا اس اندیشہ سے جہاد سے مت رکو۔

معذوروں کے لئے رخصت

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اس آیت کے ابتدائی الفاظ نازل ہوئے لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے مومن برابر نہیں آپ حضرات زید کو بلا کر اسے لکھوا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم جو نابینا صحابی تھے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں تو نابینا ہوں کس طرح شریک جہاد ہو سکتا ہوں؟ اس پر الفاظ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ نازل ہوئے یعنی مجاہدین کو جن بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے وہ وہ ہیں جو صحت اور تندرستی والے ہوں پس ابتداء تو مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر مطلقاً فضیلت تھی لیکن بعد میں جب ان الفاظ یعنی غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ کا اضافہ نازل ہوا تو اس نے ان لوگوں کو جو معذور ہوں عام قائدین یعنی گھر بیٹھے رہنے والوں سے مستثنیٰ کر دیا جیسے اندھے، لنگڑے، لولے اور بیمار۔ یہ اپنی نیتوں اور ارادوں کے مطابق مجاہدین ہی کے درجہ میں ہیں پس مجاہدین کی جو فضیلت یہاں بیان ہوئی وہ ان لوگوں پر ہے جو بغیر کسی عذر کے جہاد میں شامل نہ ہوں۔

دُعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو دین کا ہر کام سوچ سمجھ کر دین کے موافق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ ان مجاہدین اسلام کو جنہوں نے اپنی جان مال کو آپ کے راستہ میں لگا دیا درجات عالیہ عطا فرما اور ان کا نام لیوا ہونے کے طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرما اور ان کی مقبولیت کے طفیل میں ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ

بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم

إِنَّ	الَّذِينَ	تَوَفَّاهُمُ	الْمَلَائِكَةُ	ظَالِمِي	أَنْفُسِهِمْ	قَالُوا	فِيمَ	كُنْتُمْ	قَالُوا كُنَّا	مُسْتَضْعَفِينَ
بیشک	وہ لوگ جو	ان کی جان نکالتے ہیں	فرشتے	ظلم کرتے تھے	اپنی جانیں	وہ کہتے ہیں	کس (حال) میں	تم تھے	وہ کہتے ہیں ہم تھے	بے بس

فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ

سرزمین میں محض مغلوب تھے وہ کہتے ہیں کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہیے تھا سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے

فِي	الْأَرْضِ	قَالُوا	أَلَمْ تَكُنْ	أَرْضُ	اللَّهِ	وَاسِعَةً	فَتُهَاجِرُوا	فِيهَا	فَأُولَٰئِكَ	مَأْوَاهُمْ	جَهَنَّمُ
میں	زمین (ملک)	وہ کہتے ہیں	کیا نہ تھی	زمین	اللہ	وسیع	پس تم ہجرت کر جاتے	اس میں	سو یہ لوگ	ان کا ٹھکانہ	جہنم

وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿۹۷﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی

وَسَاءَتْ	مَصِيرًا	إِلَّا	الْمُسْتَضْعَفِينَ	مِنَ	الرِّجَالِ	وَالنِّسَاءِ	وَالْوِلْدَانِ	لَا يَسْتَطِيعُونَ
اور بُرا ہے	پہنچنے کی جگہ	مگر	بے بس	سے	مرد (جمع)	اور عورتیں	اور بچے	نہیں کر سکتے

حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿۹۸﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا

تدبیر کر سکتے ہوں اور نہ رستہ کے واقف ہیں سو انکے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے

حِيلَةً	وَلَا	يَهْتَدُونَ	سَبِيلًا	فَأُولَٰئِكَ	عَسَى	اللَّهُ	أَنْ يَعْفُوَ	عَنْهُمْ	وَكَانَ	اللَّهُ	عَفُوًّا
کوئی تدبیر	اور نہ	پاتے ہیں	کوئی راستہ	سو ایسے لوگ ہیں	اُمید ہے	اللہ	کہ معاف فرمائے	ان سے (ان کو)	اور ہے	اللہ	معاف کرنیوالا

غَفُورًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ

مغفرت کرنے والے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اسکو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش اور

غَفُورًا	وَمَنْ	يُهَاجِرْ	فِي	سَبِيلِ اللَّهِ	يَجِدْ	فِي	الْأَرْضِ	مُرَاغَمًا كَثِيرًا	وَسَعَةً	وَمَنْ
بخشنے والا	اور جو	ہجرت کرے	میں	اللہ کا راستہ	وہ پائے گا	میں	زمین	بہت (وافر) جگہ	اور کشادگی	اور جو

يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ

جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ

يَخْرُجْ	مِنْ	بَيْتِهِ	مُهَاجِرًا	إِلَى اللَّهِ	وَرَسُولِهِ	ثُمَّ	يُدْرِكْهُ	الْمَوْتُ	فَقَدْ وَقَعَ	أَجْرُهُ	عَلَى اللَّهِ
نکلے	سے	اپنا گھر	ہجرت کر کے	اللہ کی طرف	اور اس کا رسول	پھر	آ پکڑے اس کو	موت	تو ثابت ہو گیا	اس کا اجر	اللہ پر

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا	وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَحِيْمًا	
بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے رحمت کرنے والے ہیں	اور ہے	اللہ	بخشنے والا	مہربان	

شانِ نزول

ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی اور اس وقت ہجرت کا وہ حکم تھا جو اس وقت اقرار یا شہادتین کا ہے۔ فتح مکہ کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہوگئی تھی۔ اس پورے رکوع میں یہاں ہجرت ہی کا ذکر ہے اور اسی فرض کے ترک پر وعید اور سزا کا بیان ہے اور ہجرت کے فضائل و برکات و دیگر احکام کا بیان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر باذن خداوندی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تا کہ آزادی سے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی جا سکے تو کچھ لوگ مکہ میں ایسے تھے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور مکہ میں مشرکوں کے ساتھ رہے اور ہجرت نہ کی۔ ہجرت نہ کرنے والے مسلمانوں کے تین گروہ تھے۔ ایک تو وہ جن کا مال و متاع اور گھر کاروبار جائیداد وغیرہ مکہ میں تھی اس کو چھوڑ کر نہ جا سکے۔ دوسرا وہ گروہ تھا جو راستہ کے مصائب سے خوفزدہ تھے اور انکو یہ خطرہ تھا کہ کہیں دشمن راستہ میں حملہ کر کے مار نہ ڈالیں۔ تیسرا گروہ معذور لوگوں کا تھا' کچھ غلام تھے جو کفار کی قید میں تھے کچھ اور کمزور بچے اور عورتیں تھیں جو عدم استطاعت یا کفار کی بندش کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے تو اول اور دوم دونوں گروہوں نے صرف طمع اور خیالی کمزوری کی بنا پر باوجود طاقت اور استطاعت کے ہجرت نہ کی تھی اور مکہ میں رہ پڑے تھے حالانکہ دینی فرائض اور اسلامی احکام مکہ کے اندر بخوف کفار اچھی طرح آزادی سے ادا نہ کر سکتے تھے اور کافروں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مشرکوں میں شامل ہونا پڑا تھا اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جانا پڑا چنانچہ جب غزوہ بدر کا واقعہ ہوا تو کفار مکہ نے اپنی جمعیت بڑھانے کی غرض سے ایسے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا چونکہ ان کا ایمان مخفی تھا یا کفار کا خوف تھا اس لئے بادل ناخواستہ انکو جانا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے جیسے حضرت عباسؓ اور کچھ اہل اسلام صحابہ کرام کے ہاتھوں مارے گئے۔ انہی مارے جانے والوں کے متعلق یہاں پہلی آیت نازل ہوئی۔

کن حالات میں ہجرت فرض تھی

یہاں آیت میں ان لوگوں پر عتاب ہے جو ایمان لانے کے بعد اپنے گھروں اور بال بچے اور مال اسباب اور کاروبار میں پڑے رہے جب کہ مخالفوں اور دین کے دشمنوں کے خوف سے ارکان اسلام نہیں بجا لا سکتے تھے اور جہاں ارکان اسلام بجالانے کی ممانعت ہو وہاں سے نکل جانا فرض ہے۔ ان کو آیت میں اپنے اوپر ظلم کرنے والا بتلایا گیا۔ ایسے لوگ جب مرنے لگتے ہیں تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف اور کمزوری کے اور مخالفین کے دباؤ کے دین کے کام نہ کر سکتے تھے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ تو آیت میں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم بتلایا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ مسلمان جس ملک میں دینی آزادی کے ساتھ نہ رہ سکے وہاں چپ چاپ بیٹھ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہاں سے اس کو ہجرت کرنا ضروری ہے اور یہی آیت کی عام تعلیم ہے کہ ایسے لوگ جو دل میں تو ایمان لے آئے ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے نہ اسلامی باتوں کو کھل کر ادا کر سکتے ہیں نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں سو ان پر لازم ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں اور ان کو ایسی جگہ پڑے رہنے کی اجازت نہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور و بے بس ہوں کہ وہ نہ ہجرت پر قادر ہوں نہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہوں۔ نہ ان کو کوئی ہجرت کا راستہ معلوم ہے ایسے بے بس اور بے کس لاچار اور معذوروں کے متعلق فرمایا کہ امید ہے انہیں اللہ معاف فرمادیں گے۔

فی سبیل اللہ ہجرت کرنے کی فضیلت

اب یہاں تک تو ترک ہجرت پر وعید تھی آگے آیت میں ہجرت کی ترغیب اور اس پر سعادت دارین کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے اور مہاجرین کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو شخص اللہ کے واسطے ہجرت کرے گا اور دین کے لئے اپنا وطن چھوڑ دے گا اس کو رہنے کے لئے بہت جگہ ملے گی اور اسکو روزی اور معیشت میں فراخی نصیب ہوگی اس لئے ہجرت کرنے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ کہاں رہیں گے؟ اور کیا کھائیں گے؟ اس آیت کے شان نزول کے متعلق اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے متعلق پچھلی آیت جس میں ترک ہجرت پر وعید بیان کی گئی مکہ کے مسلمانوں کے پاس بھجوائی تو حضرت جندب بن ضمرہ نے اس کو سن کر اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ میں اگرچہ پیر ضعیف اور مریض ناتواں ہوں تاہم راستہ سے واقف اور حیلہ سے آگاہ ہوں اس لئے ان مشرکین کی زمین میں شام تک رہنا بھی پسند نہیں کرتا مبادا مجھ کو موت آ جائے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤں مجھ کو ابھی پلنگ پر لٹا کر کندھوں پر رکھ کر مدینہ لے چلو۔ بیٹوں نے تعمیل کی اور بیمار ضعیف باپ کو چارپائی پر لے گئے۔ لیکن تنعیم جو کہ مکہ سے قریب ۳ میل دور ہے وہاں پہنچ کر اس کی حالت غیر ہو گئی اور وہیں انتقال ہو گیا۔ صحابہ کرام کو اس کی اطلاع ہوئی تو افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ اگر مدینہ پہنچ کر وفات ہوتی تو بڑا اچھا ہوتا۔ ادھر مشرکین مکہ نے سنا تو وہ بھی طنزاً کہنے لگے کہ مطلب تک رسائی نہ ہو سکی اور ناکامی اٹھانی پڑی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی خوشنودی اور رضائے مولیٰ کے حصول کے لئے جو ہجرت اختیار کرے گا اس کے لئے حق تعالیٰ دو باتوں کا وعدہ فرما رہے ہیں ایک تو مُرٰغَمًا كَثِيْرًا اور دوسرے سعة. مراغما سے مراد ہے کہیں چلے جانے کا مقام ہٹ جانے کی جگہ ہجرت کا مقام جائے گریز اور جائے فرار یعنی ہجرت کرنے والے کے لئے بہت سی قیام گاہیں اور ہجرت کی جگہیں ملیں گی۔ یعنی گھر اور وطن کو چھوڑنے پر یہ نہ گھبرائے کہ معلوم نہیں کہیں جگہ ملے یا نہ ملے۔ اس لئے مُرٰغَمًا كَثِيْرًا فرما کر بتلا دیا کہ ہجرت کرنے والے کو روئے زمین پر بہت سے ٹھکانے ملیں گے۔ دوسرا وعدہ سعۃ کا فرمایا جس کے معنی ہیں کشائش، فراخی، وسعت، طاقت، گنجائش تو کسی نے روزی اور رزق کی وسعت مراد لی ہے کسی نے جگہ کی وسعت مراد لی ہے اور کسی نے دین پر عمل کرنے کی طاقت و فراخی مراد لی ہے۔ بہر حال سعۃ کا استعمال مقام کے لئے بھی حالت کے لئے بھی اور فعل کے لئے بھی تینوں معنی میں قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

اجر اللہ کے فضل سے ملتا ہے

آیت کے اخیر فقرہ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا سے اس بات کی بھی صراحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی لازمی حق نہیں اور نہ حق تعالیٰ پر کوئی چیز لازم اور واجب ہے بلکہ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کریم و رحیم ہے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا اس لئے بندوں کے اطمینان اور تسلی کے لئے اپنے وعدہ کو وجوب سے تعبیر کیا ورنہ واقع میں اللہ تعالیٰ پر کسی کو ثواب دینا لازم اور واجب نہیں۔ ثواب تو اس کی رحمت اور فضل ہی سے ملتا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اسلام کی سچی محبت عطا فرما اور دین اسلام کے تقاضوں کو ہر حال میں پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ روئے زمین پر جہاں بھی مسلمان بے بس اور بے کس رہیں اے اللہ ان کی اعانت و دستگیری فرما اور دشمنانِ دین کے تسلط سے ان کو نجات عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو

وَإِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِي الْأَرْضِ	فَلَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	أَنْ	تَقْصُرُوا	مِنَ	الصَّلٰوةِ	إِنْ	خِفْتُمْ
اور جب	تم سفر کرو	ملک میں	پس نہیں	تم پر	کوئی گناہ	کہ	قصر کرو	سے	نماز	اگر	تم کو ڈر ہو

أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ۝

کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں

	أَنْ	يَفْتِنَكُمْ	الَّذِينَ + كَفَرُوا	إِنَّ	الْكٰفِرِينَ	كَانُوا	لَكُمْ	عَدُوًّا مُّبِينًا	
	کہ	تمھیں ستائیں گے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	بیشک	کافر (جمع)	ہیں	تمہارے	دشمن کھلے	

تفسیر و تشریح

اوپر ہجرت کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا ذکر تھا چونکہ غالب احوال میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور نیز ایسے سفر میں خصوصاً اس زمانہ میں کفار مخالفین کی طرف سے اندیشہ بھی اکثر ہوتا تھا اس لئے سفر اور خوف کی رعایت سے جو نماز میں بعض خاص سہولتیں اور تخفیف کی گئی ہے اس آیت میں اور اگلی آیات میں ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

شان نزول

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی نجار کے چند آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہم کو اکثر ہوتا رہتا ہے ہم ایسی حالت میں نماز کس طرح ادا کریں؟ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

حالت سفر میں قصر نماز کا حکم

چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے

''اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ تم نماز کی رکعات کو کم کردو یعنی ظہر و عصر و عشاء کی چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھا کرو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تم کو پریشان کریں گے کیونکہ بلاشبہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں'' یہاں اس آیت میں نماز قصر کرنے میں جو خوف کی قید ہے وہ باعتبار حالت زمانہ نزول آیت کے ہے کہ وہ زمانہ کفار سے خوف کا تھا۔ پھر احادیث و سنت سے عموم ثابت ہو گیا اور سفر میں خواہ خوف ہو یا نہ ہو قصر بالاجماع مشروع ہے۔

حدیث میں ہے حضرت عمر فاروقؓ سے کسی نے پوچھا کہ نماز کی تخفیف کا حکم تو خوف کی حالت میں ہے اور اب تو امن ہے۔ حالت امن میں نماز قصر کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہی خیال مجھے ہوا تھا اور یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جو اس نے تمھیں دیا ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہم نے باوجود امن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے چار کے دو دو رکعتیں پڑھیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز قصر کرکے پڑھی اور اس وقت کسی طرح کا خوف نہ تھا۔

تو احادیث صحیحہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہؓ سے یہ ثابت ہے کہ مسافر کو امن کی حالت میں بھی قصر نماز پڑھنا چاہیے۔ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک سفر میں قصر نماز واجب ہے اور جو اس آیت میں اس طرح فرمایا گیا کہ تم کو گناہ نہ ہوگا تو اس سے شبہ ہوسکتا ہے کہ قصر نہ کرنا بھی جائز ہے تو علماء نے لکھا ہے کہ پوری نماز کی جگہ نصف پڑھنے میں ظاہراً وسوسہ گناہ کا ہوتا تھا اس لئے آیت میں اس کی نفی فرما دی رہا اس کا وجوب وہ دوسری دلیلوں سے ثابت ہے۔

شرعی سفر کی مقدار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مقدار خاص ہے جس کو سفر کہہ سکتے ہیں جس کے اندازہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ کم از کم تین دن کی مسافت کا راستہ ہو یعنی کم از کم تین منزل کا سفر ہو تو قصر پڑھنا چاہیے اور جو سفر تین منزل سے کم ہو اس میں قصر پڑھنا ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ اور منزل وہ ہے جس میں پیدل آدمی یا اونٹ معمول رفتار سے ایک دن میں طے کرتا ہو۔ تو اگر ایک منزل یا دو منزل کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا۔ جب کوئی تین منزل یعنی تین دن کی مسافت کے چلنے کا قصد کرے تو وہ شرعاً مسافر ہے۔ اگر معمولی میدان کا سفر ہو اور دریا پہاڑ نہ ہوں تو میلوں میں علماء نے ۴۸ میل کا اندازہ تین منزل کا لکھا ہے۔ جب سفر ختم کر کے منزل پر جا پہنچے تو اگر وہاں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تب تو وہ حکم سفر میں ہے فرض نماز چارگانہ آدھی یعنی دو رکعت ظہر عصر اور عشاء میں پڑھی جائے گی اور اسی کو قصر کہتے ہیں اور اگر پندرہ روز یا زیادہ کا قصد قیام ہو تو وہ وطن اقامت ہو جائے گا وہاں اور نیز وطن اصلی میں قصر نہیں۔ قصر صرف تین وقت کی فرض نمازوں یعنی ظہر عصر اور عشاء میں ہے۔ مغرب اور فجر اور سنتوں اور وتر میں قصر نہیں اور عجلت ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا اور سنتیں بھی چھوڑ دینا درست ہے اور اگر اطمینان ہو تو پھر سنتیں پوری ہی پڑھی جائیں گی۔

اب ایک بات یہاں قابل تنبیہ یہ ہے کہ قرآن کو بغیر حدیث اور سنت کے سمجھا ہی نہیں جا سکتا چنانچہ منکرین حدیث اور اہل ظاہر اس آیت کے ظاہری عموم و اذاضربتم فی الارض اور جب تم زمین میں سفر کرو اس سے استدلال کرتے ہیں کہ یہاں سفر کی کوئی مقدار یا حد معین نہیں اس لئے ہر سفر میں قصر جائز ہے خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت یہاں تک کہ وہ تین میل کے سفر میں بھی قصر جائز کہتے ہیں کیونکہ آیت میں سفر کی کوئی حد بیان نہیں کی گئی حتیٰ کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک غیر مقلد صاحب جب اپنے کھیت پر جاتے تو نماز میں قصر کرتے۔ کسی نے سوال کیا کہ بندۂ خدا بدون مسافت قصر کے کیسے قصر کرتے ہو تو وہ غیر مقلد صاحب جواب دیتے ہیں کہ قصر کیلئے کسی خاص مسافت کا ہونا شرط نہیں اس لئے کہ آیت میں وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ آیا ہے جس کے معنی زمین میں چلنے کے ہیں اور یہ مفہوم کھیت پر جانے کی صورت میں بھی صادق آتا ہے۔ ایک حنفی عالم نے اس کا جواب ان کو خوب دیا کہ پھر تم کو ہمیشہ ہی قصر کرنا چاہیے اس لئے تم اپنے گھر سے مسجد جاتے ہو تو وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اس پر بھی صادق آتا ہے۔ غیر مقلد صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں اور سفر ہو یا حضر ہر حال میں ہمیں اپنی نمازوں کی فکر اور اہتمام نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں نماز کے مسائل و احکام اور آداب ظاہری و باطنی سیکھنے کی توفیق نصیب ہو اور ہماری نمازیں ہمارے دین و دنیا کی صلاح و فلاح کا ذریعہ ہوں۔ اے اللہ دین کے معاملہ میں ہمیں نفسانیت سے بچایئے اور ہر حال میں سنت کے اتباع کا عزم عطا فرمایئے۔ یا اللہ آپ نے از راہ کرم و عنایت جو سہولتیں احکام شرعیہ اور اسلامی فرائض میں امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہیں ان کی ہم کو قدر دانی نصیب فرمایئے اور ان پر شکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو مسائل و احکام دینیہ مرتب فرمائے ہیں اس کی ہم کو قدر دانی نصیب فرمایئے اور اس کے اتباع کی توفیق مرحمت فرمایئے اور اغراض نفسانی و ہوا کے اتباع سے بچایئے۔ یا اللہ دین اسلام میں نماز کو جو اہمیت آپ نے عطا فرمائی ہے اس سے غفلت اور لاپرواہی سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچایئے اور اس فریضہ کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا

اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو یوں چاہیے کہ اُن میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاویں

وَاِذَا	كُنْتَ	فِيْهِمْ	فَاَقَمْتَ	لَهُمُ	الصَّلٰوةَ	فَلْتَقُمْ	طَآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	مَّعَكَ	وَلْيَاْخُذُوْٓا
اور جب	آپ ہوں	اُن میں	پھر قائم کریں	انکے لئے	نماز	تو چاہیے کہ کھڑی ہو	ایک جماعت	ان میں سے	آپ کے ساتھ	اور چاہیے کہ وہ لے لیں

اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا

اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جاویں اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آجاوے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیں

اَسْلِحَتَهُمْ	فَاِذَا	سَجَدُوْا	فَلْيَكُوْنُوْا	مِنْ وَّرَآئِكُمْ	وَلْتَاْتِ	طَآئِفَةٌ	اُخْرٰى	لَمْ يُصَلُّوْا	فَلْيُصَلُّوْا
اپنے ہتھیار	پھر جب	وہ سجدہ کر لیں	تو ہو جائیں	تمہارے پیچھے	اور چاہیے کہ آئے	جماعت	دوسری	نماز نہیں پڑھی	پس وہ نماز پڑھیں

مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ

مَعَكَ	وَلْيَاْخُذُوْا	حِذْرَهُمْ	وَاَسْلِحَتَهُمْ	وَدَّ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	لَوْ تَغْفُلُوْنَ	عَنْ	اَسْلِحَتِكُمْ
آپ کے ساتھ	اور چاہیے کہ لیں	اپنا بچاؤ	اور اپنا اسلحہ	چاہتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	کہیں تم غافل ہو	سے	اپنے ہتھیار (جمع)

وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى

تو تم پر ایک بارگی حملہ کر بیٹھیں اور اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو

وَ	اَمْتِعَتِكُمْ	فَيَمِيْلُوْنَ	عَلَيْكُمْ	مَّيْلَةً	وَّاحِدَةً	وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِنْ	كَانَ	بِكُمْ	اَذًى
اور	اپنے سامان	تو وہ جھک پڑیں (حملہ کریں)	تم پر	جھکنا	ایک بار (یکبارگی)	اور نہیں	گناہ	تم پر	اگر	ہو	تمہیں	تکلیف

مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

تو تم کو اس میں کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو اور اپنا بچاؤ لے لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے

مِنْ مَّطَرٍ	اَوْ كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَنْ تَضَعُوْٓا	اَسْلِحَتَكُمْ	وَخُذُوْا	حِذْرَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	اَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ
بارش سے	یا تم ہو	بیمار	کہ اُتار رکھو	اپنا اسلحہ	اور لے لو	اپنا بچاؤ	بیشک	اللہ	تیار کیا	کافروں کے لئے

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

سزا اہانت آمیز مہیا کر رکھی ہے

عَذَابًا	مُّهِيْنًا
عذاب	ذلت والا

شانِ نزول

لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول گزشتہ قصر والی آیت سے ایک سال بعد کو ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تھے اور ظہر کی نماز پڑھا چکے تھے۔ مشرکین کے سردار نے کہا کہ کیسا زرین موقع

ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اگر نماز کی حالت میں ہم حملہ کر دیتے تو مسلمانوں کا صفایا کر دیتے۔ پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ اب جب دوسری نماز کا وقت آئے اور جب اسلامی لشکر نماز میں مشغول ہو تو اس وقت ان پر حملہ کر دیا جائے۔ مشرکین اس مشورہ میں تھے کہ صلوٰۃ خوف کا حکم عصر کی نماز سے قبل نازل ہو گیا۔

نماز خوف

یہاں آیت میں جو واذا کنت فیھم فرمایا یعنی جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اب صلوٰۃ خوف کا حکم باقی نہیں رہا کیونکہ آپ کی ذات بابرکات تو اب ہم میں موجود نہیں۔ یہ شرط اس وقت کے اعتبار اور حالت سے بیان کی گئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا بلا عذر کے امام نہیں بن سکتا۔ آپ کے بعد اب جو امام ہو وہی آپؐ کے قائم مقام ہے اور وہی صلوٰۃ خوف پڑھائے گا۔

چاروں ائمہ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کا حکم آپؐ کے بعد اب بھی مشروع اور جاری ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ پھر جیسے دشمن قوم سے خوف کے وقت صلوٰۃ خوف پڑھنا جائز ہے ایسے ہی اگر کسی شیر یا اژدہے وغیرہ کا خوف ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو اس وقت بھی صلوٰۃ خوف جائز ہے۔

اب اس آیت میں جو طریقہ صلوٰۃ خوف کا بیان ہوا ہے یہ جب ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب لشکر والے نماز پڑھنا چاہیں ورنہ دونوں گروہ آگے پیچھے دو اماموں کے ساتھ پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔ نیز اس آیت میں دونوں گروہوں کے ایک ایک رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے کا ذکر فرمایا گیا بقیہ نماز کا حکم بیان نہیں کیا کہ وہ کس طرح ادا کریں۔ اس کا طریقہ احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو دونوں گروہوں نے اپنی ایک ایک رکعت بطور خود پڑھ لی اور یہ صورت جب ہے کہ امام مسافر ہو جیسا کہ غزوات میں غالب صورت یہی ہوتی تھی ورنہ ہر گروہ کو دو دو رکعت امام پڑھا دے اور بعد فراغ امام دو دو اپنے طور پر پڑھ لیں۔ اس حالت میں نماز کے اندر آمد ورفت معاف ہے اور اگر مغرب کی نماز ہو کہ جس کے فرض میں تین رکعتیں ہوتی ہیں اور اس میں قصر نہیں تو اول جماعت امام کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور دوسری جماعت ایک رکعت اور اپنی بقیہ نماز بطور خود پوری کر لیں اور یہ صلوٰۃ خوف جماعت کے ساتھ جو بیان ہوئی یہ حکم اس وقت کے لئے ہے کہ جب نماز ممکن ہو اور اگر جماعت ممکن نہ ہو اور اسکا انتظام نہ ہو سکے تو پھر ہر شخص تنہا یا جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی اپنی نمازوں کی محافظت کرنے والا بنا دے۔ اے اللہ نماز اور جماعت کی طرف سے ہماری غفلت کو دور فرما دے اے اللہ ہمیں اس فریضۂ نماز سے سچی محبت عطا فرما دے اور اس کا وہ ذوق شوق عطا فرما دے کہ ہم کسی حال میں نماز کے ترک کے گناہ عظیم کے پاس بھی نہ جائیں۔ یا اللہ دشمنان دین سے مقابلہ کے لئے ہم کو قوت و طاقت عطا فرما دے اور ہمارے دلوں میں جہاد کا سچا جذبہ نصیب فرما دے اور ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دے۔

یا اللہ اعدائے دین کی قوتوں کو پاش پاش فرما دے اور ان کے لئے تباہی و بربادی مقدر فرما دے اور ان کو مٹا دے جو اسلام کو مٹانے کی فکر میں ہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا

پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدے کے موافق

فَاِذَا	قَضَيْتُمُ	الصَّلٰوةَ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	قِيٰمًا	وَّقُعُوْدًا	وَّعَلٰى	جُنُوْبِكُمْ	فَاِذَا	اطْمَاْنَنْتُمْ	فَاَقِيْمُوا
پھر جب	تم ادا کر چکو	نماز	تو یاد کرو	اللہ	کھڑے	اور بیٹھے	اور پر	اپنی کروٹیں	پھر جب	تم مطمئن ہو جاؤ	تو قائم کرو

الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝۱۰۳ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ

پڑھنے لگو یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے اور ہمت مت ہارو اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں،

الصَّلٰوةَ	اِنَّ	الصَّلٰوةَ	كَانَتْ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	كِتٰبًا	مَّوْقُوْتًا	وَلَا تَهِنُوْا	فِي	ابْتِغَاءِ	الْقَوْمِ
نماز	بیشک	نماز	ہے	پر	مومن (جمع)	فرض	(مقررہ) اوقات میں	اور ہمت نہ ہارو	میں	پیچھا کرنے	قوم (کفار)

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ

اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے

اِنْ	تَكُوْنُوْا + تَاْلَمُوْنَ	فَاِنَّهُمْ	يَاْلَمُوْنَ	كَمَا تَاْلَمُوْنَ	وَتَرْجُوْنَ	مِنَ	اللّٰهِ	مَا لَا	يَرْجُوْنَ
اگر	تمہیں دکھ پہنچتا ہے	تو بیشک انہیں	دکھ پہنچتا ہے	جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے	اور تم امید رکھتے ہو	سے	اللہ	جو نہیں	وہ امید رکھتے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۰۴

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں

وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا
اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا

ہر وقت ذکر اللہ کرنے اور خوف نہ ہونے کی صورت میں اصلی طریقہ پر نماز پڑھنے کا حکم

یہاں اس آیت میں ایک حکم تو یہ دیا گیا ذکر اللہ ہر حال اور ہر وقت مطلوب ہے۔ ذکر اللہ کسی حالت میں بھی منقطع نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ عین قتال کے وقت بھی دل سے اور احکام کی ادائیگی سے ذکر اللہ ہوتا رہتا ہے۔ نماز کی شرائط و قیود اور اس کی ہیئت میں اگرچہ تبدیلی کی اجازت خاص ہنگامی اور جنگی حالات میں دی گئی ہے اور ایک وقت شدت قتل و قتال میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نماز کو مؤخر ہی کر دیا جائے مگر ذکر اللہ کا ایسا وظیفہ بتلایا گیا کہ جس سے مسلمان کو کسی وقت بھی غفلت و سستی کی اجازت نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ایک حد مقرر کر دی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔ کھڑے' بیٹھے' لیٹے' دن میں' رات میں' سفر میں' حضر میں' تر کا میں' بحر میں' بر میں' غنا میں اور فقر میں' علانیہ اور سر غرض ہر حال میں مطلوب ہے اس سے ذکر اللہ کی عظمت' اہمیت اور اس کی تاکید و ترغیب ظاہر ہے۔

الحاصل ایک ہدایت تو یہاں یہ دی گئی کہ ذکر اللہ ہر حال اور ہر وقت میں مطلوب ہے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو اصل قاعدے کے موافق ادا کرنے لگو۔ یعنی جب خوف و اندیشہ جنگ و قتال کا جاتا رہے اور خاطر جمع ہو جائے اور سفر بھی نہ رہے تو پھر نماز کو اطمینان اور تعدیل ارکان' و دیگر جملہ شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنے لگو تو خلاصہ یہ کہ اس آیت میں بتلایا گیا کہ مقصود اصلی تو ذکر الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک مخصوص طریقہ بصورت نماز مشروع فرمایا ہے۔ انتہائی ضرورت کے وقت نماز میں

قصر اور آمد و رفت کی جو اجازت تھی وہ ایک عارض کی وجہ سے تھی۔ جب وہ عارض ختم ہو جائے تو نماز کو اپنے وقت معینہ سے نکالنا یا اس کی ہیئت میں کسی قسم کا تغیر کرنا جائز نہیں۔ جہاد جیسی عظیم عبادت کی وجہ سے عارضی طور پر نماز میں آمد و رفت کی اجازت دی گئی تھی۔

آیت نمبر ۱۰۴ کا شان نزول جہاد میں سستی نہ دکھاؤ

اب آگے مجاہدین اسلام کو براہ راست خطاب ہوتا ہے اور ہمت دلائی جاتی ہے کہ جہاد میں کافروں کا تعاقب یعنی پیچھا کرنے میں سستی نہ آنا چاہیے اور زخموں کی تکلیف اور بے آرامی کا دل میں خیال لا کر جہاد میں ضعف اور کمزوری نہ دکھانا چاہیے اور شان نزول اس آیت کا یہ لکھا ہے کہ جنگ احد سے واپس تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لشکر کی خبر گیری کے لئے کچھ مجاہدین کو ہدایت کی اور حکم دیا کہ تم جا کر کفار کی خبر لاؤ۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ان کی طرف سے مطمئن ہو کر ہتھیار کھول ڈالیں اور وہ دھوکہ کر کے واپس لوٹ پڑیں اور مسلمانوں پر پھر حملہ کر دیں۔ بعض مجاہدین نے جو زخموں سے چور اور جنگ احد کے مجروح تھے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بہت زخمی اور مجروح ہو گئے ہیں اور اپنے زخموں کی درد کی شکایت کی۔ غرض کہ حکم نبوی کی تعمیل میں بعض مجاہدین نے کچھ سستی ظاہر کی کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت معقول استدلال آمیز طرز میں مجاہدین کو تعاقب کفار کی ترغیب دی گئی کہ دکھ درد اور بے آرامی میں تم اور وہ کفار مکہ برابر ہیں تم زخموں کی تکلیف سے دردمند اور بے آرام ہو تو وہ بھی زخم خوردہ، دردمند اور بے آرام ہیں۔ لیکن اس پر بھی تم میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تم کو اپنے اللہ سے ہر حال میں ایسی امیدیں ہیں جو کفار کو نصیب نہیں۔ تم اگر جیے تو غازی اور مر گئے تو شہید دونوں حالتوں میں آخرت کے عیش آرام کا پکا وعدہ جس میں شبہ کی گنجائش نہیں اور کفار کو تو فقط دنیا کا چند روزہ فائدہ لڑنے پر اکسا رہا ہے اس لئے تم میں ہمت زیادہ ہونی چاہیے اور تمہاری طرف سے ان کے تعاقب میں ذرا سستی نہ ہونی چاہیے۔ اخیر میں و کان اللہ علیما حکیما فرما کر یہ تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں یعنی تمہارے اعمال اور تمہارے مصالح کو خوب جانتے ہیں اس کا جو حکم ہے اس میں تمہارے لئے بڑے منافع اور حکمتیں ہیں دین و دنیا دونوں کے لئے سو اس کے امتثال حکم کو بڑی نعمت سمجھو اور اللہ کی راہ میں ہر تکلیف کو خوشی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی اپنے ذکر کی دائمی توفیق و سعادت عطا فرما۔ یا اللہ ہم کو ذکر کی حقیقت نصیب فرما تا کہ ہم زندگی کے کسی لمحہ میں آپ کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اپنے ذکر و فکر کی عظمت اور اہمیت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے اور ہم کو اپنے ذاکر بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما دے تا کہ ہم ہمہ وقت اور ہر حال میں آپ کے امر و نہی سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ نماز جو آپ کے ذکر کی ایک خاص صورت ہے اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھا دے تا کہ ہم کو کسی حال میں نماز سے غفلت نہ ہو۔ یا اللہ نماز جیسے اہم فریضہ سے اس وقت جو غفلت ہمارے ملک اور قوم میں پائی جاتی ہے یا اللہ اس غفلت کو دور فرما دے اور ہمیں اس فریضہ کی سچی محبت و عظمت عطا فرما دے۔ یا اللہ ہم کو اسلامی جہاد کا سچا جذبہ عطا فرما دے اور کفار و مشرکین اور اعدائے دین سے مقابلہ کی قوت و طاقت عطا فرما دے۔ یا اللہ ہم ہر آن آپ کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں اس لئے ہمارے ساتھ اپنے کرم و فضل کا معاملہ فرما اور ہمیں اپنی مرضیات کی زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

40 إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰىكَ اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ

بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے اور آپ ان خائنوں

إِنَّا	أَنْزَلْنَا	إِلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِتَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	بِمَآ أَرٰىكَ	اللّٰهُ	وَلَا	تَكُنْ	لِّلْخَآئِنِيْنَ
بیشک ہم	ہم نے نازل کیا	آپ کی طرف	کتاب	حق کے ساتھ (سچی)	تاکہ آپ فیصلہ کریں	درمیان	لوگ	جو دکھائے آپکو	اللہ	اور نہ	ہوں	خیانت کرنے والے (دغاباز) کیلئے

خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ

کی طرف داری کی بات نہ کیجئے اور آپ استغفار فرمایئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنیوالے بڑے رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی

خَصِيْمًا	وَاسْتَغْفِرِ	اللّٰهَ	إِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	وَلَا تُجَادِلْ	عَنِ	الَّذِيْنَ
جھگڑنے والا (طرفدار)	اور بخشش مانگیں	اللہ	بیشک	اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان	اور نہ جھگڑیں	سے	جو لوگ

يَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ

جواب دہی کی بات نہ کیجئے جو کہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں

يَخْتَانُوْنَ	أَنْفُسَهُمْ	إِنَّ	اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	مَنْ كَانَ	خَوَّانًا	أَثِيْمًا	يَّسْتَخْفُوْنَ	مِنَ	النَّاسِ
خیانت کرتے ہیں	اپنے تئیں	بیشک	اللہ	دوست نہیں رکھتا	جو ہو	خائن (دغاباز)	گنہگار	وہ چھپتے (شرماتے) ہیں	سے	لوگ

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ

سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس وقت انکے پاس جب کہ وہ خلاف مرضی الٰہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں

وَلَا	يَسْتَخْفُوْنَ	مِنَ	اللّٰهِ	وَهُوَ	مَعَهُمْ	إِذْ يُبَيِّتُوْنَ	مَا لَا	يَرْضٰى	مِنَ	الْقَوْلِ	وَكَانَ
اور نہیں	چھپتے (شرماتے)	سے	اللہ	حالانکہ وہ	ان کے ساتھ	جب راتوں کو مشورہ کرتے ہیں وہ	جو نہیں	پسند کرتا	سے	بات	اور ہے

اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ

اور اللہ تعالیٰ انکے سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جوابدہی کی باتیں کرلیں سو

اللّٰهُ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطًا	هٰٓأَنْتُمْ	هٰٓؤُلَآءِ	جٰدَلْتُمْ	عَنْهُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	فَمَنْ
اللہ	اسے جو	وہ کرتے ہیں	احاطہ کئے (گھیرے) ہوئے	ہاں تم	وہ	تم نے جھگڑا کیا	ان سے	میں	دنیوی زندگی	سو کون

يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾

خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز انکی طرف سے کون جوابدہی کریگا یا وہ کون شخص ہوگا جو انکا کام بنانے والا ہوگا

يُجَادِلُ	اللّٰهَ	عَنْهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	أَمْ	مَنْ	يَكُوْنُ	عَلَيْهِمْ	وَكِيْلًا
جھگڑے گا	اللہ	ان (کی طرف) سے	روز قیامت	یا	کون؟	ہوگا	ان پر (ان کا)	وکیل

شان نزول

ان آیات اور اگلی آیات کا شان نزول ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں واقع ہوا اور جس سلسلہ میں پورے دو رکوع نازل ہوئے اس لئے ان آیات کا مطلب صاف سمجھ میں آنا واقعہ کے جاننے پر موقوف ہے جس کا خلاصہ بروایات احادیث اس طرح ہے کہ مدینہ میں ایک خاندان بنو ابیرق کے نام سے آباد تھا ان میں سے ایک شخص بشیر نام کا منافق تھا۔ بعض روایات میں اس کا نام طعمہ بتلایا گیا ہے۔ اور بظاہر یہ مسلمان بنا ہوا تھا مگر درحقیقت منافق تھا۔ اس نے ایک انصاری حضرت رفاعہؓ کے گھر میں نقب لگا کر چوری کر لی اور چوری کی صورت یہ ہوئی کہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں عام مسلمان فقر و فاقہ کے ساتھ تنگی سے بسر کرتے تھے اور ان کی عام خوراک جو کا آٹا تھا یا کھجوریں یا گیہوں کا آٹا جو اس وقت بہت کم میسر تھا اور مدینہ میں ملتا بھی نہ تھا۔ ملک شام سے جب آتا تو کچھ لوگ مہمانوں کے لئے یا خاص ضرورت کے لئے خرید لیا کرتے تھے۔ حضرت رفاعہؓ نے اسی طرح کچھ گیہوں کا آٹا خرید کر ایک بوری میں رکھ لیا اور اسی بوری میں کچھ اسلحہ وغیرہ رکھ کر گھر کی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں محفوظ کر دیا۔ بشیر نے اس کو کسی طرح بھانپ لیا اور نقب لگا کر یہ بوری نکال لی۔ حضرت رفاعہؓ نے جب صبح کو یہ ماجرا دیکھا تو اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کے پاس آئے اور واقعہ چوری کا ذکر کیا۔ انہوں نے مل کر محلہ میں تفتیش شروع کی۔ بعض قرائن قویہ کی بنا پر بشیر پر شبہ رہا۔ بنو ابیرق نے جو کہ بشیر کے شریک حال تھے اپنی برأت کے لئے کسی اور کا نام لے دیا اور وہ چوری کیا ہوا سامان کسی یہودی کے ہاں رکھوا دیا۔ مزید تحقیق کے بعد وہ سامان یہودی کے گھر سے برآمد ہوا۔ یہودی نے قسم کھائی کہ یہ سامان اس کو بشیر نے دیا ہے۔ غرض حضرت رفاعہؓ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر اس واقعے کی اطلاع دی اور بسلسلہ تفتیش بنو ابیرق کے بشیر پر گمان غالب کا ذکر کر دیا۔ آپ نے وعدہ تحقیق کا فرمایا۔ بنو ابیرق کو یہ خبر ہوئی تو سب نے مشورہ کر کے اور جمع ہو کر مع بعض اہل محلہ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت رفاعہ اور حضرت قتادہ کی شکایت کی کہ بلا ثبوت شرعی اور بدون گواہوں کے ایک مسلمان گھرانے پر چوری کی تہمت لگا رہے ہیں حالانکہ مسروقہ مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا ہے۔ آپ ان کو روکئے کہ ہمارے نام نہ لگائیں اور یہودی پر دعویٰ کریں۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمہ میں ان کی طرف داری کریں اور یہودی کو مجرم گردانیں۔ ظاہری حالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رجحان اسی طرف ہو گیا کہ یہ کام یہودی کا ہے۔ بنو ابیرق پر یہ الزام صحیح نہیں۔ یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہو گیا کہ یہودی پر چوری کی سزا جاری کر دی جائے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ ادھر جب حضرت قتادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بغیر دلیل و ثبوت کے بے سند ایک مسلمان گھرانے پر چوری کا الزام لگا رہے ہو اس پر حضرت قتادہ اس معاملہ میں بہت رنجیدہ ہوئے اور افسوس کیا کہ کاش میں اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات نہ کرتا۔ انہوں نے آ کر اپنے چچا حضرت رفاعہ سے اسی طرح کہا۔ حضرت رفاعہ کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا تو انہوں نے بھی صبر کیا اور واللہ المستعان کہہ کر خاموش ہو گئے ابھی اس معاملہ میں کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کے پورے دو رکوع اس بارہ میں نازل ہو گئے جس کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی حقیقت منکشف کر دی گئی اور ایسے معاملات کے متعلق عام ہدایات دی گئیں۔ قرآن کریم نے بنو ابیرق کی چوری کھول دی اور یہودی کو بری کر دیا جو دراصل چور نہ تھا۔ مسروقہ مال آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے وہ حضرت رفاعہ کو واپس دلا دیا اس طرح جب بنو ابیرق کے بشیر کی چوری کھل گئی تو وہ ناخوش ہو کر اور اس ڈر سے کہ اب اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے فوراً مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مشرکین کے ساتھ مل گیا تو اگر یہ پہلے سے منافق تھا تو اب کھلا کافر ہو گیا اور اگر پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو

گیا۔ روایات میں ہے کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کے وبال نے اس کو مکہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا۔ پھر وہاں بھی اس نے کسی کے گھر میں نقب لگائی تو دیوار اس کے اوپر گرگئی اور یہ دب کر مر گیا۔

ہر حال میں انصاف ضروری ہے

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے سمجھانے اور بتلانے کے موافق تمام لوگوں میں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر۔ نیک ہوں یا بد حق و انصاف کیا جائے اور جب اصل حال معلوم ہو گیا یعنی بشیر سارق ہے اور بنوابیرق جو اس کے حامی ہیں کاذب ہیں تو آپ ان خائنوں کی طرف داری کی بات نہ کیجئے۔ یہاں اگر چہ ایک شخص خائن تھا مگر جمع کے صیغہ میں خائنین فرمایا اس لئے کہ خائن کی شرکت اور حمایت اور اعانت باوجود علم کے خیانت ہے اس لئے اس کے حامی اور طرفدار سب خائن ٹھہرے۔

بغیر تحقیق کسی پر کوئی حکم لگانا نامناسب ہے

آیت کے دو مطلب مفسرین نے لکھے ہیں۔ ایک مطلب یہ کہ چونکہ اس واقعہ میں ظاہری حال پر تحقیق سے پہلے چوری کے معاملہ میں اصل چور کو بری اور یہودی کی طرف چوری کا خیال کر لینا آپ کی عصمت اور عظمت شان کے مناسب نہیں اس لئے آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ ان سے اتنی بات بھی حق تعالیٰ کو پسند نہیں اور ایسا خیال بھی قابل استغفار ہے۔

دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حسن ظن کی بنا پر بشیر اور بنوابیرق کو سچا اور بری سمجھ لیا تھا ان کے لئے استغفار کیجئے۔ اس میں ان مؤمنین مخلصین کے لئے تنبیہ ہو گئی کہ جو بوجہ حسن ظن یا اسلامی تعلق کی بنا پر بشیر کی برأت اور یہودی کو چور بنانے میں ساعی ہوئے۔

خیانت کرنے والوں سے علیحدگی کا حکم

آگے تیسری آیت میں پھر اس کی تاکید فرمائی کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے یعنی بنوابیرق کے گھرانے کی طرف سے آپ کوئی جواب دہی نہ کریں جیسا کہ وہ لوگ آپ سے چاہتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے دغا باز گنہگار کو پسند نہیں کرتا کہ گناہ اور چوری تو خود کریں اور چالاکی سے دوسرے کے سر لگا دیں۔

خیانت کرنے والوں کے برے حال اور بے وقوفی کا بیان ہے کہ یہ لوگ اپنے ہی جیسے آدمیوں سے تو چوری کو چھپاتے اور شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت اور ہر لحہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ اس میں اشارہ ہے بنوابیرق کی طرف کہ جنہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ الزام چوری کا یہودی پر لگاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفاعہ اور قتادہ کی شکایت کرو کہ بلا وجہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں اور آپ سے انکی درخواست کی کہ آپ یہودی کے مقابلہ میں ہماری حمایت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے خیانت نہیں چھپ سکتی

آگے پانچویں آیت میں بنوابیرق کی مدد کرنے اور حمایت کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی کہ دنیا میں تو تم نے ان کی حمایت کر لی مگر معاملہ یہیں تو ختم نہیں ہو جاتا قیامت میں جب حق تعالیٰ سبحانہ کی عدالت میں معاملہ پیش ہوگا تو وہاں کون حمایت کرے گا۔ گویا اس آیت میں ان کو ملامت بھی ہے اور آخرت کا خوف دلا کر اپنے فعل سے توبہ کی ترغیب بھی ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق کا حامی اور حق کے موافق رکھیں اور ناحق کی طرفداری سے ہمیں بچائیں۔ یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی برکت سے ہر خیانت اور گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ہم کو وہ حیا اور شرم عطا فرما کہ جو ہم دین کے خلاف کوئی کام نہ کریں اور ہر حال میں انسانوں سے زیادہ آپ کا خوف دل میں رکھیں اور قیامت میں آپ کی عدالت میں پیشی سے ڈریں۔ یا اللہ ہماری عدالتوں میں مسلمان وکیل اور پلیڈر اور بیرسٹر سب کو اسلامی اور قرآنی احکام کے لحاظ اور پاس کی توفیق عطا فرما اور مجرموں کی حمایت اور طرفداری سے ان کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما اور اس طرح اپنی روزی کو حلال رکھنے کا عزم و ہمت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ

اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا اور جو شخص کچھ

وَمَنْ	يَّعْمَلْ	سُوْٓءًا	اَوْ يَظْلِمْ	نَفْسَهٗ	ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ	اللّٰهَ	يَجِدِ	اللّٰهَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	وَمَنْ	يَّكْسِبْ
اور جو	کام کرے	برا کام	یا ظلم کرے	اپنی جان	پھر بخشش چاہے	اللہ	وہ پائے گا	اللہ	بخشنے والا	مہربان	اور جو	کمائے

اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـــَٔةً اَوْ اِثْمًا

گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا

اِثْمًا	فَاِنَّمَا	يَكْسِبُهٗ	عَلٰى نَفْسِهٖ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	وَمَنْ	يَّكْسِبْ	خَطِيْٓـــَٔةً	اَوْ اِثْمًا
گناہ	تو فقط	وہ کماتا ہے	اپنی جان پر	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور جو	کمائے	خطا	یا گناہ

ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾

پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا

	ثُمَّ	يَرْمِ بِهٖ	بَرِيْٓـــًٔا	فَقَدِ احْتَمَلَ	بُهْتَانًا	وَّاِثْمًا	مُّبِيْنًا	
	پھر	اس کی تہمت لگا دے	کسی بے گناہ	تو اس نے لادا	بھاری بہتان	اور گناہ	صریح (کھلا)	

گناہوں کا تدارک

گزشتہ درس میں مدینہ کے ایک خاندان ابوابیرق کے ایک شخص بشیر نامی منافق کے واقعہ کا خلاصہ بیان کیا جا چکا ہے۔ بشیر کے طرفداروں کو تنبیہ کی جا چکی ہے اور اب قرآن کریم کے عام اسلوب حکیمانہ کے مطابق مجرموں اور گنہگاروں کو توبہ کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ گناہگار اعمال بد کی شامت سے بیجا طرفداریوں سے نہیں بچ سکتا۔ اس کے بچنے کے لئے صرف ایک راستہ ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ اپنے قصور کا اقرار کرے۔ اس پر نادم ہو اور حسب قاعدہ اس پر معافی چاہے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو غفور الرحیم پائے گا یعنی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیں گے اور اپنی مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمائیں گے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"یہ خائنین اور بے جا حمایت و وکالت کرنے والے اگر اب بھی توبہ کر لیتے تو معافی ہو جاتی کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ جو شخص ایسا برا کام کرے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے جیسے چوری وغیرہ یا کسی پر تہمت لگانا یا صرف اپنی جان پر ظلم کے یعنی ایسا برا کام کرے جس کا ضرر اس کی ذات تک محدود ہے پھر اس کے بعد حق تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا" اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ بشیر اور اس کی قوم اور اہل خاندان کو سچی توبہ کر لینی چاہیے۔ اگر وہ دل سے توبہ کر لیں تو کچھ نہیں بگڑا اللہ تعالیٰ سب معاف فرما دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ خواہ متعدی ہو یا لازمی یعنی حقوق العباد سے متعلق ہو یا حقوق اللہ سے ہر قسم کا گناہ توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتا ہے البتہ توبہ و استغفار سچی ہو اور حسب قاعدہ شرعیہ ہو محض زبان سے توبہ و استغفار کافی نہیں۔

گناہ کا نقصان خود کرنے والے کو ہے

"اور جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اپنے ہی برے کے لئے کرتا ہے

کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں اور بڑی حکمت والے ہیں" یعنی اے بندہ گنہگار تیرے اس گناہ سے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسولؐ یا مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس کا وبال خود تجھی پر ہے پھر معافی کیوں نہیں چاہتا۔ اگر تو دل میں نادم اور پشیمان ہوگا اور سچی توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں۔ معاف کر دینا ان کے علم و حکمت کا مقتضا ہے۔

دوسرے پر گناہ کی تہمت لگانا گناہ عظیم ہے

آگے تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے

"جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر بجائے اس کے کہ خود ہی توبہ کر لینی چاہیے تھی اس نے یہ کام کیا کہ اس گناہ کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دی سو اس نے بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لاد لیا" یعنی کوئی شخص اگر چھوٹا یا بڑا کوئی جرم کرے اور پھر اس کو دوسرے کے نام لگا دے جیسا کہ اس واقعہ مذکورہ میں چوری تو بنو ابیرق کے بشیر نے کی اور نام یہودی کا لگا دیا تو اس نے اپنے اصلی جرم میں ایک اور جرم کا اضافہ کر لیا اس لئے اس کو دوہرا گناہ ہوگا ایک تو اس جرم کا جو اس نے کیا دوسرے اس تہمت کا جو اس نے بے گناہ کے سر لگائی اس لئے وہ دوہری سزا کا مستحق ٹھہرا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں ہر گناہ گار کو توبہ کی ترغیب دی گئی ہے بعد گناہ سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور سچی توبہ پر معافی کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما کر ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائیں۔

یا اللہ ہم سے گزشتہ میں جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ہم اس پر نادم اور پشیمان ہیں اپنی رحمت سے ان کو معاف فرما دیجئے اور آئندہ کے لئے ہمیں ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے بچنے کا عزم نصیب فرمایئے اور نفس و شیطان سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین.

رب اغفروارحم و انت خیر الرحمین- آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ

اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتو اُن لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی ڈال دینے کا ارادہ کر لیا تھا اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن

وَلَوْ	لَا	فَضْلُ اللّٰهِ	عَلَيْكَ	وَرَحْمَتُهٗ	لَهَمَّتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	اَنْ يُّضِلُّوْكَ	وَمَا	يُضِلُّوْنَ	اِلَّآ
اور اگر	نہ	اللہ کا فضل	آپ پر	اور اس کی رحمت	تو قصد کیا ہی تھا	ایک جماعت	ان میں سے	کہ آپ کو بہکا دیں	اور نہیں	بہکا رہے ہیں	مگر

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا

اپنی جانوں کو اور آپ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے

اَنْفُسَهُمْ	وَمَا يَضُرُّوْنَكَ	مِنْ شَيْءٍ	وَاَنْزَلَ	اللّٰهُ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَعَلَّمَكَ	مَا
اپنے آپ	اور نہیں بگاڑ سکتے آپ کا	کچھ بھی	اور نازل کی	اللہ	آپ پر	کتاب	اور حکمت	اور آپ کو سکھایا	جو

لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا

اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے

لَمْ تَكُنْ	تَعْلَمُ	وَكَانَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكَ	عَظِيْمًا	لَا خَيْرَ	فِيْ	كَثِيْرٍ	مِّنْ	نَّجْوٰىهُمْ	اِلَّا
نہیں تھے	تم جانتے	اور ہے	فضل	اللہ	آپ پر	بڑا	نہیں کوئی بھلائی	میں	اکثر	سے	اُنکے مشورے	مگر

مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ

ہیں کہ خیرات کی یا کسی اور نیک کام کی یا لوگوں میں باہم صلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے

مَنْ اَمَرَ	بِصَدَقَةٍ	اَوْ	مَعْرُوْفٍ	اَوْ اِصْلَاحٍۢ	بَيْنَ النَّاسِ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	ابْتِغَآءَ
حکم دے	خیرات کا	یا	اچھی بات کا	یا اصلاح کرانا	لوگوں کے درمیان	اور جو	کرے	یہ	حاصل کرنا

مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

سو ہم اُس کو عنقریب اجر عظیم دیں گے اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اُس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر

مَرْضَاتِ اللّٰهِ	فَسَوْفَ	نُؤْتِيْهِ	اَجْرًا	عَظِيْمًا	وَمَنْ	يُّشَاقِقِ	الرَّسُوْلَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُ	الْهُدٰى
اللہ کی رضا	سو عنقریب	ہم اسے دیں گے	ثواب	بڑا	اور جو	مخالفت کرے	رسول	اس کے بعد	جب	ظاہر ہو چکی	اسکے لئے	ہدایت

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

دوسرے رستہ ہو لیا تو ہم اُس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اُس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بُری جگہ ہے جانے کی

وَ	يَتَّبِعْ	غَيْرَ	سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ	نُوَلِّهٖ	مَا تَوَلّٰى	وَنُصْلِهٖ	جَهَنَّمَ	وَ	سَآءَتْ	مَصِيْرًا
اور	چلے	خلاف	مومنوں کا راستہ	ہم حوالہ کر دیں گے	جو اس نے اختیار کیا	اور ہم اسے داخل کرینگے	جہنم	اور	بُری جگہ	پہنچنے (پلٹنے) کی جگہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عصمت

اس رکوع میں تین آیات ہیں اور ان میں بھی اسی واقعہ کی طرف بطور تتمہ کے اشارہ ہے جس کا بیان گزشتہ رکوع کی آیات میں ہوا تھا۔ ان آیات میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب ہے اور اظہار ہے آپ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اس کا آپ کمال علمی میں جو کہ تمام کمالات سے افضل اور اول ہے سب سے فائق ہیں اور اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے انتہا فضل ہے اور اس کے بعد اس شخص کی سزا کا اعلان ہے کہ جس شخص کو حق بات واضح ہو چکے اور پھر بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی جدی راہ اختیار کرے چنانچہ یہاں پہلی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ

یعنی جب اللہ کا فضل وعنایت آپ کے ساتھ ہے تو پھر کس کا قابو آپ کو بہکانے میں چل سکتا ہے بنو ابیرق کے خاندان والوں اور بشیر کی حمایت کرنے والوں نے آ کر بے قصور کو قصوروار اور قصوروار کو بے گناہ بنانے میں تو اپنی باتوں سے کوئی کمی نہیں کی تھی اور آپ کو اپنی رنگ آمیز باتوں سے دھوکہ دینا چاہتے تھے اور آپ سے خلاف حق فیصلہ کرانا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت آپ کے ساتھ تھا بذریعہ وحی آپ کو حقیقت بتلا دی گئی اور واقعہ سے مطلع کر دیا گیا اور آپ کی عصمت کو قائم رکھا اور آئندہ بھی کسی کا اس طرح سے آپ کو نقصان پہنچانا ناممکن اور محال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے آپ پر کتاب نازل کی اور حکمت کی باتیں اتاریں اور حکمت کی باتیں اتاریں اور بہت سی غیب کی خبروں پر آپ کو مطلع کیا تو جس پر اللہ کا فضل خاص ہو اور اس کو کون ضرر اور نقصان پہنچا سکتا ہے کہ کسی غلطی میں مبتلا کر دے۔

خیر و شر کی سرگوشیاں اور مشورے

خاندان بنو ابیرق نے بشیر منافق کی حمایت میں جمع ہو کر جو خفیہ مشورہ اور سرگوشی کی تھی اس میں کوئی خیر نہ تھی اس لئے آگے دوسری آیت میں مشوروں اور سرگوشیوں کے متعلق بیان فرمایا۔

اگرچہ یہ آیت بشیر کے خاندان والوں کے حق میں نازل ہوئی مگر حکم آیت کا عام ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو لوگ آپس میں چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں ان میں سے اکثر بھلائی اور خیر سے خالی ہوتی ہیں کہ نہ ان میں مخلوق کا روحانی فائدہ ہوتا ہے نہ جسمانی نہ کسی کو نفع رسانی کا مشورہ۔ نہ دفع ضرر کی ہدایت اس لئے لوگوں کی سرگوشیاں عام طور پر خیر پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ہاں جو سرگوشیاں نیکیوں کے لئے ہوں اور مجالس شوریٰ میں اللہ کے نیک بندے کار خیر کا مشورہ کرتے ہیں کہ جس میں دوسروں کی ہمدردی ہو یا خیر خیرات کرنے کی ہدایت ہو۔ یا لوگوں سے حسن سلوک کا مشورہ ہو۔ یا شر و فساد اور فتنہ کے دور کرنے کی تدبیر ہو یا لوگوں میں اصلاح کرانے کے لئے صلاح مشورہ ہوں تو ایسی مجلس اور سرگوشیاں ضرور بہتری و بھلائی اور خیر پر مبنی ہے بشرطیکہ ان تمام کارہائے خیر میں بھی محض حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی مقصود ہو تو اس کے لئے اجر عظیم کی بشارت اور وعدہ ہے گویا اس آیت میں مجالس شر کے انعقاد کی ممانعت اور ایسی مجالس میں شرکت کی ممانعت کی طرف اشارہ فرما دیا اور مجلس شوریٰ منعقد کرنے اور ان میں نیک اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھنے کی صراحت فرما دی گئی اور اس کو باعث اجر و ثواب بتلایا گیا۔

یہاں آیت میں نیک کاموں میں تخصیص کے ساتھ اصلاح بین الناس بھی فرمایا گیا ہے یعنی لوگوں میں باہم صلح کرانا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک بہت اہم اور خاص نیکی ہے چنانچہ لوگوں کی باہمی رنجشیں دور کرنے اور ان کے آپس میں مصالحت اور موافقت پیدا کرنے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نہایت اہم ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا انجام

آگے یہاں تیسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مخالفت کا انجام بتلایا جاتا ہے۔

یہ شان نزول کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جب منافق بشیر کی چوری ثابت ہو گئی اور مسروقہ مال برآمد کر کے اس کے مالک حضرت رفاعہؓ کو دلایا گیا تو بشیر ناخوش ہو کر مکہ کو بھاگ گیا اور مرتد ہو کر وہاں مشرکوں سے مل گیا تو اس تیسری آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اگرچہ شان نزول آیت کا خاص ہے مگر حکم عام ہے کہ جو شخص باوجود ظہور ہدایت اور نزول قرآن اور حقانیت اسلام کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور راہ اسلام چھوڑ کر دوسرا راستہ یعنی کفر وشرک کا راستہ اختیار کرے گا تو دنیا میں وہ جو کچھ کرتا ہے کر لے آخرت میں اس کو اپنے اس اعمال کی پاداش میں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ تو یہاں آیت میں دو باتوں کا جرم عظیم ہونا اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا گیا۔ ایک مخالفت رسولؐ اور دوسرے اتباع غیر سبیل المؤمنین یعنی جو شخص مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر کسی اور راہ کی پیروی کرے یعنی مسلمانوں کے مسلم اور متفق علیہ طریقہ کو چھوڑ کر جو شخص نیا طریقہ اختیار کرے اور جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر اس کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے تو مخالفت رسول تو ظاہر ہے کہ کفر اور وبال عظیم ہے اور اس پر تو وعید جہنم ظاہری ہے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص غیر شرعی طریق پر چلے شرع ایک طرف ہو اور اس کی راہ ایک طرف ہو۔ فرمان رسول کچھ ہو اور اس کا منتہائے نظر کچھ ہو حالانکہ اس پر حق کھل چکا ہو تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہے اور دوسری چیز یعنی اتباع غیر سبیل المؤمنین کے متعلق علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اجماع اُمت بھی واجب ہے۔ اور حجت ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اُس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے۔ گویا اجماع امت کا مخالف اور منکر بھی کافر ہے۔

دعا کیجئے

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا ہے تو ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع بھی نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مخالفت سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ ہم کو مومنین مخلصین کی راہ پر چلنا نصیب فرما اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنے کی توفیق ہمارے لئے مقدر فرما۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت عطا فرما اور آپ کی عظمت ومحبت کے ساتھ آپ کے اتباع کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے مشورہ اور سرگوشیوں میں خیر وبرکت عطا فرما اور نیکی وبھلائی کے لئے ہم کو مشورہ کرنا نصیب فرما اور آپس میں مصالحت وموافقت پیدا کرنے کی ہم کو توفیق عطا فرما اور ان تمام باتوں سے ہمیں بچا جو آپس میں اختلاف افتراق اور رنجش پیدا کرنے والی ہوں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور

إِنَّ اللّٰهَ	لَا يَغْفِرُ	اَنْ يُّشْرَكَ	بِهٖ	وَيَغْفِرُ	مَا	دُوْنَ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَمَنْ	يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ
بیشک اللہ	نہیں بخشتا	کہ شریک ٹھہرایا جائے	اس کا	اور بخشے گا	جو	سوا	اس	جس کو	وہ چاہے	اور جس	شریک ٹھہرایا	اللہ کا

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دُور کی گمراہی میں جا پڑا

فَقَدْ ضَلَّ	ضَلٰلًا	بَعِيْدًا
سو گمراہ ہوا	گمراہی	دُور

ربط: گزشتہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے والے کی سزا بیان فرمائی گئی تھی۔

اب آگے سب سے بڑی مخالفت رسول اور مسلمانوں سے جدا راستہ "شرک" کا ہے اس لئے شرک اور اہل شرک کی مذمت کے ساتھ ان کا انجام اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

شان نزول

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک بوڑھا عربی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں گناہوں میں غرق ایک بوڑھا ہوں لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا بلکہ اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کے سوا کبھی کسی کو کارساز نہیں سمجھا اور نہ میں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے یہ خیال کیا کہ میں اللہ سے بچ کر کہیں بھاگ سکتا ہوں۔ اب فرمایئے میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

شرک نا قابل معافی جرم ہے

یہاں اس آیت میں صاف اور واضح طور پر فرمادیا گیا کہ شرک کے ساتھ اگر کوئی مرا ہے اور زندگی میں اس سے توبہ نہیں کی تو یہ جرم نا قابل مغفرت ہے اور اس کے علاوہ دوسرے گناہوں سے مغفرت ہو سکتی ہے بلا توبہ کے بھی مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہیں یہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ چاہیں تو بغیر کسی سزا کے بالکلیہ معاف فرمادیں۔ چاہیں تو تھوڑی بہت سزا دیکر معاف کردیں مگر شرک وکفر کی سزا دائمی اور ابدی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ توحید عقلاً اور نقلاً واجب ہے اور شرک وکفر فی الحقیقت بغاوت اور صانع عالم کی اہانت ہے اس لئے دونوں نا قابل معافی جرم سمجھے گئے ہیں اور دوسرے تمام گناہ شرک وکفر سے کم درجہ سمجھے گئے ہیں اس لئے بغیر توبہ کے بھی قابل معافی ہیں اور بلا توبہ کی قید اس لئے لگائی کہ توبہ سے تو سو سال کا کفر وشرک بھی ایک منٹ میں معاف ہو جاتا ہے۔ یہاں مقصود بلا توبہ کے مغفرت کا مسئلہ بتلاتا ہے کہ کفر و شرک سے نیچے درجہ کے جو گناہ ہیں صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ سب بلا توبہ کے قابل مغفرت ہیں مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ چاہے بغیر کسی سزا کے معاف کردیں چاہے سزا دیکر معاف کردیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہماری تمام گزشتہ تقصیرات اور گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ یا اللہ بیشک شرک ایسا جرم عظیم اور سخت گناہ ہے کہ جس سے اگر دنیا میں سچی اور خالص توبہ نہ کی گئی تو آخرت میں ہرگز قابل عفو ومغفرت نہ ہوگا اور جس کی دائمی اور ابدی سزا جہنم ہے۔ یا اللہ اہل اسلام کو شرک کی گندگی سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمایئے اور اسلام کو صحیح اور حقیقی معنیٰ میں اپنانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ امت مسلمہ کے وہ افراد جو رسومات شرک جلی یا خفی میں گرفتار ہیں ان کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمایئے اور شرک کی گندگی سے نجات دنیا میں ہی عطا فرمادیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ

یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے

إِن يَدْعُونَ	مِن دُونِهِۦٓ	إِلَّآ إِنَٰثًا	وَإِن	يَدْعُونَ	إِلَّا	شَيْطَٰنًا	مَّرِيدًا	لَّعَنَهُ ٱللَّهُ
وہ نہیں پکارتے	اس کے سوا	مگر عورتیں	اور نہیں	پکارتے ہیں	مگر	شیطان	سرکش	اللہ نے اس پر لعنت کی

وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿۱۱۸﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ

اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ لوں گا، اور میں انکو گمراہ کرونگا اور میں انکو ہوس دلاؤنگا

وَقَالَ	لَأَتَّخِذَنَّ	مِنْ	عِبَادِكَ	نَصِيبًا	مَّفْرُوضًا	وَلَأُضِلَّنَّهُمْ	وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ
اور اس نے کہا	میں ضرور لوں گا	سے	تیرے بندے	حصہ	مقررہ	اور انہیں ضرور بہکاؤں گا	اور انہیں ضرور امیدیں دلاؤں گا

وَلَأٓمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ وَلَأٓمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ

اور میں انکو تعلیم دونگا جس سے وہ چارپاؤں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں انکو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی صورت کو بگاڑا کرینگے اور جو شخص خدا تعالیٰ

وَلَأٓمُرَنَّهُمْ	فَلَيُبَتِّكُنَّ	ءَاذَانَ	ٱلْأَنْعَٰمِ	وَلَأٓمُرَنَّهُمْ	فَلَيُغَيِّرُنَّ	خَلْقَ ٱللَّهِ	وَمَن	يَتَّخِذِ
اور انہیں سکھاؤں گا	تو وہ ضرور چیریں گے	کان	جانور (جمع)	اور انہیں سکھاؤں گا	تو وہ ضرور بدلیں گے	اللہ کی صورتیں	اور جو	پکڑے (بنائے)

ٱلشَّيْطَٰنَ وَلِيًّا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ

کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور انکو ہوسیں دلاتا ہے

ٱلشَّيْطَٰنَ	وَلِيًّا	مِّن	دُونِ ٱللَّهِ	فَقَدْ خَسِرَ	خُسْرَانًا	مُّبِينًا	يَعِدُهُمْ	وَيُمَنِّيهِمْ
شیطان	دوست	سے	اللہ کے سوا	تو وہ پڑا نقصان میں	نقصان	صریح	وہ ان کو وعدہ دیتا ہے	اور انہیں امید دلاتا ہے

وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿۱۲۰﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿۱۲۱﴾

اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اُس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پاویں گے۔

وَمَا يَعِدُهُمُ	ٱلشَّيْطَٰنُ	إِلَّا	غُرُورًا	أُو۟لَٰٓئِكَ	مَأْوَىٰهُمْ	جَهَنَّمُ	وَلَا يَجِدُونَ	عَنْهَا	مَحِيصًا
اور انہیں وعدے نہیں دیتا	شیطان	مگر	صرف فریب	یہی لوگ	جن کا ٹھکانا	جہنم	اور وہ نہ پائیں گے	اس سے	بھاگنے کی جگہ

مشرکین کے عقائد و اعمال

یہاں مشرکین کی انتہا درجہ کی ضلالت و جہالت ظاہر فرمائی جاتی ہے کہ اول تو اللہ کے سوا کسی غیر کو معبود بنانا اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہوسکتی ہے پھر بنایا تو کس کو پتھروں کو جن میں کسی قسم کی حس و حرکت بھی نہیں اور جنکا نام بھی رکھا تو عورتوں کا سا جیسے لات' منات' نائلہ' عزیٰ اور کس کے بتلانے سے؟ شیطان مردود و ملعون کے بہکانے سے۔ اس سے بڑھ کر جہالت اور ضلالت کیا ہوگی۔ آگے مردود و ملعون شیطان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے اور سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون و مردود ہوا تو اس وقت اس نے یوں کہا تھا میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر

حصہ لوں گا۔ یعنی شیطان جب ملعون و مردود کیا گیا تو اس نے تو اسی وقت کہا تھا کہ میں تو آدم کی وجہ سے غارت ہو ہی چکا مگر میں بھی تیرے بندوں اور اولاد آدم میں سے اپنے لئے ایک مقدار معلوم اور بڑا حصہ لوں گا یعنی ان کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤں گا جیسا کہ سورۂ حجر چودھویں پارہ میں اور سورۂ بنی اسرائیل پندرہویں پارہ میں مذکور ہے تو یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ مردود اور ملعون ہونے کے علاوہ شیطان تو جملہ بنی آدم کا روز اول سے سخت دشمن اور بدخواہ ہے اور اس دشمنی کو صاف ظاہر کر چکا ہے تو اب یہ احتمال بھی نہ رہا کہ گو شیطان ہر طرح سے خبیث و گمراہ ہے مگر شاید کسی کو خیر خواہانہ نفع کی کوئی بات بتلا دے بلکہ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمن ازلی تو بنی آدم کو جو کچھ بتلائے گا انکی گمراہی اور بربادی ہی کی بات بتلائے گا پھر ایسے گمراہ اور بدخواہ کی اطاعت کرنا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔

شیطان کا ایجنڈا

ایک بات یہ کہی ولاضلنھم یعنی جو لوگ میرے حصہ میں آئیں گے میں ضرور ان کو طریق حق اور راہ راست سے گمراہ کرونگا یعنی ان کے دلوں میں وسوسے ڈال کر حق بات سے انکو پھیروں گا اور جو ان وسوسوں میں پڑ جائے گا وہ میرا تابع ہو جائے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دوسری بات یہ کہی ولامنینھم اور میں ضرور انہیں آرزوؤں اور ہوسوں میں الجھائے رکھوں گا یعنی طرح طرح کی امیدوں اور آرزوؤں میں مبتلا کروں گا تا کہ بے دھڑک ہو کر وہ تیری معصیتیں کریں حتیٰ کہ جزا و سزا کا ان کو خیال بھی نہ آئے مثلاً یہ سمجھاؤں گا کہ تم دنیا کے مزے اڑاؤ خدا جانے آخرت ہو یا نہ ہو اور اگر ہوئی بھی تو ابھی عمر بہت باقی ہے دنیا کے عیش کر لو پھر توبہ کر لینا۔

تیسری بات یہ کہی ولامرنھم فلیبتکن اذان الانعام. اور ضرور لوگوں کو سکھاؤں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر ان کو چھوڑا کریں یعنی میں انہیں ضرور اعمال کفریہ اور رسوم شرکیہ کا حکم دوں گا کہ وہ میرے حکم سے بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹیں گے۔ مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ جب اونٹنی پانچ بچہ جن لیتی اور پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس کے کان چیر کر بتوں کے نام پر اسکو چھوڑ دیتے نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس پر سوار ہوتے اور نہ اس کی اون لیتے اور یہ سمجھتے کہ یہ فعل بتوں کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ یہاں اسی رسم کی طرف اشارہ ہے۔

چوتھی بات یہ کہی ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ اور میں انکو ضرور تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔ اس جملہ کے مطلب میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض مفسرین نے تو اس کو ظاہر معنیٰ پر محمول کر کے مراد لی ہے اور ایسے فسقیہ اعمال مراد لئے ہیں جیسے زندگی کی امید میں بچہ کے کان ناک چھید دینا' بدن کو سوئی سے گود کر تل بنانا' یا نیلے داغ دینا یا عورتوں کا دانتوں کو ریت کر باریک و مہین بنانا۔ یا مرد کو خصی کر کے خواجہ سرا بنانا یا بچوں کے سر پر کسی کے نام کی چوٹی رکھنا یا ایک مرض جواب عام ہے یعنی داڑھی منڈانا اور بعض علماء نے فرمایا کہ مردوں کا سیاہ خضاب کرنا اور مردوں کا عورتوں کے مشابہ بننا اور عورتوں کا مردوں کے مشابہ اور ہم لباس بننا بھی تغیر خلق اللہ میں داخل ہے۔ مگر ایک بات یہاں سمجھ لینے کی ہے کہ اس جملہ میں اور اسکی ظاہر مراد میں ہر تغیر کی مذمت مقصود نہیں بلکہ جو تغیر باعث افساد ہو وہ مذموم ہے جیسے داڑھی منڈوانا ورنہ اگر عدم افساد ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ اصلاح بھی ہوتی ہو تو وہ مستحسن ہے جیسے ختنہ کرانا' ناخن ترشوانا اور جس تغیر میں نہ افساد ہو نہ اصلاح وہ جائز ہوگا جیسے جانوروں کا خصی کرانا' مقدار مسنونہ سے بڑھی ہوئی داڑھی ترشوانا' لیکن فساد یا اصلاح کے وجود و عدم کا اصل مدار شریعت پر ہوگا نہ کہ عرف پر کیونکہ اول تو عرف شرع کی برابر نہیں اور بعض مفسرین نے تغیر خلق اللہ سے یہ مراد لی ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی اصل فطرت میں راستی اور توحید قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے مگر پھر بھی شیطانی خیالات کی وجہ سے کفر و شرک اور گمراہی میں پڑ کر مخلوق الٰہی میں تغیر پیدا کرتا ہے اور اللہ کی مقرر کی ہوئی باتوں کو بدلنا

ہے اور اسکے دین کو کفر سے حلال کو حرام سے تبدیل کرتا ہے۔ غرض کہ جو کوئی کسی طرح ان باتوں میں مبتلا ہو تو اسکو سمجھنا چاہیے کہ وہ شیطان کے مقررہ حصہ میں وہ بھی نہ داخل ہو۔

شیطان کے دوست کا انجام

اب جب شیطان کی خباثت و شرارت اور اس کی کیفیت بیان ہو چکی تو اب اس میں کچھ شک نہ رہا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرے گا اور شیطان کو اپنا دوست بنا کر اسکی پیروی کرے گا اور اس کے کہنے پر چلے گا اور اللہ و رسول کے فرمان کو نہ مانے گا تو اس کو کھلا ہوا نقصان اٹھانا پڑے گا اور آخرت میں تباہی نصیب ہوگی اور جنت کو چھوڑ کر جہنم کو خریدنا ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

کیونکہ وہ بے روک ٹوک دنیاوی خواہشوں کو پورا کرنے کو کہتا ہے اور جھوٹے اور فریب کے وعدوں میں پھنسائے رکھتا ہے اسلئے بنی نوع انسان کو اس امر سے آگاہ کیا جارہا ہے اور اس حقیقت حال کو اگلی آیت میں واضح کیا۔

اخیر میں ایسے لوگوں کا جو اللہ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرتے ہیں انجام بتلایا گیا اور یہاں اخیر آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

''ایسے لوگوں کا جو کہ شیطان کی راہ چلتے ہیں ٹھکانہ جہنم ہے اور اس جہنم سے بچنے کی کہیں وہ جگہ نہ پاویں گے کہ وہاں جا کر پناہ لے لیں''

دعا کیجئے

مولائے کریم ہم کو اپنا بندہ بنالے اور شیطان کے فریب اور دھوکہ سے ہم کو بچالے۔

اے اللہ ہمیں ظاہر میں و باطن میں اسلام حقیقی نصیب فرمادے اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک ؐ کے حکموں پر چلنے والا بنادے۔

یا اللہ ہمیں جب تک آپ زندہ رکھیں طریق حق پر قائم رکھیں اور آخرت کی فکر نصیب فرمائیں اور حرص و طول امل اور بے جا آرزوؤں اور ہوسوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔

یا اللہ تمام ناپاک اور کفریہ اور شرکیہ اعمال و اقوال سے ہمیں تا زیست دور رکھئے اور شیطان کے پھندے اور اس کے مقررہ حصہ میں شامل ہونے سے ہمیں بچالیجئے۔

یا اللہ ابلیس شیطان جو ہمارا ازلی دشمن اور بدخواہ ہے اس کے فریب اور دھوکہ سے ہمیں بچنے کی ہمت عطا فرمادے اور ہم کو اپنا بندہ بن کر زندہ رہنے اور اس پر مرنے کی توفیق نصیب فرمادے۔

یا اللہ مسلمانوں میں جو شرکیہ اعمال و رسوم جاری ہو گئے ہیں ان سے باز رہنے اور سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

یا اللہ اس وقت اسلام کا نام لے کر جنہوں نے ملعون و مردود شیطان کو اپنا رفیق بنا رکھا ہے اور اس کی اطاعت اور پیروی میں لگے ہوئے ہیں ان کو ہدایت اور دین کی سمجھ عطا فرمادے اور شیطانی جال سے ان کو نکلنے کی توفیق عطا فرما اور آخرت کی تباہی و بربادی سے ان کو بچنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیئے ہم اُن کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ اُن کے نیچے نہریں جاری ہونگی

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	سَنُدْخِلُهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
اور جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	اچھے	ہم عنقریب انہیں داخل کریں گے	باغات	بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ

وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے، اور سچا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا	وَعْدَ اللّٰهِ	حَقًّا	وَمَنْ	اَصْدَقُ	مِنَ	اللّٰهِ	قِيْلًا	لَيْسَ	بِاَمَانِيِّكُمْ
ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ ہمیشہ	اللہ کا وعدہ	سچا	اور کون	سچا	سے	اللہ	بات میں	نہ	تمہاری آرزوؤں پر

وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی بُرا کام کریگا وہ اُس کے عوض میں سزا دیا جاوے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا

وَلَا	اَمَانِيِّ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مَنْ يَّعْمَلْ	سُوْۗءًا	يُّجْزَ بِهٖ	وَلَا يَجِدْ	لَهٗ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيًّا
اور نہ	آرزوئیں	اہل کتاب	جو کرے گا	برائی	اس کی سزا پائے گا	اور نہ پائے گا	اپنے لئے	سے	اللہ کے سوا	کوئی دوست

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ

نہ مدد گار ملے گا اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ

وَّلَا نَصِيْرًا	وَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ	الصّٰلِحٰتِ	مِنْ	ذَكَرٍ	اَوْ اُنْثٰى	وَهُوَ	مُؤْمِنٌ	فَاُولٰۗىِٕكَ
اور نہ مددگار	اور جو	کرے گا	سے	اچھے کام	سے	مرد	یا عورت	بشرطیکہ وہ	مومن	تو ایسے لوگ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا

يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	وَلَا	يُظْلَمُوْنَ	نَقِيْرًا
داخل ہوں گے	جنت	اور نہ	ان پر ظلم ہوگا	تل برابر

مومنین مخلصین کا انعام

گزشتہ آیات میں شیطان کی پیروی اور اتباع کرنے والوں کو وعید سنائی گئی تھی۔ اب آگے ان لوگوں کے مقابل مومنین مخلصین کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا جنہوں نے اللہ اور رسول کے احکامات کو دل سے مانا اور حکم شرع کے مطابق نیک اعمال کیے وہ آخرت میں جنت کے باغات میں داخل کیے جائیں گے اور ان کا داخل ہونا عارضی نہ ہوگا بلکہ وہ ہمیشہ ابدالآباد وہیں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کا پکا اور سچا وعدہ فرما رہے ہیں تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ جب تم کو یہ معلوم ہو چکا تو تم کو چاہیے کہ اللہ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے ایمان کے ساتھ عمل صالح کرو اور شیطان کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کر کے اس کے دھوکہ میں مت آؤ۔

آیت نمبر ۱۲۳ کا شان نزول

حضرت ابن عباسؓ اور ایک جماعت تابعین نے ان آیات کا

ایک خاص شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک بار چند یہودی اور چند عیسائی اور چند مسلمان ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودی بولے ہمارے نبی سب سے افضل تھے اور ہم انبیاء کی اولاد ہیں اس لئے صرف ہم ہی جنت میں جائیں گے عیسائی بولے جنت میں تو صرف ہم ہی جائیں گے کیونکہ ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو کر سولی پر چڑھ چکے جس سے ہمارے سب گناہ معاف کر دیئے گئے اب ہم گناہوں سے پاک ہیں ہم پر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ مسلمان کہنے لگے ہمارے نبی اور پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم الانبیاء اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اس لئے ہم ہی جنت میں جائیں گے کیونکہ ہم ان کے ماننے والے ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں بتلایا گیا کہ صرف زبانی دعویٰ کرنے سے صداقت وحقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایماندار وہ ہے جس کا دل صاف ہو اور عمل شاہد ہوں اور خدائی دلیل اس کے ہاتھوں میں ہو۔ نرے دعوے کوئی وقعت نہیں رکھتے خواہ وہ اہل اسلام کے ہوں یا یہود و نصاریٰ کے نجات کا مدار صرف زبانی دعوؤں پر نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول کی تابعداری پر ہے۔ برائی کرنے والے محض کسی نسبت کی وجہ سے ناممکن ہے کہ اس برائی کے خمیازہ سے چھوٹ جائیں یعنی یہ تفاخر اور تعلق کسی کے لئے زیبا نہیں اور محض خیالات اور تمناؤں اور دعوؤں سے کوئی کسی پر افضل نہیں ہوتا۔ مدار اعمال واطاعت پر ہے۔ کسی کا نبی اور کتاب کتنی ہی افضل واشرف ہو اگر وہ عمل غلط کرے گا تو اس کی سزا پائے گا۔

طاقت کے مطابق عمل کرتے رہو

روایات میں ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو مَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا يُّجۡزَ بِهٖ سن کر یعنی جو کوئی کچھ برائی کرے گا اس کی سزا دی جائے گی۔ صحابہ کرامؓ بڑے متفکر ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ یہ سن کر ہم سخت غم اور فکر اور رنج میں پڑ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس آیت نے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں۔ ذرا سی بھی برائی ہوگی تو اس کی جزا ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فکر میں نہ پڑو۔ اپنی طاقت اور قدرت کے مطابق عمل کرتے رہو کیونکہ تمہیں دنیا میں جو بھی کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آتی ہے یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ اور برائی کی جزا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے پاؤں میں کانٹا لگ جائے تو وہ بھی کفارہ گناہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کو دنیا میں جو بھی کوئی غم یا تکلیف یا بیماری یا فکر لاحق ہوتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ یہاں مسلمانوں کو بھی یہ ہدایت دی ہے کہ محض دعوؤں اور تمناؤں میں نہ لگیں بلکہ عمل کی فکر کریں بلکہ کامیابی صرف اس سے نہیں کہ تم فلاں نبی یا فلاں کتاب کے نام لینے والے ہو بلکہ اصل فلاح اس میں ہے کہ اس کتاب اور نبی پر صحیح ایمان اور اس کے مطابق اعمال صالحہ ہوں۔

نجات کا قانون

اخیر میں نجات اخروی اور دخول جنت کا قانون یہ فرمایا۔

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَـنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ نَقِيۡرًا‏.

تو اس میں اشارہ فرمادیا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ یا دوسرے غیر مسلم اگر ان کے اعمال نیک بھی ہوں تو چونکہ ان کا ایمان صحیح نہیں اس لئے آخرت میں وہ عمل مقبول نہیں اور اہل اسلام کا چونکہ ایمان بھی صحیح ہے اور عمل بھی نیک ہے اس لئے وہ کامیاب اور دوسروں سے افضل اور نجات اخروی کے مستحق ہیں تو شان نزول کا خیال کرتے ہوئے مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ میں جو مکالمہ ہوا تھا اس پر فیصلہ فرمایا گیا اور فریقین کو صحیح راہ ہدایت بتلائی گئی اور نجات اخروی اور جنت میں داخلہ کا قانون بتلایا گیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے دکھ درد امراض اور پریشانیوں کو باعث کفارۂ سیئات بنا اور جو برائیاں اور گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان کی دنیا ہی میں معافی فرما کر آخرت میں پاک صاف کر کے اٹھا۔ یا اللہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار آپ کی اطاعت رضا و بندگی پر ہے نہ کہ خالی تمناؤں اور زبانی دعوؤں پر یا اللہ ہمیں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما کہ جو آپ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوں۔ یا اللہ ہم کو تو آپ نے بہترین دین یعنی دین اسلام اور بہترین کتاب قرآن مجید اور نبیوں میں سب سے اعلیٰ و افضل نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے مگر ہم نے ان انعامات کی خاطر خواہ قدردانی نہ کی۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا

اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو اور وہ ملتِ ابراہیم کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں

وَمَنْ	اَحْسَنُ	دِيْنًا	مِّمَّنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ	لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	وَّاتَّبَعَ	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا
اور کون۔کس	زیادہ بہتر	دین	سے۔جس	جھکادیا	اپنا منہ	اللہ کیلئے	اور وہ	نیکوکار	اور اس نے پیروی کی	دین	ابراہیم	ایک کا ہو کر رہنے والا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ

وَاتَّخَذَ	اللّٰهُ	اِبْرٰهِيْمَ	خَلِيْلًا	وَلِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي	الْاَرْضِ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور بنایا	اللہ	ابراہیم	دوست	اور اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	میں	زمین	اور ہے	اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۝	بِكُلِّ	شَيْءٍ	مُّحِيْطًا
تمام چیزوں کو احاطہ فرمائے ہوئے ہیں	ہر	چیز	احاطہ کئے ہوئے

ایمان وعمل کی مقبولیت کا معیار

گزشتہ آیات سے یہ معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان اور نیک اعمال کا اعتبار ہے۔ خالی خولی زبانی باتوں اور نرے دعووں کا کوئی نتیجہ نہیں۔

اب آگے ان آیات میں اسی بات کو کھول کر بیان فرمایا جاتا ہے اور دین کی افضلیت اور مقبولیت کا معیار بتلایا جاتا ہے کہ جس سے اس بات کا صحیح فیصلہ ہو سکتا ہے کون عند اللہ مقبول ہے اور کون نہیں۔

اول یہ کہ ہر مذہب کی حقانیت اور الہامی ہونے کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ صحیح عقائد اور نیک اعمال اور یہ دونوں چیزیں سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں۔ دوسرے یہ مسلمہ امر ہے کہ دین ابراہیمی حق تھا چنانچہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں لہٰذا جو مذہب دین ابراہیمی کے موافق ہوگا وہی حق ہوگا۔

ملت حنفیہ اور اس کی خصوصیات

حنیف دراصل وہ ہے جو ہر باطل سے بے زار ہو کر ایک مولیٰ حقیقی کا رخ کر چکا ہو۔

اصطلاح میں صرف ملت ابراہیمی ملت حنفیہ کہلاتی ہے۔ دین محمدی چونکہ ملت ابراہیمی کی خصوصیات کا سب سے نمایاں عنصر ہے اس لئے تمام دوسری ملتوں کی نسبت ملت محمدیہ ملت ابراہیم کے قریب تر ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے چالیس احکام شمار کرکے ایسے تحریر کئے ہیں جو ان ہر دو ملتوں میں تقریباً مشترک ہیں۔

(۱) دشمنان خدا سے جہاد کرنا (۲) بت شکنی (۳) غیر اللہ کی منت نہ ماننا (۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر جانور ذبح نہ کرنا (۵) رزق۔ شفا اور موت کو صرف مسبب الاسباب کے قبضۂ قدرت میں تصور کرنا (۶) اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا (۷) کہانت کو باطل سمجھنا (۸) بدفالی کا قائل نہ ہونا (۹) کسی ساعت کو منحوس نہ سمجھنا (۱۰) کواکب پرستی کا انکار کرنا (۱۱) نجومیوں سے مستقبل کے واقعات دریافت نہ کرنا (۱۲) آداب قربانی (۱۳) خصال فطرت (۱۴) جمل افعال حج (۱۵) کعبہ کا قبلہ ہونا (۱۶) مصیبت پر صبر کرنا (۱۷) نوحہ وغیرہ نہ کرنا (۱۸) تصویر اور مصوری سے اجتناب کرنا (۱۹) ترک نکاح ترک لذائذ۔ ترک لباس اور گوشہ نشینی جیسے افعال اختیار نہ کرنا (۲۰) عبادت میں اتنی افراط سے

اجتناب کرنا جس سے حقوق العباد تلف ہوں (۲۱) کسب معاش۔ (۲۲) بلاضرورت سوال نہ کرنا۔ (۲۳) لباس صاف ستھرا رکھنا۔ (۲۴) لہوولعب سے احتراز کرنا۔ (۲۵) والد کو اولاد اور اولاد کو والد کے جرم میں گرفتار نہ کرنا۔ (۲۶) حرمت زنا وغیرہ (۲۷) ستر عورت۔ (۲۸) ختنہ کرنا۔ (۲۹) عقیقہ کرنا۔ (۳۰) آداب ضیافت' (۳۱) پوشش ولباس کے احکام۔ (۳۲) عبادت کے وقت اچھی ہیئت کا خیال رکھنا۔ (۳۳) اشہر حرام کا احترام کرنا۔ (۳۴) محرمات نکاح' (۳۵) نکاح میں شاہدوں کا ہونا۔ (۳۶) زکوۃ۔ (۳۷) چاشت کی چار رکعتیں۔ (۳۸) تحریمہ میں رفع یدین کرنا۔ (۳۹) رکوع کا سجدہ پر مقدم ہونا (۴۰) نماز کی ہر نقل وحرکت میں تکبیر کہنا۔

(ترجمان السنہ جلد اول صفحہ ۵۲۶ و ۵۲۷)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

اور یہاں آیت میں فرمایا گیا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا تو خلیل اللہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ فنا ہو چکا ہو کہ طبعی اور فطری طور پر اس کا ارادہ اور اختیار اور رغبت اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے اور خلیل اللہ ہونا بارگاہ خداوندی میں تقرب کا ایک اعلیٰ مقام ہے اور یہ مقام ہمارے آقا وسردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھا جیسا کہ ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

سب اللہ تعالیٰ کی مِلک میں ہے اور سب اس کے علم میں ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا.

یعنی حقیقت یہ ہے کہ خدا ہی کی ملک ہیں سب چیزیں جو کچھ بھی آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے قابل پرستش وعبادت وہی ہے اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو اپنے علم میں احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ پس کوئی اہل عالم کے جملہ اعمال خیر وشر کی جزا وسزا میں تردد نہ کرے۔ یعنی یہود ونصاریٰ و مشرکین عرب سب شرک میں مبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اس لئے قیامت کے دن ضرور ان کو ان کے اعمال کی سزا دے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اسلام سے ہم کو سچی محبت عطا فرمائیں اور شریعت مطہرہ کی پوری پابندی اور اتباع ظاہراً وباطناً نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ کا شکر واحسان ہے کہ ہم کو اسلام عطا فرما کر ملت ابراہیمی کا اتباع نصیب فرمایا۔

یا اللہ ملت ابراہیمی کے اتباع کے ساتھ ہم کو صحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی نصیب فرما۔

یا اللہ یہودیت ونصرانیت جو امت مسلمہ میں مختلف راستوں سے اور طریقوں سے گھستی چلی آ رہی ہے اس سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمایئے اور ہمیں دین اسلام سے سچی محبت عطا فرمایئے۔

یا اللہ ملت ابراہیمی کی خصوصیات جو آپ نے امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہیں ان کا ظاہراً وباطناً ہم کو اتباع نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقامات خلت اور محبوبیت عطا فرمائے ہیں ان میں مزید ترقی عطا فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ کو بلند فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى

اور لوگ آپ سے عورتوں کے باب میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں تم کو حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو کہ قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جایا کرتی ہیں

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ	فِي النِّسَآءِ	قُلِ	اللّٰهُ	يُفْتِيْكُمْ	فِيْهِنَّ	وَمَا	يُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	فِي الْكِتٰبِ	فِيْ	يَتٰمَى
اور وہ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں	عورتوں کے بارہ میں	آپ کہدیں	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	اُن کے بارہ میں	اور جو	سنایا جاتا ہے	تمہیں	کتاب (قرآن) میں	(بارہ) میں	یتیم

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

جو کہ ان یتیم عورتوں کے باب میں ہیں جن کو جو اُن کا حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور ان کے ساتھ نکاح کرنے سے (بوجہ خوش جمال نہ ہونے کے) نفرت کرتے ہو اور کمزور بچوں کے

النِّسَآءِ	الّٰتِيْ	لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ	مَا كُتِبَ	لَهُنَّ	وَتَرْغَبُوْنَ	اَنْ	تَنْكِحُوْهُنَّ	وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ
عورتیں	وہ جنہیں	تم انہیں نہیں دیتے	جو لکھا گیا (مقرر)	انکے لئے	اور نہیں چاہتے ہو	کہ	انکو نکاح میں لے لو	اور بے بس

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

باب میں اور اس باب میں کہ یتیموں کی کارگذاری انصاف کے ساتھ کرو اور جو نیک کام کروگے سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ

مِنَ	الْوِلْدَانِ	وَاَنْ	تَقُوْمُوْا	لِلْيَتٰمٰى	بِالْقِسْطِ	وَمَا تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
سے (بارہ) میں	بچے	اور یہ کہ	قائم رہو	یتیموں کے بارہ میں	انصاف پر	اور جو تم کروگے	کوئی بھلائی	تو بیشک	اللہ

كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

اُس کو خوب جانتے ہیں

كَانَ	بِهٖ	عَلِيْمًا
ہے	اس کو	جاننے والا

شانِ نزول

زمانہ جاہلیت سے عرب میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو میراث نہیں دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میراث اسی کا حق ہے جو قبیلہ اور خاندان کی طرف سے دشمنوں سے لڑے اور اگر کوئی یتیم لڑکی اپنے باپ سے مال کی وارث ہوتی اور پھر وہ کسی کی تربیت و پرورش میں ہوتی تو اگر وہ خوبصورت ہوتی تو اس کا ولی خود اس سے نکاح کر لیتا مگر اس کا پورا مہر نہ دیتا اور اگر وہ لڑکی بدصورت ہوتی تو ولی نہ خود اس سے نکاح کرتا اور نہ کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کرتا تا کہ اس لڑکی کا مال دوسرے کے قبضہ میں نہ چلا جائے اس پر اس سورۂ نساء کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی تھیں جس میں عورتوں اور یتیموں کے حقوق اور ان کی میراث کے احکام مفصل بیان کر دیئے گئے۔ اس پر مختلف واقعات پیش آئے۔ بعض مسلمانوں کو تو یہ خیال ہوا کہ عورتوں اور بچوں کو عارضی طور پر کسی مصلحت سے شریک میراث کیا جا رہا ہے ورنہ فی نفسہ یہ اس کے اہل نہیں اس لئے بعض لوگ اس کی منسوخیت کے منتظر رہے اور جب منسوخ نہ ہوئے تو مشورہ ہوا کہ ہم کو خود جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہیئے چنانچہ بعض نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لڑکی اور بہن کو بھی میراث میں سے حصہ دلاتے ہیں حالانکہ ہمارا پہلا دستور یہ رہا ہے کہ جنگ میں لڑنے والوں اور اس میں شریک ہونے والوں کو صرف میراث کا مستحق سمجھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ اسی قسم کے سوالات کو اس آیت کا سبب نزول بتایا گیا ہے اور بعض کو یہ اتفاق ہوا کہ ان کی پرورش میں

بدصورت یتیم لڑکی تھی۔ بدصورتی کی وجہ سے تو خود نکاح نہیں کیا اور دوسرے سے اس لئے نکاح کو ٹالا کہ مال بھی اس کے ساتھ جاوے گا اور اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور غالباً غرض سوال کی یہ ہوگی کہ کوئی اور حکم آ جائے اور بعض نے جب یہ حکم سنا کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں مہر کم کرنا درست نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شاید احکام سابقہ میں کوئی ترمیم یا تنسیخ یا تخفیف ہو جائے غرض اس قسم کے سوالات پر ان آیات کا نزول ہوا۔

عورتوں اور یتیموں کے حقوق کا تحفظ

خلاصہ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ عورتوں اور یتیموں کے بارہ میں جو آیات پہلے نازل ہو چکی ہیں اب بھی وہی احکام بدستور باقی اور واجب العمل ہیں ان میں کوئی حکم تبدیل نہیں کیا جاتا ہے اور نہ کوئی نیا حکم دیا جا رہا ہے سابقہ احکام ہی بحال رہیں گے۔ چنانچہ یتیم بچوں اور بچیوں پر رحم کرنے اور ان کے صحیح حقوق ادا کرنے اور عورتوں کے ساتھ ہر ممکن حسن سلوک کی ہدایات جو اسی سورۂ نساء میں پہلے نازل ہو چکی تھیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

آیت نمبر۲ میں ارشاد ہوا تھا: جن بچوں کا باپ مر جاوے ان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو اور تم ان کی اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو اور ان کے مال مت کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ۔

آیت نمبر۳ میں حکم ہوا تھا: اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو۔

آیت نمبر۴ میں ارشاد ہوا تھا: اور تم اپنی بیبیوں کو ان کے مہر دے دیا کرو۔

آیت نمبر۶ میں ارشاد ہوا تھا: اور ان اموال یتامیٰ کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں گے پھر ان کو مال حوالہ کرنا پڑے گا جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو۔

نیز اسی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ جب ان سے یعنی یتامیٰ کے مال ان کے حوالہ کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کر لیا کرو۔

آیت نمبر۷ میں ارشاد ہوا تھا: ترکہ میں مردوں کے لئے بھی خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں اور اسی طرح عورتوں کے لئے بھی خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جن کو ان کے ماں باپ اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر سب میں سے حصہ ملے گا۔

آیت نمبر۱۹ میں ایمان والوں کو خطاب کر کے حکم ہوا تھا۔ اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ۔ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کوئی حصہ وصول کر لو۔ نیز فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔

آیت نمبر۲۰ میں حکم فرمایا اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اس ایک یعنی پہلی بیوی کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے جملہ احکام کی اطاعت و فرمانبرداری ہم کو نصیب فرمائیں خصوصاً عورتوں اور یتیموں کے متعلق قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی عورتوں کے ساتھ اس حسن وسلوک کی توفیق عطا فرما جس کا آپ نے قرآن میں حکم فرمایا ہے اور ہماری عورتوں کو بھی ان حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جس کا قرآن میں ان کو حکم ہوا ہے۔ اے اللہ ہم کو یتامیٰ کے حقوق میں کوتاہیوں سے اور غلطیوں سے بچایئے اور اس معاملہ میں پوری طرح قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال زیادتی یا بے پروائی کا ہو سو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں

وَاِنِ	امْرَاَةٌ	خَافَتْ	مِنْۢ بَعْلِهَا	نُشُوْزًا	اَوْ	اِعْرَاضًا	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	اَنْ يُّصْلِحَا
اور اگر	کوئی عورت	ڈرے	اپنے خاوند سے	زیادتی	یا	بے رغبتی	تو نہیں گناہ	ان دونوں پر	کہ وہ صلح کرلیں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

باہم ایک خاص طور پر صلح کرلیں اور یہ صلح بہتر ہے اور طبیعتیں تو حرص و بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو

بَيْنَهُمَا	صُلْحًا	وَالصُّلْحُ	خَيْرٌ	وَاُحْضِرَتِ	الْاَنْفُسُ	الشُّحَّ	وَاِنْ	تُحْسِنُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ
آپس میں	صلح	اور صلح	بہتر	اور حاضر کیا گیا (موجود ہے)	طبیعتیں	بخل	اور اگر	تم نیکی کرو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک

	اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۲۸	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا	
	بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں	اللہ	ہے	جو تم کرتے ہو	باخبر	

تفسیر وتشریح

عورتوں کے حقوق کا ذکر پہلے شروع سورۃ میں بھی آچکا ہے اور سورۂ بقرہ میں بھی بعض احکام آچکے ہیں اس آیت اور اگلی آیات میں بھی ازدواجی زندگی سے متعلق بعض صورتوں کا ذکر ہے اور ان کی بابت ہدایت ہے تاکہ میاں بیوی کے تعلقات آپس میں اچھے ہو جائیں۔ ازدواجی زندگی میں یہ تلخ پہلو بھی ہر جوڑے کو کبھی نہ کبھی پیش آہی جاتا ہے کہ باہمی رنجش اور کشیدگی آپس میں پیدا ہو جائے اور یہ ایسی چیز ہے کہ صحیح اصول کے ماتحت قابو پانے کی کوشش نہ کی جائے تو نہ صرف زوجین کے لئے دنیا جہنم بن جاتی ہے بلکہ بسا اوقات یہ گھریلو رنجش خاندانوں' قبیلوں کی باہمی جنگ اور قتل وقتال تک نوبت پہنچادیتی ہے۔

ناموافق ازدواجی حالات میں عورت کے تحفظ کا ایک راستہ

قرآن کریم مرد وعورت دونوں کے تمام جذبات اور احساسات کو سامنے رکھ کر ہر فریق کو ایسا نظام زندگی بتلاتا ہے جس پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا گھر دنیا ہی میں جنت کا نمونہ بن جائے۔ گھریلو تلخیاں محبت وراحت میں تبدیل ہو جائیں اور اگر ناگزیر حالات میں علیحدگی کی نوبت بھی آجائے تو وہ بھی خوشگوار طریقہ اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہو۔ عداوت' دشمنی اور ایذاء رسانی کے جذبات کے تحت نہ ہو چنانچہ یہ آیت ایسے حالات سے متعلق ہے جس میں غیر اختیاری طور پر میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں اور باہمی تلخی کی وجہ سے اس کا اندیشہ ہو جائے کہ باہمی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جاوے گی۔

جیسے ایک بیوی سے اس کے شوہر کا دل نہیں ملتا اور نہ ملنے کے اسباب دور کرنا عورت کے اختیار میں نہیں۔ مثلاً عورت بدصورت یا سن رسیدہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں نہ عورت کا کچھ قصور ہے نہ مرد ہی کو کچھ مجرم کہا جاسکتا ہے۔ ایسے حالات میں مرد کے لئے تو ایک عام قانون قرآن نے یہ بتلادیا ہے کہ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ کہ عورت کو رکھنا ہو تو دستور کے مطابق اس کے پورے حقوق ادا کرکے رکھو اور اگر اس پر قدرت نہیں تو اس کو خوش اسلوبی سے آزاد کردو۔ اب اگر عورت بھی آزاد ہونے کیلئے تیار ہے اور وہ اپنی بہتری اسی میں سمجھتی ہے تو معاملہ صاف ہے کہ قطع تعلق بھی خوشگوار انداز میں ہو جائے گا لیکن اگر ایسے حالات میں عورت کسی وجہ سے آزادی نہیں چاہتی خواہ

اپنی اولاد کے مفاد کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس کا کوئی دوسرا سہارا نہیں تو یہاں آیت میں اس کا راستہ عورت کو یہ بتلایا گیا کہ شوہر کو کسی معاملہ پر راضی کیا جائے مثلاً عورت اپنے یا بعض حقوق کا مطالبہ چھوڑ دے مثلاً نان نفقہ معاف کردے یا کم کردے یا مہر معاف کردے یا کم کردے تو اس طرح بعض خاص شرائط پر دونوں میاں بیوی صلح کرلیں تو اس مصالحت میں کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں کیونکہ زوجین میں مصالحت و موافقت بہت ہی اچھی بات ہے۔

یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد کی سخت گیری اور بدمزاجی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ ایسی عورت اپنے حقوق اور مہر وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے اس سے مرد بدمزاج سخت گیر ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں جب عورت خاوند کا دل اپنے سے پھرا دیکھے تو خاوند کو خوش اور متوجہ کرنے کو اپنے مہر یا نفقہ وغیرہ سے کچھ چھوڑ کر اس کو راضی کرلے تو ایسی مصالحت دونوں میاں بیوی کے لئے جائز بتلائی گئی اور عادۃً ایسی مصالحت ہو جانے کی وجہ بھی بتلائی گئی کہ انسان کی عام سرشت یہ ہے کہ انسانی طبائع میں لالچ اور حرص موجود ہوتی ہے تو ایسی مصالحت میں عورت کو تو یہ حرص ہے کہ مجھے آزاد کردیا تو اولاد برباد ہوگی یا میری زندگی دوسری جگہ تلخ ہوگی اور شوہر کو یہ لالچ ہے کہ جب عورت نے اپنا کل یا بعض مہر معاف کردیا اور دوسرے حقوق کا بھی مطالبہ چھوڑ دیا تو اب اس کو رکھنے میں میرے لئے کیا مشکل ہے اس لئے مصالحت باہمی آسان ہو جائے گی۔

صلح کیلئے حقوق چھوڑنا گناہ نہیں

یہاں آیت کے شروع میں میاں بیوی کے باہمی اختلاف کے وقت صلح کا صرف جائز ہونا بتلایا گیا کہ دونوں میں سے کسی کو گناہ نہیں ہوگا اگر آپس میں خاص شرائط پر صلح کرلیں اور گناہ نہ ہونے کے عنوان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ اس معاملہ کی صورت بظاہر رشوت کی سی ہے کہ عورت کی طرف سے شوہر کو مہر وغیرہ کی معافی کا لالچ دے کر ازدواجی زندگی کا تعلق باقی رکھا گیا ہے لیکن قرآن کریم کے اس ارشاد نے واضح کردیا ہے کہ یہ رشوت میں داخل نہیں بلکہ مصلحت میں داخل ہے اور یہ جائز ہے۔

میاں بیوی کے معاملات میں تیسرے کی مداخلت پسندیدہ نہیں

پھر یہاں اس جگہ حق تعالیٰ نے اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا فرمایا یعنی میاں بیوی دونوں آپس میں کسی مصالحت پر صلح کرلیں اس میں لفظ بینھما سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ میاں بیوی کے معاملات میں بہتر یہی ہے کہ کوئی تیسرا دخیل نہ ہو اور یہ دونوں خود ہی آپس میں کوئی بات طے کرلیں کیونکہ تیسرے کے دخل سے طرفین کے عیوب تیسرے آدمی کے سامنے بلاوجہ آتے ہیں جس سے بچنا دونوں کے لئے مصلحت ہے تو خلاصہ یہ کہ ایک طرف اپنی تکلیف دور کرنے اور اپنا حق وصول کرنے کا فریقین کو قانونی حق قرآن کریم نے دیا۔ دوسری طرف دونوں کو بلند اخلاقی اور اپنے حقوق کے ترک کرنے پر صبر کی تلقین فرما کر یہ ہدایت فرمائی کہ جہاں تک ممکن ہو اس تعلق کو قطع کرنے سے بچنا چاہیے اور کہ جانبین سے کچھ کچھ حقوق ترک کرکے کسی خاص صورت پر صلح کرلیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنی زندگی قرآنی ہدایات کے موافق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری عورتوں کو بھی موافقت کی صلاحیت وہدایت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں قرآنی ہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہر حال میں ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ ہماری ازدواجی زندگی بھی جنت کا نمونہ بنادے اور گھریلو تلخیاں محبت و راحت اور چین و سکون میں تبدیل فرمادے۔ یا اللہ ہم میں سے ہر ایک کو باہمی حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ آپ نے جو ہدایات قرآن کریم میں دی ہیں ان پر ہم مردوں کو اور ہماری عورتوں کو عمل پیرا ہونے کی توفیق و صلاحیت عطا فرما۔ یا اللہ ازدواجی زندگی میں جو اسوۂ حسنہ آپ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے چھوڑا ہے اس کی پیروی اور اتباع ہم کو بھی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ

اور تم سے یہ تو کبھی ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں بالکل برابری رکھو گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ

وَلَنْ	تَسْتَطِيْعُوْٓا	اَنْ	تَعْدِلُوْا	بَيْنَ النِّسَآءِ	وَلَوْ	حَرَصْتُمْ	فَلَا تَمِيْلُوْا	كُلَّ الْمَيْلِ
اور ہرگز نہ	کر سکو گے	کہ	برابری رکھو	عورتوں کے درمیان	اگرچہ	بہتیرا چاہو	پس نہ جھک پڑو	بالکل جھک جانا

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ

جس سے اسکو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر میں لٹکی ہو اور اگر اصلاح کر لو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں اور اگر

فَتَذَرُوْهَا	كَالْمُعَلَّقَةِ	وَاِنْ	تُصْلِحُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	وَاِنْ
کہ ایک کو ڈال رکھو	جیسے لٹکی ہوئی	اور اگر	اصلاح کرتے رہو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک	اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان	اور اگر

يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝

دونوں میاں بیوی جدا ہو جاویں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے احتیاج کر دیگا اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے اور بڑے حکمت والے ہیں

	يَّتَفَرَّقَا	يُغْنِ اللّٰهُ	كُلًّا	مِّنْ	سَعَتِهٖ	وَكَانَ	اللّٰهُ	وَاسِعًا	حَكِيْمًا	
	دونوں جدا ہو جائیں	اللہ بے نیاز کر دے گا	ہر ایک کو	سے	اپنی کشائش سے	اور ہے	اللہ	کشائش والا	حکمت والا	

ایک سے زائد بیویوں میں عدل و مساوات کی حدود

اسی سورۂ نساء کے شروع میں یہ ہدایت فرمائی گئی تھی کہ اگر ایک مرد کے نکاح میں ایک سے زائد عورتیں ہوں تو اس مرد کے ذمہ سب بیویوں میں عدل و مساوات قائم رکھنا فرض ہے اور جن کو یہ اندیشہ ہو کہ میں اس فرض کو ادا نہ کر سکوں گا تو اس کو چاہیے کہ ایک سے زائد نہ کرے اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے قول و عمل سے تمام بیویوں میں عدل اور براری کو نہایت تاکیدی حکم قرار دیا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سخت وعید ارشاد فرمائی گی ہے جیسا کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۳ کے ماتحت درس میں بیان ہو چکا ہے تو اس حکم کے ظاہری الفاظ فان خفتم الا تعدلو فواحدۃ یعنی چار بیویوں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دیکر فرمایا کہ اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔ اس سے مطلقاً عدل و مساوات اور برابری کا فرض ہونا تمام معاملات میں معلوم ہوتا ہے۔ جس میں قلبی محبت اور قلبی میلان بھی بظاہر داخل معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ معاملہ انسان کے اختیار میں نہیں۔

یہاں بتلایا گیا کہ اگر تم سب بیویوں میں کوشش بھی کرو تو قلبی میلان کے بارہ میں مساوات نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں مگر ایسا بھی نہ کرو کہ پورے ہی ایک طرف ڈھل جاؤ یعنی قلبی میلان جس طرف زائد ہو تو اختیاری معاملات میں بھی اسی کو ترجیح دینے لگو جس کا نتیجہ یہ ہو جائے کہ دوسری عورت لٹکی ہی رہ جائے یعنی شوہر اس کے حقوق بھی ادا نہ کرے اور اس کو آزاد بھی نہ کرے۔ تو اس طرح یہ آیت سورۂ نساء کی پہلی آیت یعنی آیت نمبر ۳ کی تشریح ہو گئی کہ اس کے ظاہری الفاظ سے قلبی میلان میں بھی مساوات کا فرض ہونا معلوم ہو رہا تھا لیکن اس آیت نے کھول دیا کہ قلبی میلان بوجہ غیر اختیاری ہونے کے فرض نہیں بلکہ فرض امور اختیاریہ میں مساوات ہے مثلاً نان نفقہ میں خبرگیری، دیکھ بھال میں، شب باشی، طرز معاشرت وغیرہ۔

اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ کارساز ہے

اب آگے ایک دوسری حالت کے متعلق بیان ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور اصلاح و مصالحت کی سب کوشش ناکام ہو کر آخری درجہ میں زوجین جدائی ہی کو پسند کریں اور دونوں جدا ہو جاویں یعنی خلع یا طلاق ہو جاوے تو اس کی بھی گو اجازت دی گئی ہے تاہم حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے تو اگر نوبت اس کی ہی آ جائے اور ایک دوسرے سے الگ ہونا پڑے تو بھی فریقین کو تسلی دی گئی کہ خدا پھر دونوں کا کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت قدرت سے دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بے احتیاط کر دے گا اور ہر ایک کی مناسب سبیل نکال دے گا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اور اگر دونوں میاں بیوی میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور دونوں جدا ہو جاویں تو کوئی اُن میں سے مرد یا عورت یوں نہ سمجھے کہ بدوں میرے اس دوسرے کا کام ہی نہ چلے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت وقدرت سے دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بے احتیاج کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے بڑے حکمت والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت وسیع ہے اُس سے کسی کو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں اخیر میں وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا فرما کر اس بات کو اور پختہ کر دیا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی وسعت ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ ممکن ہے کہ اس علیحدگی ہی میں حکمت و مصلحت ہو اور جدائی کے بعد دونوں کو ایسے جوڑے مل جائیں کہ دونوں کی زندگی سدھر جائے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں اور ظاہراً و باطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ خصوصاً عورتوں کے حقوق کی کامل ادائی گی کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو صلاح وتقویٰ کا حامل بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو بھی صلاح وہدایت عطا فرمائیں اور ان کو بھی اتباع قرآنی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں، اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جنکو تم سے پہلے کتاب ملی تھی

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَلَقَدْ وَصَّيْنَا	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ
اور اللہ کے لئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور ہم نے تاکید کردی ہے	وہ لوگ	جنہیں کتاب دی گئی	سے	تم سے پہلے

وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ

اور تمکو بھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم ناسپاسی کروگے تو اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں، اور

وَاِيَّاكُمْ	اَنِ اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاِنْ	تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَكَانَ
اور تمہیں	کہ ڈرتے رہو	اللہ	اور اگر	تم کفر کروگے	تو بیشک	اللہ کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور ہے

اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾

اللہ تعالیٰ کسی کے حاجت مند نہیں خود اپنی ذات میں محمود ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

اللّٰهُ	غَنِيًّا	حَمِيْدًا	وَ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا
اللہ	بے نیاز	سب خوبیوں والا	اور	اللہ کے لئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور کافی	اللہ	کارساز

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ

اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو! تم سب کو فنا کردیں اور دوسروں کو موجود کردیں اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں جو شخص دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو

اِنْ يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	اَيُّهَا النَّاسُ	وَيَاْتِ	بِاٰخَرِيْنَ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى ذٰلِكَ	قَدِيْرًا	مَنْ
اگر وہ چاہے	تمہیں لے جائے	اے لوگو	اور لے آئے	دوسروں کو	اور ہے	اللہ	اس پر	قادر	جو

كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں

كَانَ يُرِيْدُ	ثَوَابَ الدُّنْيَا	فَعِنْدَ اللّٰهِ	ثَوَابُ	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	سَمِيْعًا	بَصِيْرًا	
چاہتا ہے	دنیا کا ثواب	تو اللہ کے پاس	ثواب	دنیا	اور آخرت	اور ہے	اللہ	سننے والا	دیکھنے والا	

احکام الٰہی کی بجا آوری کی تاکید

گزشتہ آیت تک مختلف احکام یتیموں اور عورتوں کے متعلق بیان فرمائے گئے تھے اب آگے ان آیات میں ان جملہ احکام کی بجا آوری کی تاکید خاص اہتمام سے بیان فرمائی جاتی ہے اور قرآنی اسلوب وطرز بیان کے مطابق ترغیب وترہیب یعنی حکم خداوندی کی اطاعت اور اس کے احکام کی مخالفت سے بچنا اسکی پرزور ہدایت فرمائی جارہی ہے اور ان آیات میں پانچ مضمون بیان فرمائے گئے ہیں جن سے نہایت اہتمام کے ساتھ بجا آوری احکام کی تاکید ہوگئی۔

تمہید اور دلیل بنا کر اور اپنی عظمت اور کبریائی بتلا کر یہ سمجھایا گیا کہ کچھ تمہیں کو شریعت اور احکام الٰہیہ پر چلنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ تم کو اور جو تم سے پہلے اہل کتاب ہوئے ہیں ان کو بھی خدا سے ڈرنے اور

حکام الٰہی پر چلنے کا حکم بتاکید دیا گیا یعنی خداترسی اور تقویٰ اور پرہیز گاری کا حکم تمام امتوں کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور سب آسمانی کتابوں میں اس کی تاکید فرمائی ہے تو اگر تم ناسپاسی کرو گے یعنی احکام الٰہیہ کی مخالفت کرو گے اور اللہ کی وصیت اور احکام کو نہ مانو گے تو خدا تعالیٰ کا کیا بگڑتا ہے۔ تمہارے تقویٰ اور اطاعت کی اسے ذرہ برابر احتیاج نہیں۔ نہ کسی کی نافرمانی سے اس کے شان وشوکت میں فرق آتا ہے کوئی اس کی حمد وثنا کرے یا نہ کرے وہ ہر حال میں حمید ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے روکنا اور آخرت کی ترغیب

آگے دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور جب وہ ایسے قادر اور مختار ہیں تو اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کارساز ہیں۔ پس ان کی کارسازی کے ہوتے ان کے فرمانبرداروں کو کون ضرر پہنچا سکتا ہے پس کسی سے ڈرنا نہ چاہیے''

یعنی غیر اللہ کا اندیشہ دل سے دور کیا گیا کہ بعض اوقات احکام میں کوتاہی کا وہ بھی سبب ہوتا ہے۔

پھر آگے تیسری آیت میں بتلایا کہ

یعنی جو اللہ اس پر قادر ہے کہ تمہیں ناپید کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگ مطیع اور فرمانبردار پیدا کر دے لیکن اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو یہ اسکی مہربانی ہے تو تم ایسے حلیم وکریم کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔ اس سے سرکشی کر کے اس کا کیا بگاڑو گے اپنا ہی نقصان کرو گے۔

آگے چوتھی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اور دیکھو دین کے کام کا اصلی ثمرہ آخرت میں ہے۔ دنیا میں نہ ملنے سے بددل نہ ہونا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس یعنی ان کی قدرت میں تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ موجود ہے جب ادنیٰ واعلیٰ دونوں پر انکی قدرت ہے تو اعلیٰ ہی چیز کیوں نہ مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہیں''۔

یعنی سب کے اقوال اور درخواستوں کو دنیا کی ہوں یا دین کی سنتے ہیں اور سب کی نیتوں کو دیکھتے ہیں پس طالبان آخرت کو ثواب دیں گے اور طالبان دنیا کو آخرت میں محروم رکھیں گے پس آخرت ہی کی نیت اور درخواست کرنا چاہیے البتہ دنیا کی حاجات مستقل طور پر مانگنا مضائقہ نہیں لیکن عبادت میں یہ قصد نہ کرے۔

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے تین مرتبہ جملہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ فرمایا اور ہر مرتبہ کا مقصود اور مفہوم جدا ہے۔ پہلی دفعہ اللہ کی وسعت جود وکرم اور کشائش کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں اور دوسری بار اپنی بے نیازی اور بے پرواہی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ کو کسی کی اطاعت اور تقویٰ سے نفع نہیں اور سارے عالم کے کفر اور فسق وفجور سے اسکا کوئی نقصان نہیں اور تیسری بار میں اپنی کارسازی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ تمہارا کارساز ہے اس لئے کہ وہ زمین وآسمان کی سب چیزوں کا مالک ہے تو ایک ہی دلیل سے متعدد دعوؤں کا ثابت کرنا یہ قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی تقویٰ کی دولت عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف عطا فرمائے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔ یا اللہ! اپنے احکام کی اطاعت ہم کو نصیب فرما اور اپنے احکام کی مخالفت سے ہم کو بچا۔ یا اللہ دین کی جو توفیق ہم کو ہو جائے وہ ہمارے لئے باعث سعادت واجر وثواب ہو۔ اے اللہ آپ کی کارسازی پر ہمارا توکل اور بھروسہ ہو اور غیروں پر نظر کرنے اور ان سے خوف کھانے سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ اپنی عظمت اور بڑائی ہمارے دلوں میں اتار دے تاکہ آپ کے جملہ احکام کی پیروی ہمارے لئے آسان ہو جائے اور ان سے مخالفت کی جرأت نہ رہے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اے ایمان والو! عدل و انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو اگرچہ اپنی ہی ذات پر ہو

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	بِالْقِسْطِ	شُهَدَآءَ لِلّٰهِ	وَلَوْ	عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ
اے	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	ہو جاؤ	قائم رہنے والے	انصاف پر	گواہ دینے والے اللہ کیلئے	اگرچہ	خود تمہارے اوپر (خلاف)

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا

یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع

اَوِ	الْوَالِدَيْنِ	وَ	الْاَقْرَبِيْنَ	اِنْ يَّكُنْ	غَنِيًّا	اَوْ فَقِيْرًا	فَاللّٰهُ	اَوْلٰى	بِهِمَا	فَلَا	تَتَّبِعُوا
یا	ماں باپ	اور	قرابت دار	اگر (چاہے) ہو	کوئی مالدار	یا محتاج	پس اللہ	خیر خواہ	اُن کا	سو نہ	پیروی کرو

الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

مت کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلوتہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

	الْهَوٰٓى	اَنْ تَعْدِلُوْا	وَاِنْ تَلْوٗٓا	اَوْ تُعْرِضُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا	
	خواہش	کہ انصاف کرو	اور اگر تم زبان دباؤ گے	یا پہلوتہی کرو گے	تو بیشک	اللہ	ہے	جو	تم کرتے ہو	باخبر	

عدل و انصاف اور سچی گواہی پر قائم رہنے کا حکم

یہاں اس آیت میں تمام مسلمانوں کو عدل و انصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت کی گئی اور جو چیزیں قیام عدل یا سچی گواہی میں رکاوٹ ہو سکتی ہیں ان کو نہایت لطیف پیرایہ میں دور کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ انصاف قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا صرف حکومت و عدالت کا فریضہ نہیں جیسا کہ اکثر عوام کا خیال ہے بلکہ ہر مسلمان مرد و عورت اس کا مکلف و مخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے۔ ہاں انصاف کا ایک درجہ حکومت و حکام کے ساتھ بھی مخصوص ہے اور وہ یہ کہ ظالم شریر و سرکش انسان جب انصاف کے خلاف اڑ جائیں نہ خود انصاف پر قائم رہیں نہ دوسروں کو عدل و انصاف کرنے دیں تو حاکمانہ تعزیر اور سزا کی ضرورت ہے اور یہ فریضہ اقامت عدل و انصاف کا ظاہر ہے کہ حکومت ہی کر سکتی ہے۔

الغرض یہاں آیت میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ یعنی عدل انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا اور عدل و انصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کا حق پورا ادا کیا جائے اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی نیز عدل و انصاف کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے۔ مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ وہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف اور یہ بھی داخل ہے کہ جن کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام سلطنت ہے جب دو فریق کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں۔ کسی کی رو رعایت نہ کریں اور فیصلہ میں پورے عدل و انصاف کا معاملہ کریں۔

اب غور کیجئے کہ قرآن کریم کے اسی ایک حکم پر دنیا اگر عامل ہو

جائے تو بھی خونخوار اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی دنیا کیسے صالح معاشرے میں تبدیل ہو جائے اور یہ کوئی محض فرضی خیال نہیں۔

یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ قانون اور حکم کے بعد حکام وعوام امیر وغریب بڑے اور چھوٹے عالم و جاہل سب کو خدا تعالیٰ کی قدرت قاہرہ اور روز جزا کے حساب سے ڈرا کر قانون کا احترام اور اسپر للّٰہیت اور خلوص سے عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے یہاں بھی آیت کے اخیر میں إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ارشاد فرمایا یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں یعنی اقامت عدل اور ادائے شہادت حق کا جو حکم دیا گیا ہے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے جملہ اعمال کی پوری اطلاع ہے۔ اگر تم خواہش نفس کا اتباع کر کے حق سے ہٹ کر کج بیانی کرو گے اور غلط شہادت دو گے یا شہادت سے پہلو تہی کرو گے تو یہ سب اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے علم میں ہوگا جس پر سزا ملے گی اور اگر حکم کے مطابق عدل وانصاف کو قائم رکھو گے اور شہادت حق کو ادا کرو گے تو اس کی جزا اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

قرآن کریم نہ صرف یہ کہ عدل وانصاف اور ادائے شہادت حق کو ہر ایک پر واجب کر کے عام کرنا چاہتا ہے بلکہ اس میں عبادت اور بندگی کا رنگ بھی بھرنا چاہتا ہے۔ معاملات میں جب نزاعی اور اختلافی پہلو سامنے آتے ہیں تو فیصلہ کے وقت اظہار حق اور ادائیگی شہادت اور عدل وانصاف کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اسلام اس سلسلہ میں پیشہ ورانہ عدالتی کارروائیوں، وکیلانہ فنی مہارتوں، کورٹ اور مجسٹریٹ اور جیوری کے چکروں کا قائل نہیں جس میں حق و انصاف کا تو اکثر خون ہی ہوتا ہے اور روپیہ اور وقت کی بیدریغ قربانی کر کے انسان ظلم وجور کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام عدل وانصاف کو مفت اور عام کرنا چاہتا ہے اور ایسا عدل وانصاف کہ اپنے نفس کے بھی خلاف کوئی بیان یا اظہار کرنا پڑے تو بھی حق وانصاف کے خلاف کچھ نہ بولے اگرچہ اس کا نقصان اس کی ذات ہی پر پڑتا ہو۔ کیونکہ یہ نقصان حقیر وقلیل اور عارضی ہے اور جھوٹ بول کر جان بچالی گئی تو قیامت کا شدید عذاب اپنی جان کے لئے خرید لیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس قرآنی حکم پر پورا پورا عامل ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو عدل وانصاف کا قائم رکھنے والا اور اللہ کے واسطے سچی شہادت دینے والا بنائیں۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ اور اُس کتاب کے ساتھ جو اُس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَالْكِتٰبِ	الَّذِيْ نَزَّلَ	عَلٰى رَسُوْلِهٖ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والو)	ایمان لاؤ	اللہ پر	اور اس کا رسول	اور کتاب	جو اس نے نازل کی	اپنے رسول پر

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

اور اُن کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلی نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا

وَالْكِتٰبِ	الَّذِيْٓ اَنْزَلَ	مِنْ قَبْلُ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِاللّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ	وَرُسُلِهٖ
اور کتاب	جو اس نے نازل کی	اس سے قبل	اور جو	انکار کرے	اللہ کا	اور اس کے فرشتوں	اور اس کی کتابوں	اسکے رسولوں

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ

اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دُور جاپڑا بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے

وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	فَقَدْ ضَلَّ	ضَلٰلًا	بَعِيْدًا	اِنَّ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ثُمَّ كَفَرُوْا	ثُمَّ
اور روز	آخرت	تو وہ بھٹک گیا	گمراہی	دُور	بیشک	جولوگ ایمان لائے	پھر کافر ہوئے وہ	پھر

اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝

پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ اُن کو رستہ دکھائیں گے

	اٰمَنُوْا	ثُمَّ كَفَرُوْا	ثُمَّ	ازْدَادُوْا كُفْرًا	لَّمْ يَكُنِ	اللّٰهُ	لِيَغْفِرَ	لَهُمْ	وَ	لَا لِيَهْدِيَهُمْ	سَبِيْلًا	
	ایمان لائے	پھر کافر ہوئے	پھر	بڑھتے رہے کفر میں	نہیں ہے	اللہ	کہ بخشدے	انہیں	اور	نہ دکھائے گا	راہ	

ایمان کی پختگی کی تاکید

یہاں اس آیت کے پہلے جزو میں حق تعالیٰ نے تین باتوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا ایک اللہ تعالیٰ پر دوسرے اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسرے قرآن کریم پر اور ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں پر نازل فرمائی ہیں۔ ملائکہ یعنی فرشتے اور روز قیامت پر ایمان لانے کا ذکر اس سے پہلے جزو میں نہیں فرمایا اس لئے کہ انبیاء کرام اور کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ملائکہ اور آخرت پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ گویا یہ تین امور تمام عقائد اسلامیہ کا خلاصہ اور اجمال ہیں۔ آیت کے دوسرے جزو میں ملائکہ اور یوم آخرت یعنی روز جزا کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے اس طرح جو شخص اسلام میں داخل ہو اس کے لئے ایمان کے ان ارکان خمسہ کی تصدیق ضروری ہے بغیر ان پر ایمان لائے مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اب پہلے تو لفظ ایمان کے معنیٰ اور دین میں اس کی حقیقت کو سمجھ لیجئے پھر اللہ پر ملائکہ پر اللہ کی کتابوں پر اللہ کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب سنئے۔ ''ایمان'' کے اصل معنیٰ کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کی حدود سے باہر ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں۔ ایمان کے ساتھ ایمان بالغیب کی قید اسی لگے

لگائی جاتی ہے کہ شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے آلات احساس وادراک یعنی آنکھ' ناک' کان وغیرہ کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے مثلاً اللہ اور اس کی صفات۔ اللہ کے رسولوں پر وحی کی آمد۔ حالات آخرت۔ حشر نشر۔ جنت وجہنم وغیرہ وغیرہ تو اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول نے بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ''ایمان'' ہے اور پیغمبر کی اس قسم کی کسی بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے اب جو لوگ اللہ کے کسی پیغمبر کی حیات مقدسہ میں براہ راست ان کی زبان سے ان کی ہدایت اور تعلیمات سنیں ان کے لئے تو ان کی ہر اس بات کی تصدیق شرط ایمان ہے جو پیغمبر ان کے سامنے اللہ کی طرف سے بیان کریں۔ اگر وہ ان کی ایسی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن نہ رہیں گے لیکن جب پیغمبر اس دنیا میں نہ رہیں تو پھر ان باتوں کی تصدیق کرنا شرط ایمان ہے جن کا ثبوت ان پیغمبر سے ایسے یقینی' قطعی اور بدیہی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی اسی تعلیمات کو خاص علمی اصطلاح میں ''ضروریات دین'' کہتے ہیں ان سب پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ اگر ان میں سے کسی کا بھی کوئی انکار کرے تو مومن نہ رہے گا اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اب اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔

منافقین

آگے یہاں دوسری آیت میں اہل کفر کے ایک خاص فرقہ کا بیان ہے کہ جو محض ظاہری طور پر اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور کفر ونفاق ان کے دلوں میں چھپا ہوا تھا۔ ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

''بلاشبہ جو لوگ پہلے تو مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہی نہ ہوئے بلکہ کفر میں بڑھتے چلے گئے یعنی کفر پر دم مرگ تک ثابت اور دائم رہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کی منزل مقصود یعنی جنت کا راستہ دکھائیں گے''

یہ آیت منافقین کے خاص گروہ کے بارہ میں اتری ہے کہ جو کبھی مسلمان ہوئے اور کبھی کافر۔ جب مسلمانوں کے پاس آئے تو مسلمان بن گئے اور کافروں کے پاس گئے تو کافر بن گئے۔ ایسے لوگ جو دین کو تماشہ بنا لیتے ہیں عادۃً ان کا دل مسخ ہو جاتا ہے۔ پھر ان کو ایمان کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ اس پر مغفرت مرتب ہو سکے اور اس آیت کا حکم عام ہے۔ ارتدا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار یا تیسری بار سب کا ایک ہی حکم ہے کہ اس پر قائم رہنے سے جنت ومغفرت سے محرومی رہے گی۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق ہے کہ اول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہو گئے۔ پھر توبہ کر کے مومن ہوئے پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہوئے اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں اور ترقی کر گئے الغرض یہاں اہل کفر مراد ہیں کہ جنہوں نے دین کو کھیل وتماشہ بنا لیا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی مغفرت ورحمت سے محروم کر دیئے گئے اور ان کا دین ایمان غیر معتبر قرار دیا گیا اب آگے منافقین کی مذمت مذکور ہے جن کا ایمان بھی غیر معتبر قرار دیا گیا اور ان کو عذاب الیم کی وعید سنائی گی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم آپ کی ذات وصفات پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے ملائکہ اور آپ کی کتابوں اور آپ کے رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ہم یوم آخرت اور حشر نشر پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اے اللہ ہم کو مرتے دم تک ایمان پر ثابت قدم رکھنا اور ایمان ہی پر ہم کو موت نصیب فرمانا۔ اے اللہ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنے رسول پاک محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرما اور تا زیست اسی پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳۸ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ اُن کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے جن کی یہ حالت ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر

بَشِّرِ	الْمُنٰفِقِيْنَ	بِاَنَّ	لَهُمْ	عَذَابًا اَلِيْمًا	الَّذِيْنَ	يَتَّخِذُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ
خوشخبری دیں	منافق (جمع)	کہ	ان کے لئے	دردناک عذاب	جو لوگ	پکڑتے ہیں (بناتے ہیں)	کافر (جمع)	دوست	سوائے (چھوڑ کر)

الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝۱۳۹

کیا اُن کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے

الْمُؤْمِنِيْنَ	اَيَبْتَغُوْنَ	عِنْدَهُمُ	الْعِزَّةَ	فَاِنَّ	الْعِزَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا
مومن (جمع)	کیا ڈھونڈتے ہیں؟	ان کے پاس	عزت	بیشک	عزت	اللہ کے لئے	ساری

منافقین کیلئے دردناک عذاب

ان آیات میں منافقین کا ذکر ہے کہ جو لوگ محض ظاہری دکھاوے کا اسلام رکھتے تھے اور دنیا کے مقابلہ میں دین کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور درپردہ کفار و مشرکین اور یہود سے یارانہ جوڑتے تھے کہ اس سے ہم کو عزت و شوکت حاصل ہوگی چنانچہ انہیں منافقین کے متعلق یہاں پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے آخرت میں بڑی دردناک سزا ہے" یہاں منافقین کے لئے دردناک عذاب کی خبر دی گئی اور اس رنج دہ خبر کو منافقین کے لئے خوشخبری کہا گیا ہے اس لئے کہ درحقیقت وہ کسی خوشخبری کے قابل تو ہیں نہیں۔ یہی عذاب کی خبر ان کے لئے خوش خبری ہے۔

عزت اللہ کے لئے ہے

آگے دوسری آیت میں منافقین کی حالت بیان کی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے: "جن کی یہ حالت ہے کہ باوجود دعوے اسلام کے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس جا کر عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سو خوب سمجھ لو کہ عزت تو ساری خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہیں دیں۔ یعنی اگر خدائے تعالیٰ ان منافقین کو یا جن سے یہ جا جا کر ملتے ہیں اور دوستی کرتے ہیں عزت نہ دیں تو یہ کہاں سے معزز بن جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جلدی ہی حضرات صحابہ کے ہاتھوں منافقین و کفار سب کو ذلیل و خوار فرما دیا۔

منافقین کا ملنا کفار و یہود سے اس غرض سے تھا کہ انہیں اس درجہ خلاف امید انقلاب کی توقع ہرگز نہ تھی کہ مسلمان اس طرح غالب آ جائیں گے۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ ہمیشہ رہنا تو ہوگا ان مشرکین و یہود کے ساتھ اس لئے ان سے کیوں بگاڑ کیا جائے تو یہاں کفار و مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے اور گھل مل کر رہنے کی ممانعت اور ایسا کرنے والوں کے لئے وعید مذکور ہوئی اور ساتھ ہی اس مرض میں مبتلا ہونے کی اصل منشا اور سبب کو بیان کر کے اس کا لغو اور بیہودہ ہونا بھی بتلا دیا۔ یعنی کفار و مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور ان کے ساتھ ملنے کی غرض عموماً یہ ہوتی ہے کہ ان کی ظاہری ترقی عزت و قوت سے متاثر ہو کر یوں خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے دوستی رکھی جائے تو ہمیں بھی ان سے عزت و قوت حاصل ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی یہاں تردید فرما دی کہ تم ان کے ذریعہ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو جن کے پاس خود عزت نہیں۔ عزت جس کے معنی ہیں غلبہ اور قوت کے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور اسی کے دست قدرت میں ہے۔ مخلوق میں سے جس کسی کو قوت و غلبہ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو ۲۸ ویں پارہ سورۂ منافقون میں قدرے اضافے کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمایا ہے ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنفقين لايعلمون. (یعنی عزت تو صرف اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسولؐ کے لئے اور مومنین کے لئے لیکن منافقین اس بات کو نہیں جانتے) اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کے رسولؐ اور مومنین کا اضافہ کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ عزت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو چاہتا ہے عزت عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان پر ایمان لانے والے اور ان کی سچی اتباع کرنے والے چونکہ اللہ کے نزدیک محبوب و مقبول ہیں اس لئے ان کو بھی عزت و غلبہ دیا جاتا ہے۔

بقدر وفاداری اور بقدر اطاعت شعاری اس کو بارگاہ خداوندی سے عزت ملے گی اور جو خدا اور اس کے رسول کا منکر و باغی ہوگا وہ ذلیل و خوار ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو

وَقَدْ	نَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	فِي الْكِتٰبِ	اَنْ	اِذَا سَمِعْتُمْ	اٰيٰتِ اللّٰهِ	يُكْفَرُ	بِهَا	وَيُسْتَهْزَاُ	بِهَا
اور تحقیق	اُتار چکا	تم پر	کتاب میں	یہ کہ	جب تم سنو	اللہ کی آیتیں	انکار کیا جاتا ہے	اس کا	مذاق اُڑایا جاتا ہے	اس کا

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ

اُن لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی اُن ہی جیسے ہو جاؤ گے، یقیناً اللہ تعالیٰ

فَلَا تَقْعُدُوْا	مَعَهُمْ	حَتّٰى	يَخُوْضُوْا	فِيْ	حَدِيْثٍ	غَيْرِهٖ	اِنَّكُمْ	اِذًا	مِّثْلُهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	جَامِعُ
تو نہ بیٹھو	ان کے ساتھ	یہاں تک کہ	وہ مشغول ہوں	میں	بات	اس کے سوا	یقیناً تم	اس صورت میں	ان جیسے	بیشک	اللہ	جمع کرنے والا

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ۝۱۴۰ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ

منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کردیں گے وہ ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح منجانب اللہ ہوگئی

الْمُنٰفِقِيْنَ	وَالْكٰفِرِيْنَ	فِيْ جَهَنَّمَ	جَمِيْعًا	الَّذِيْنَ	يَتَرَبَّصُوْنَ	بِكُمْ	فَاِنْ كَانَ	لَكُمْ	فَتْحٌ
منافق (جمع)	اور کافر (جمع)	جہنم میں	تمام	جو لوگ	تکتے رہتے ہیں	تمہیں	پھر اگر ہو	تم کو	فتح

مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۡ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ

تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے

مِنَ اللّٰهِ	قَالُوْا	اَلَمْ نَكُنْ	مَعَكُمْ	وَاِنْ	كَانَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	نَصِيْبٌ	قَالُوْا	اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ	عَلَيْكُمْ
اللہ (کی طرف) سے	کہتے ہیں	کیا ہم نہ تھے؟	تمہارے ساتھ	اور اگر	ہو	کافروں کے لئے	حصہ	کہتے ہیں	کیا ہم غالب نہیں آئے تھے	تم پر

وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا سو اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں فیصلہ فرمادیں گے اور ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو

وَنَمْنَعْكُمْ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	بَيْنَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَلَنْ يَّجْعَلَ	اللّٰهُ	لِلْكٰفِرِيْنَ
اور ہم نے منع کیا تھا (بچایا تھا) تمہیں	سے	مسلمان (جمع)	سو اللہ	فیصلہ کرے	تمہارے درمیان	قیامت کے دن	اور ہرگز نہ دے گا	اللہ	کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝۱۴۱

مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرماویں گے

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	سَبِيْلًا
مسلمانوں پر	راہ

شانِ نزول: ہجرت سے قبل جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو مشرکین مکہ اپنی مجلسوں میں قرآن کا اور اسلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اگر کوئی مسلمان کسی ضرورت سے ان کی مجلس میں جاتا تو اس کو قرآن کریم کے متعلق نامناسب الفاظ سننے پڑتے اس پر اللہ تعالیٰ

نے سورۂ انعام میں جو مکہ میں نازل ہوئی تھی یہ حکم نازل فرمایا تھا۔

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ۭ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

یعنی جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کرو یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے تم کو شیطان تو مت بیٹھو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود مدینہ نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اپنی مجالس میں قرآن پاک کی تضحیک کیا کرتے تھے اور منافقین بطور خوشامد کے ان کے مذاق اور استہزا میں شریک ہوا کرتے تھے اس پر یہ آیت زیر تفسیر نازل ہوئی اور گزشتہ حکم یعنی سورۂ انعام میں نازل ہونے والی آیت کا حوالہ دیکر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ حکم بھیج دیا تھا کہ کفار و فجار کی مجلس میں مت بیٹھو۔

دشمنانِ اسلام کی مجلس سے پرہیز کا حکم

اس آیت سے اور سورۂ انعام کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مجلس میں اپنے دین و اسلام یا قرآن و حدیث پر عیب و طعنہ سنے اور پھر ان ہی میں بیٹھا سنا کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے تو گناہ میں یہ کہنے والوں کے برابر ہوگا۔ ان ہی آیات سے اہل باطل کے ساتھ مجالست کے متعلق علمائے مفسرین نے یہ مسئلے نکالے ہیں۔

(۱) باطل پرست لوگوں کی مجالست اگر ان کی کفریات پر رضامندی کے ساتھ ہے تب تو کفر ہے کیونکہ کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔

(۲) اور اگر کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر ہے تو فسق ہے

(۳) اور مجالست کفار دنیاوی ضرورت کے تحت ہو تو مباح ہے

(۴) اور اضطرار اور مجبوری کے ساتھ ہو تو معذوری ہے۔

(۵) اور تبلیغ دین کے لئے ہو تو عبادت ہے۔

منافقوں کی مفاد پرستانہ پالیسی

آگے یہاں دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کا ایک اور حال بیان کرتے ہیں جس سے ان کی دورنگی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جدہر غلبہ دیکھا اسی طرف ہو گئے مسلمانوں کا غلبہ دیکھا تو مسلمانوں سے مل کر ان کی سی باتیں کرنے لگے اور کافروں کا غلبہ دیکھا تو کافروں میں مل کر ان کی سی باتیں کرنے لگے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

''وہ منافقین ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر اور آرزومند رہتے ہیں پھر ان کے اس انتظار کے بعد اگر تمہاری فتح من جانب اللہ ہوگئی تو تم سے آ کر باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ جہاد میں شریک نہ تھے کیونکہ نام چارہ کو تو مسلمانوں میں گھسے ہی رہتے تھے مطلب یہ کہ ہم کو بھی غنیمت کا حصہ دو اور اگر کافروں کو کچھ غلبہ کا حصہ مل گیا یعنی اتفاق سے وہ غالب آئے تو ان سے جا کر باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے مگر ہم نے قصداً تمہارے غالب کرنے کے لئے مسلمانوں کی مدد نہ کی اور ایسی تدبیر کی کہ لڑائی بگڑ گئی اور کیا ہم نے جب تم مغلوب ہونے لگے تھے تو تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا اس طرح کہ ان کی مدد نہ کی اور تدبیر سے لڑائی بگاڑ دی مطلب یہ کہ ہمارا احسان مانو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہم کو بھی کچھ دلواؤ۔ غرض دونوں طرف ہاتھ مارتے ہیں۔ سو دنیا میں گو اظہار اسلام کی برکت سے مسلمانوں میں مل کر زندگی گزار رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں عملی فیصلہ کر دیں گے اور اس فیصلہ میں ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرماویں گے بلکہ کفار مجرم قرار پا کر جہنم میں جاویں گے اور مسلمان اہل حق ثابت ہو کر جنت میں جاویں گے اور فیصلہ عملی یہی ہے۔

غلبۂ اسلام و مسلمین

اس آیت کے آخری جملہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر

غالب ہونے کی کوئی راہ ہرگز نہ دیگا تو اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے اس کا مطلب پوچھا تو آپ نے اس سے پہلے جملہ کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ قیامت کے دن ایسا نہ ہوگا اور قیامت کے فیصلہ میں حق تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غلبہ کی کوئی راہ نہ دیں گے تو بعض مفسرین نے اس جملہ کا مطلب آخرت کے متعلق لیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ اس جملہ میں دنیا کے متعلق حکم مذکور ہے کہ دنیا میں کافروں کو یہ قدرت نہ ہوگی کہ مسلمانوں کا بالکل قلع قمع کر دیں اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیں اس لئے بعض مفسرین نے اس جملہ کے ظاہری معنی مراد لئے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اب سے لے کر قیامت تک کوئی ایسا وقت لائے کہ کافر اس قدر غلبہ حاصل کر لیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے اور ان کا نام ونشان نہ رہے۔ باقی دنیاوی شوکت اور غلبہ کسی وقت یا کسی جگہ اگر کافروں پر تکوینی طور پر ہو جائے تو وہ اس کے منافی نہیں اور باعث اشکال نہیں۔ اس معنیٰ میں ایک لطافت یہ بھی ہے کہ منافقوں کو جو مسلمانوں کی (معاذ اللہ) ذلت اور ان کی بربادی کے آنے کے وقت کا انتظار تھا مایوس کر دیا گیا کہ کفار کو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اس طرح غالب نہ کریں گے کہ تم پھولے نہ سماؤ اور جس ڈر سے منافقین مسلمانوں کا کھلے طور پر ساتھ نہ دیتے تھے اس ڈر کو بھی زائل کر دیا کہ یہ نہ سمجھو کہ اب مسلمان کسی وقت بھی مٹ جائیں گے۔ آیت کے اس جملہ سے علماء نے اس امر پر بھی استدلال کیا ہے کہ قرآن اور اسلام نے ایک مسلمان کے مقابلہ میں کافر کا غلبہ پسند نہیں کیا حتیٰ کہ گواہی جو ادنیٰ درجہ کی چیز ہے اس میں بھی غلبہ پسند نہیں کیا اور مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی کو معتبر نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح مسلمان غلام کو کافر کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں ایک کافر کو ایک مسلمان پر غالب کر دینا ہے اور اس میں ایک مسلم کی ذلت ہے جو قرآنی منشا کے خلاف ہے لیکن ساتھ ہی یہاں آیت میں وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ (اور اگر کافروں کو کچھ غلبہ کا حصہ مل گیا) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی کبھی کسی مصلحت کی بنا پر مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو بھی کسی قدر کامیابی اور غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن پاک نے دوسری جگہ یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ جب تک مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان رہیں گے کافروں کو ان پر غلبہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارشاد ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۂ آل عمرانؔ آیت نمبر ۱۳۹)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں سے مسلمانوں کو بچائیں اور منافقوں کی شرارتوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اسلام کا سچا اتباع نصیب فرما اور اسلام کی برکت سے اہل اسلام کو غلبہ وشوکت نصیب فرما۔ کفار ومشرکین اور اعدائے دین جو قیامت میں ذلیل وخوار ہوں گے یا اللہ ان کو دنیا میں بھی رسوا اور ذلیل وخوار فرما۔ یا اللہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت جہاں کہیں کفار کو اہل اسلام پر غلبہ مل گیا ہے کفار کے غلبہ کو دور فرما اور ہم کو سچائی کے ساتھ اسلام کو مضبوط پکڑنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ آپ کا وعدہ کہ تم ہی سربلند رہو گے اگر تم پورے مومن رہے بالکل حق ہے۔ اس کی حقانیت کو دنیا دیکھ چکی ہے ہم ہی نے اسلام حقیقی کا دامن چھوڑ کر ذلت ورسوائی کو خریدا۔ یا اللہ امت مسلمہ پر رحم وکرم فرما اور ہم کو صحیح معنیٰ میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرما۔ قرآن اور سنت کو پھر وفاداری کے ساتھ اپنانے کی سعادت نصیب فرما۔ یہود ونصاریٰ کے اتباع کی لعنت سے نجات عطا فرما اور کفار ومشرکین اور باطل پرستوں سے بے تعلقی اور گریز نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

42

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

بلاشبہ منافق لوگ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا اُن کو دینے والے ہیں اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ	وَهُوَ	خَادِعُهُمْ	وَإِذَا	قَامُوْٓا	إِلَى	الصَّلٰوةِ	قَامُوْا كُسَالٰى
بیشک منافق	دھوکہ دیتے ہیں	اللہ	اور وہ	انہیں دھوکہ دے گا	اور جب	کھڑے ہوں	طرف (کو)	نماز	کھڑے ہوں سستی سے

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ

کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت مختصر معلق ہو رہے ہیں دونوں کے درمیان میں نہ

يُرَآءُوْنَ	النَّاسَ	وَلَا	يَذْكُرُوْنَ	اللّٰهَ	إِلَّا قَلِيْلًا	مُذَبْذَبِيْنَ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	لَا
وہ دکھاتے ہیں	لوگ	اور نہیں	یاد کرتے	اللہ	مگر بہت کم	ادھر میں لٹکے ہوئے	درمیان	اس	نہ

إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

ادھر نہ اُدھر اور جس کو خداتعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں ایسے شخص کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے

	إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ	وَلَا	إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ	وَمَنْ	يُضْلِلِ اللّٰهُ	فَلَنْ تَجِدَ	لَهٗ	سَبِيْلًا	
	ان کی طرف	اور نہ	اُن کی طرف	اور جو۔جس	گمراہ کرے اللہ	تو ہرگز نہ پائے گا	اس کے لئے	کوئی راہ	

منافقین کی خودفریبی

منافقین کے متعلق یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ یہ منافق لوگ دعوے ایمان اور ظاہری اطاعت سے دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اس لئے کہ دعوے ایمان اور نماز وغیرہ ارکان اسلام سے ان کا مقصود لوگوں کو دکھلانا اور دنیوی فوائد حاصل کرنا ہے۔ اللہ کی خوشنودی ان کو مقصود ہی نہیں لیکن ان بے عقلوں کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو رہا ہے جو یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ دہی کا کر رہے ہیں یعنی جس طرح وہ دوستی کے پردہ میں ان سے دشمنی کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوستی کے پردہ میں ان سے دشمنی ہو رہی ہے کہ بظاہر معاملہ دوستوں یعنی مسلمانوں کا سا ہو رہا ہے مگر مقدر یہ ہے کہ جب انکا پیمانہ لبریز ہو جائے اور اپنی شرارتیں دل کھول کر کرلیں تو پھر اکٹھی پکڑ ہو اور دائمی جیلخانہ میں ڈال دیا جائے۔

منافقین کی نماز

اب منافقین بظاہر چونکہ مسلمان بنے ہوئے تھے اس لئے مسلمانوں کو اپنا اسلام ظاہر کرنے کے لئے نماز روزہ اسلام کے ظاہری ارکان بھی بجالاتے تھے۔ مگر ان کی نماز کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ جب یہ منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انتہائی کاہلی اور بے دلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا مقصود نماز تو ہے نہیں۔ نہ آخرت کا ثواب اور نہ اللہ کی خوشنودی ان کو مقصود ہے ان کی غرض تو صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمان ہم کو نمازی سمجھیں۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ اگر منافقین کو لوگوں کا ڈر نہ ہوتا تو کبھی کوئی نماز نہ پڑھتے اور چونکہ نماز سے ذکر اللہ اور اللہ کی یاد ان کو مقصود نہیں اس لئے لوگوں کو دکھلانے کو نماز پڑھ لیتے ہیں مگر اس میں نہ تسبیح، تہلیل ہوتی ہے نہ خشوع خضوع صرف اٹھنا اور بیٹھنا ہوتا ہے اور جب تنہا ہوتے تو بالکل نہ پڑھتے تو یہاں منافقین کی نماز کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ نماز جیسی بہترین عبادت بھی مشغولیت اور دلچسپی سے ادا کرنی انہیں نصیب نہیں ہوتی کیونکہ نیک نیتی، حسن عمل، حقیقی ایمان اور سچا یقین ان میں تھا ہی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہیے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے

ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین جانے کہ اس کی آواز پر اللہ تعالیٰ کے کان ہیں اس کی طلب پوری کرنے کو خدا تعالیٰ تیار ہیں۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سب سے گراں اور بوجھل منافقین پر عشاء و فجر کی نماز ہے اگر یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو گو گھٹنوں چل کر آنا پڑے یہ ضرور آجاتے۔ میں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے ارد گرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو اور ایک روایت میں ہے کہ اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔ اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی سخت تنبیہ و وعید ہے کہ جو خصوصاً عشاء و فجر جماعت سے نہیں پڑھتے۔

بے یقینی کی کیفیت:

آگے انہی منافقین کے متعلق دوسری آیت میں بتلایا گیا کہ دین کے معاملہ میں یہ منافق متحیر، ششدر اور پریشان حال ہیں۔ ایمان و کفر کے درمیان کا دل ڈانواڈول ہو رہا ہے۔ نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں نہ بالکل کفار کے ساتھ۔ کبھی نور اسلام چمک اٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آگئیں تو ایمان سے یکسو ہو گئے۔ حدیث میں مومن، کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی دی گئی جو ایک دریا پر گئے ایک شخص تو کنارے ہی پر کھڑا رہ گیا دوسرا اتر کر منزل مقصود تک پہنچ گیا تیسرا اترا اور چلا جب ٹھیک بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا۔ ادھر واپس چلا آ۔ ادھر والے نے آواز دی کہ آجاؤ نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ آدھا راستہ طے کر چکے ہو اب حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے مذبذب ہے کہ کدھر جاؤں اور کدھر نہ جاؤں اسی میں ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی۔ غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے کنارے پر کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور بیچ میں ڈوب کر مرنے والا منافق ہے۔

بدعملی کا انجام

آیت کے اخیر میں منافقین کے بارہ میں بتلایا گیا کہ ان منافقوں کو ان کی بدترین بدعملی کے باعث راستی سے دھکیل دیا گیا ہے اب نہ انہیں کوئی راہ راست پر لا سکے نہ چھٹکارا دلا سکے۔ اللہ تعالیٰ جس کو گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کو پھر راستہ دکھلانے والا کون ہے۔

منافقین کی چار خصلتیں

خلاصہ یہ کہ ان دونوں آیات میں منافقین کی چار ظاہری علامات اور خصلتیں بیان کی گئیں۔

۱-منافق اظہار ایمان میں چالبازی کرتے ہیں وہ اپنے خیال میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں۔

۲-نماز پڑھتے ہیں مگر انتہائی مرے دل سے سستی کے ساتھ۔

۳-ان کی نماز میں کوئی خلوص نہیں ہوتا۔ محض دکھلاوا اور ریا ہوتا ہے۔ نماز میں یا ویسے بھی اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

۴-ایمان و کفر کے درمیان لٹکے رہتے ہیں نہ دل سے ایمان قبول کر کے مسلمانوں میں شامل ہوتے ہیں نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ نفاق کسی شخص یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جس کے ایمان میں تردد اور تذبذب ہو اور ظاہر باطن کے خلاف ہو عقائد شرعی پر اس کو وثوق نہ ہو صرف مسلمانوں کی فہرست میں نام لکھوانے کے لئے مسلمان ہو بس ایسا ہی شخص منافق ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو منافقانہ عادتوں اور خصلتوں سے محفوظ و مامون فرمائیں اور ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت اسلامیہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ شرعی عقائد پر کامل وثوق اور یقین عطا فرما اور تردد و تذبذب کے فتنہ سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ ہم کو محض نام کا مسلمان نہ رکھئے بلکہ کام کا مسلمان بنا دیجئے اور اسلام و ایمان کی سچی محبت ہمارے دلوں میں اتار دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

اے ایمان والو! تم مؤمنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ کیا تم یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْا	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَتُرِيْدُوْنَ
اے	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	نہ پکڑو (نہ بناؤ)	کافر (جمع)	دوست	سوائے	مسلمان (جمع)	کیا تم چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ

اللہ تعالیٰ کی حجت صریح قائم کرلو بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاوینگے اور تو ہرگز انکا

اَنْ تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	عَلَيْكُمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا	اِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	فِي	الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ	مِنَ	النَّارِ
کر تم کرو (لو)	اللہ کا	تم پر (اپنے اوپر)	الزام	صریح	بیشک	منافق (جمع)	میں	سب سے نیچا درجہ	سے	دوزخ

وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ

کوئی مددگار نہ پاوے گا لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کیا کریں

وَلَنْ تَجِدَ	لَهُمْ	نَصِيْرًا	اِلَّا	الَّذِيْنَ تَابُوْا	وَاَصْلَحُوْا	وَاعْتَصَمُوْا	بِاللّٰهِ	وَاَخْلَصُوْا	دِيْنَهُمْ	لِلّٰهِ
اور ہرگز نہ پائے گا	ان کے لئے	کوئی مددگار	مگر	جنہوں نے توبہ کی	اور اصلاح کی	اور مضبوطی سے پکڑا	اللہ کو	اور خالص کرلیا	اپنا دین	اللہ کے لئے

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ

تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہونگے اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماویں گے اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے

فَاُولٰٓئِكَ	مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ	وَسَوْفَ	يُؤْتِ اللّٰهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَجْرًا عَظِيْمًا	مَا يَفْعَلُ	اللّٰهُ
تو ایسے لوگ	مومنوں کے ساتھ	اور جلد	دے گا اللہ	مومن (جمع)	بڑا ثواب	کیا کرے گا	اللہ

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝

اگر تم شکر گذاری کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑے قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں

	بِعَذَابِكُمْ	اِنْ شَكَرْتُمْ	وَاٰمَنْتُمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ	شَاكِرًا	عَلِيْمًا	
	تمہارے عذاب سے	اگر تم شکر کروگے	اور ایمان لاؤگے	اور ہے	اللہ	قدردان	خوب جاننے والا	

کافروں سے محبت اور دوستی سے ممانعت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں سے دوستیاں کرنے ان سے دلی محبت رکھنے ان کے ساتھ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے ان سب باتوں سے صاف روک دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں کہیں ایسی عبارتوں میں سلطان کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد حجت ہے یعنی اگر تم نے مؤمنین کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کئے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے۔

منافقوں کی سزا

آگے دوسری آیت میں منافقین کی سزا اور ان کا انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے

"بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور اے مخاطب تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا جو ان کو سزا سے بچا سکے"

دوزخ کے سات طبقہ ہیں اوپر نیچے جن کے نام یہ ہیں (۱) جحیم، (۲) جہنم، (۳) سعیر، (۴) سقر، (۵) لظیٰ، (۶) ہاویہ، (۷) حُطَمَۃ۔ اول طبقہ گناہ گار مسلمانوں اور ان کفار کے لئے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ دیگر طبقات مشرکین آتش پرست، دہریئے، یہود، نصاریٰ اور منافقین کیلئے مقرر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ منافقین کو آگ کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ سب سے نیچے کے طبقہ میں ہونگے جہاں کہ نہایت وسعت اور قسم قسم کے سخت عذاب ہیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور وجہ اس کی کہ کفار سے بڑھ کر منافقین سب سے نچلے درجہ میں ہونگے۔ یہ ہے کہ کفار تو چونکہ ظاہر و باطن میں کھلے ہوئے منکر اور مخالف ہیں ان سے اس قدر اسلام اور مسلمانوں کو مضرت نہیں پہنچتا کہ منافقین ظاہر میں مسلمان بن کر اور اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو ضرر پہنچاتے ہیں۔

منافقین کو توبہ و اصلاح کی دعوت

یہاں تیسری اس آیت میں منافقین کو بھی توبہ اور اصلاح کر لینے کی ترغیب دی جارہی ہے اور اس پر معافی کا وعدہ بھی فرمایا جارہا ہے۔ چار شرطوں کے ساتھ اول تابو یعنی صدق دل سے نفاق و ریا وغیرہ سے توبہ کرلیں دوسرے اصلحو یعنی جو کچھ ان کے علم و عمل میں فساد ہے اس کی اصلاح کرلیں تیسرے وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑ لیں یعنی اس کے دشمنوں اور دین کے مخالفوں کو چھوڑ کر اسی کی ذات پر بھروسہ اور اعتماد کریں چوتھے وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ یعنی اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کریں۔ یعنی خلوص اور صدق نیت پیدا کریں کیونکہ تمام چیزوں کا مدار اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عمل مقبول ہے جو ریا نمائش وغیرہ سے پاک محض اسی کی ذات کے لئے ہو اور اسی کی خوشنودی کے لئے ہو۔

گزشتہ درس میں منافقین کے چار اوصاف ذمیمہ بیان فرمائے گئے تھے انہی کے مقابلہ میں یہ چار اوصاف حمیدہ بیان فرمائے گئے ہیں کہ جو ان کو اختیار کرلے تو وہ خالص مومن ہے اور وہ دین و دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو جو اجر عظیم آخرت میں ملنے والا ہے ان کے ساتھ ان کو بھی ملے گا جنہوں نے کہ نفاق سے سچی توبہ کرلی۔

عذاب بندے کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے

آخری آیت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بندہ کو جو کچھ عذاب ہوگا وہ اسکے اعمال بد اور عقائد باطلہ کی وجہ سے ہوگا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ ان کو خواہ مخواہ عذاب دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیک کاموں کے بڑے قدر دان ہیں جو شخص اس کے حکم کو ممنونیت اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو اطاعت واخلاص کے بڑے قدردان ہیں اور اس پر تو رحمت ہی رحمت ہے۔ ایسے شخص کو عذاب سے کیا واسطہ عذاب تو وہ سرکش اور نافرمانوں کو دیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی مومنین صادقین کے گروہ میں شامل فرمائیں اور ایمان واخلاص کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔ یا اللہ ہم سے جو کوتاہیاں اور تقصیرات اب تک سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ یا اللہ جملہ منافقانہ عادات و خصائل سے ہمارے نفوس کو پاک فرما اور ہم کو تمام معاملات و عبادات میں خلوص اور نیک نیتی نصیب فرما۔ ریا اور نمائش سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ اپنی ذات عالیہ پر ہم کو اعتماد بھروسہ اور توکل والا یقین کامل عطا فرما اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہم کو شامل رہنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ